دلیل و برہان کے زیرِ سایہ لکھی گئی چشم کشا تحریر
غائبانہ جنازہ جائز نہیں
مع
تحقیقات و تصدیقاتِ علماءِ اہلسنت
شَکَرَ اللّٰہُ تعالیٰ سَعْیَہُمْ
مع اضافہ باب ہفتم
مولانا مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
صراطِ مستقیم پبلیکیشنز
042-37115771, 0321-9407699

نام کتاب : غائبانہ جنازہ جائز نہیں

افادات : ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی

مرتب : مولانا محمد طاہر نواز قادری، مولانا محمد سلیم مظہری صاحب
(فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور)

باہتمام : شیخ محمد سرور اویسی، محمد آصف علی جلالی

تعداد : 1100

صفحات : 384

ہدیہ : 280 روپے

ملنے کے پتے

احمد بک کارپوریشن راولپنڈی/صراط مستقیم پبلی کیشنز گوجرانوالہ

مکتبہ جلالیہ وصراط مستقیم گجرات/ مکتبہ غوثیہ کراچی/ اویسی بک سٹال گوجرانوالہ

نظامیہ کتاب گھر اردو بازار لاہور/ قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور/ کرمانوالہ بک شاپ لاہور/ جامعہ جلالیہ رضویہ لاہور

صراط مستقیم پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ لاہور 0321-9407699

آئینہ مضامین

8

انتساب

بندہ اس کاوش کو

حافظ الحدیث امام العصر حضرت

پیر سید محمد جلال الدین شاہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ

اور

تاجور کشور تدریس امام العلماء

حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ

کے اسماء گرامی سے منسوب کرتا ہے

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب حالات کی رو میں بہتے ہوئے بازاروں اور چوکوں میں ہر طرف اندھا دھند غائبانہ نماز جنازہ کو رواج دیا جانے لگا تو ادارہ صراط مستقیم پاکستان نے اظہار حق کیلئے ۸ مارچ ۲۰۰۸ء کو حضرت داتا گنج بخش کے دربار شریف کے وسیع عریض ہال میں ایک تاریخی غائبانہ جنازہ سیمینار منعقد کیا جس میں مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب نے احقاق حق کی خاطر دلائل و براھین سے بھرپور مقالہ پیش کیا۔ اس علمی اجتماع اور تحقیقی مقالہ کے دور تک اثرات مرتب ہوئے اس پر جو لوگ غائبانہ جنازہ کو اپنے خود ساختہ مسلک کی کمپین قرار دے چکے تھے ان کی حوصلہ شکنی ہوئی۔

چنانچہ انہوں نے ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب کے دلائل کو رد کرنے کی کوشش کی اور ایک محاذ کھول دیا اور ھفت روزہ غزوہ "مجلہ الدعوہ اور ہفت روزہ اہلحدیث وغیرہ میں ہرزہ سرائی کی گئی غیر مقلدیں اور انکے حاشیہ برداروں کی طرف سے جو کچھ بھی لکھا گیا۔ اس کے لفظ لفظ کا جواب بڑے سنجیدہ طریقہ سے دیا گیا۔

اس سلسلہ میں قبلہ ڈاکٹر کے شاگردان رشید اور نامور مدرسین حضرت مولانا محمد عابد جلالی اور حضرت مولانا محمد اعظم اشرفی نے غیر مقلدین کو دندان شکن جواب دیے۔

قبلہ ڈاکٹر صاحب نے بھی مزید تین مقالہ جات رقم کیے۔

ملک کے طول وعرض سے مفتیان کرام، شیوخ الحدیث، فقہا اور مفکرین نے اس موضوع پر ڈاکٹر صاحب کی تائید میں لکھا۔ اس تمام علمی ذخیرہ کو اب چھ ابواب کی شکل میں پیش کیا جارہا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو حامی و ناصر ہو۔ آمین

محمد سلیم مظہری غفرلہ

افتتاحیہ:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔

اسلام ایک دین فطرت ہے جس میں ہر ایک کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے اور پابندی کا حکم دیا گیا ہے۔ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا بھی بڑی سختی سے حکم دیا گیا ہے۔ جب تک کوئی مسلمان زندہ ہے اسلام اس کے حقوق کی نگہداشت کرتا ہے۔ جب فوت ہو جائے تو اس کے Funeral اور Burial حقوق کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ متوفی کا سب سے بڑا حق زندہ لوگوں پر یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ ادا کریں۔ اور یہ ان پر بالاجماع فرض ہے جب بعض یہ فرض ادا کر دیں تو باقی سے فرض ساقط ہو جاتا ہے۔

شریعت مطہرہ میں فوت شدگان کیلئے دعا کا حکم ہے اور جو فوت شدگان کو دعاؤں میں نہ بھولیں بلکہ ان کیلئے دعائیں کرتے رہیں قرآن مجید میں ان کی شان بیان کی گئی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

"وَالَّذِیْنَ جَاءُوْ مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ"۔ (سورہ الحشر آیت نمبر ۱۰)

"اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخشدے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے رب ہمارے بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم فرمانے والا ہے"۔

فوت شدگان کے لئے دعائیں بڑی ضروری ہیں لیکن صلوٰۃ جنازہ (جو بشکل جماعت رائج ہے) اور دعا میں کچھ فرق ہے۔ نماز جنازہ کیلئے وضو اور کپڑوں کی طہارت

ضروری ہے۔ جس کے بغیر نماز ہو ہی نہیں سکتی۔ جبکہ دعا کیلئے وضو اور لباس کی طہارت کی وہ حیثیت نہیں جو کہ نماز کیلئے ہے۔ نماز کیلئے قبلہ ضروری ہے جبکہ دعا کرنے کیلئے قبلہ کی پابندی نہیں ہے۔ نماز جنازہ کیلئے امام ضروری ہے جبکہ دعا کیلئے امام نہیں۔ چونکہ نماز جنازہ فرض نمازوں میں سے ہے اس لئے اس کا ایک وقت ہوگا جبکہ دعا کسی وقت بھی کی جاسکتی ہے۔ ہر نماز کا وقت ہے جو اس نماز کی فرضیت کا سبب ہوتا ہے مثلاً ظہر کی نماز کا وقت اس کا سبب ہے۔ نماز جنازہ کا سبب محلّہ میں شہر میں کسی مسلمان کا فوت ہو جانا ہے۔ تو اس کے اردگرد والوں پر اسکی نمازِ جنازہ لازم ہو جاتی ہے۔ جنازہ میں تاخیر بھی درست نہیں اور مکروہ وقت میں پڑھنا بھی درست نہیں اس بنیاد پر مکروہ وقت کے علاوہ کسی وقت میں جتنی جلد تیاری ہو سکے اس کی نماز جنازہ ادا کر دی جائے۔ اس فرض نماز کا سبب ہی چونکہ فوت شدہ کا جسم ہے چنانچہ اس کے ہوتے ہوئے یہ نماز ادا کی جائے گی۔ اس بنیاد پر، نماز جنازہ پڑھنے کے لئے حضورِ میت شرط ہے۔

محض دعا میں جیسے دیگر نماز والی پابندیاں نہیں تو حضورِ میت بھی شرط نہیں ہے میت موجود نہ بھی ہو دعا کی جاسکے گی۔ لیکن جنازہ نماز ہے محض دعا نہیں ہے یا تو اسے نماز نہ کہا جائے یا پھر اس کے نماز ہونے کا لحاظ کیا جائے اور میت کے موجود ہونے ہی کی صورت میں ادا کیا جائے۔

نماز جنازہ مسلمان کی میت کیلئے ایک اکرام و اعزاز ہے۔ جیسا کہ غسل، کفن ادب سے اٹھانا اور تدفین ہے۔ جنازہ عبادت الٰہی ہے۔ مگر دعا کی نیت و ارادہ اس میت کیلئے ہے۔ جب وہ جسم موجود ہی نہ ہو جس کیلئے یہ اعزاز ہے تو پھر نماز جنازہ نہیں، صرف دعا باقی رہ جائے گی جس کیلئے نہ صفیں شرط ہیں نہ امام نہ ہی قبلہ رخ ہونا اور نہ حقیقت نماز۔

بظاہر عقل کا تو یہ تقاضا تھا کہ میت سامنے رکھ کر نماز جنازہ ادا ہی نہ کی جائے۔ کہ کہیں غیر اللہ کی عبادت کا وہم نہ پڑے۔ اور مشرکین کی طرف سے اعتراض نہ ہو کہ ہم بت کو پوجتے ہیں تم نے حالت نماز میں انسانی جسم کو سامنے رکھ لیا ہے؟ لیکن نفس مومنہ کی

عزت کیلئے اسلام نے مذکورہ خدشات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نماز جنازہ کیلئے وجود میت کو ضروری سمجھا۔ اور جنازہ کا طریقہ یہ وضع کیا کہ میت سامنے رکھ کر اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے۔ اور اگر جنازہ پڑھے بغیر کسی کو دفن کر دیا گیا ہے تو پھر اسکی قبر تو ہو۔

اگر کوئی یہ کہے کہ میت کے موجود ہوتے وقت تو مجبوری تھی کہ اسے سامنے رکھ کر نماز جنازہ ادا کی گئی اور رخصت پہ عمل کر لیا گیا۔ لیکن میت کے موجود نہ ہونے کی صورت میں تو اچھا ہے کہ نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور غیر اللہ کی عبادت کا خطرہ بھی نہیں ہوگا۔

ہم کہیں گے کہ یہ پھر کیسا اسلامی حکم ہوگا جس میں اصل اور عمومی حالات کے لحاظ سے تو رخصت پہ عمل کیا جاتا ہو اور عارضی اور ہنگامی حالات میں عزیمت پہ عمل کیا جائے۔ جبکہ ایسا نہ شریعت میں روا ہے اور نہ ہی اسکی کوئی مثال موجود ہے۔

چنانچہ غائبانہ جنازہ تو جائز ہی نہیں ہے۔ ادھر اب ایک فرقہ کی طرف سے تو اس کے سنت ہونے کا لوگوں میں تاثر قائم کیا جا رہا ہے۔

حالانکہ خود انہیں کے امام ابن قیم جوزیہ نے کہا ہے۔

"وَلَمْ يَكُنْ مِنْ هَدْيِهٖ وَ سُنَّتِهِ الصَّلٰوةُ عَلٰى كُلِّ مَيِّتٍ غَائِبٍ فَقَدْمَاتَ خَلْقٌ كَثِيرٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَهُمْ غُيَّبٌ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ"۔ (زاد المعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی ھدیہ فی الصلاۃ علی الغائب از ابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، دار الفکر)

"ہر کسی کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا اور نہ ہی آپکی سنت، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کثیر حضرات دور دراز علاقوں میں فوت ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہیں کی"۔

مسلمانوں کو جو بین الاقوامی سطح پر نام نہاد روشن خیالی کا سامنا ہے وہ ایک بہت بڑا المیہ ہے ہی لیکن اس کے اثرات سے اسلام کے اندرونی محاذ پر دینی مسائل میں جو من مانیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا یہ اس سے بھی بڑا المیہ ہے۔ امت کا صدیوں سے جو تعامل آ رہا ہے۔ اس پر ضربیں لگاتے ہوئے آج کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی جا رہی۔ اس کی مثال ملاحظہ ہو۔

احکام حج جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لیکر آج تک امت کے تعامل کا حصہ ہیں ان میں ہمیشہ سے یہ بات شریعت مطہرہ کے لٹریچر میں موجود رہی ہے۔

''اگر کوئی حج کا واجب چھوڑ دے تو اسے دم دینا ہوگا''۔

یہاں تک کہ سعودی حکومت کی طرف تقسیم کردہ لٹریچر میں بھی یہ مسئلہ یوں ہی ذکر کیا گیا۔ ملاحظہ ہو''راہنمائے حج''،''دلیل الحاج، مطویات الجالیات ج ۱۵/ ۹۷، المکتب التعاونی للدعوۃ والارشاد، ریاض۔

لیکن اس سال ۱۴۲۸ھ حج کے موقع پر ہر مکتب میں اور ہر مقام پر جو رسالہ تقسیم کیا گیا اور عربی، اردو، اور دیگر مختلف زبانوں میں اخباری رپورٹ کے مطابق تقریباً ۲۳ لاکھ کی تعداد میں شائع کیا گیا۔ اس کا نام ہے''افعل ولا حرج'' جو ڈاکٹر سلیمان بن فهد عودہ نے لکھا ہے۔ اردو میں اس کا ترجمہ''اعمال حج میں شریعت کی وسعتیں'' کے نام سے شائع کیا گیا۔ اس میں صفحہ نمبر ۳۵ پر ہے۔

''تاہم کسی مرفوع حدیث میں واجب چھوڑنے پر فدیہ یا دم کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا واجبات حج وعمرہ کے چھوٹنے پر دم کا واجب نہ ہونا میرے نزدیک صحیح تر قول ہے۔ واللہ اعلم''۔

اب دیکھئے دو سال پہلے تک جو چیز واجب کے درجہ میں تھی اب اچانک اس کا وجوب اور لزوم کیسے ختم ہو گیا۔ ایسے ہی اب دیکھا دیکھی غائبانہ نماز جنازہ رواج پا رہا ہے۔ عوام تو بے خبر ہیں انہیں کوئی جس ڈگر پر چلائے گا چل پڑیں گے۔

چنانچہ ہم نے یہ ضرورت محسوس کی کہ لوگوں کو مسلک صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف متوجہ کیا جائے۔ اور انہیں امت کے درخشاں تعامل کا پتہ دیا جائے۔ ہمارا مقصد کسی شخصیت سے ذاتی عناد کی بنیاد پر اس کے غائبانہ جنازہ سے روکنا نہیں ہے نہ ہی کسی پڑھانے والے سے کوئی ذاتی عناد ہے۔ اور نہ ہی اس سلسلہ میں کوئی اپنی انا کا مسئلہ ہے۔ صرف حق کو حق سمجھتے ہوئے حق کی خاطر کلمہ حق کہنے کی جسارت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اس تحریر کو مسلمانوں کیلئے مفید بنائے اور مجھ فقیر پر تقصیر کی بخشش فرمائے۔ آمین

مقالات اربعہ

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

باب اوّل

نماز جنازہ کا مختصر پس منظر:

حدیث صحیح میں موجود ہے:

"لَمَّا تُوُفِّیَ آدَمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اُتِیَ وَلَدُہٗ شِیْثُ بِکَفْنٍ وَحَنُوْطٍ مِنَ الْجَنَّةِ، وَنَزَلَتِ الْمَلَائِکَةُ فَغَسَلَتْهُ ثُمَّ کَفَّنَتْهُ بِذٰلِكَ الْکَفْنِ، وَحَنَّطَتْهِ بِذٰلِكَ الْحَنُوطِ، وَکَانَ ذٰلِكَ الْکَفْنُ وِتْرًا مِنْ ثِیَابٍ بِیْضٍ، وَتَقَدَّمَ مَلَكٌ مِنْهُمْ فَجَعَلَهٗ بَیْنَ یَدَیْهِ وَصَفَّتِ الْمَلَائِکَةُ خَلْفَهٗ، وَصَلَّوْا عَلَیْهِ ثُمَّ اَلْحَدُوْهُ فِی الْقَبْرِ، وَنَصَبُوْا عَلَیْهِ اللَّبِنَ، فَلَمَّا فَرَغُوْا، قَالُوا لِابْنِهٖ شِیْثَ هٰکَذَا فَاصْنَعْ بِوَلَدِكَ وَاِخْوَتِكَ فَاِنَّهَا سُنَّتُکُمْ"۔ (الذخیرہ، شہاب الدین احمد بن ادریس قرافی، متوفی ۶۸۴ھ ج ۲ ص ۴۵۷، دار الغرب الاسلامی بیروت)

"جب حضرت آدم علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو آپ کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کے پاس جنت سے کفن اور خوشبو پیش کی گئی۔ فرشتے اترے انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو غسل دیا اور پھر آپ کو وہ کفن پہنا دیا اور وہ خوشبو لگا دی۔ یہ کفن سفید کپڑے کا تھا اور وتر تھا۔ ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ امام بنا اور حضرت آدم علیہ السلام کا جسد اطہر اپنے سامنے رکھ لیا دوسرے فرشتوں نے پیچھے صف بنا لی اور یوں حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ ادا کی پھر انہوں نے آپ کے جسد اطہر کو بغلی قبر میں رکھا پھر کچی اینٹوں سے قبر کو بند کر دیا۔ جب فرشتے فارغ ہو گئے تو انہوں نے آپ کے صاحبزادے حضرت شیث علیہ السلام سے کہا تم نے جو تمہاری اولاد اور بھائیوں میں سے فوت ہو جائے اس کو اسی طریقے سے رخصت کرنا ہے۔ یہی تمہارے لئے سنت ہے"۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

"اِنَّ آدَمَ لَمَّا مَاتَ قَالَ وَلَدُہٗ شِیْثُ لِجِبْرِیْلَ صَلِّ عَلَیْهِ فَقَالَ لَهٗ جِبْرِیْلُ

اَنْتَ مُقَدَّمٌ فَصَلِّ عَلٰی اَبِیْکَ فَصَلّٰی عَلَیْہِ وَکَبَّرَ ثَلَاثِیْنَ تَکْبِیْرَۃً“۔

(تحفۃ الحبیب علی شرح الخطیب از شیخ سلیمان بیجیرمی، دارالفکر، ج ۲ ص ۲۷۵)

”حضرت آدم علیہ السلام کا جب وصال ہوا ان کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام سے کہا میرے والد کا جنازہ پڑھاؤ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ تم اس سلسلہ میں مقدم ہو اپنے والد صاحب کا جنازہ پڑھاؤ۔ پس حضرت شیث علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھائی اور تیس تکبیریں کہیں“۔

امت مسلمہ اور آغاز نماز جنازہ:

امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز جنازہ کا حکم نماز پنجگانہ کی فرضیت کے کافی بعد دیا گیا۔ شیخ سلیمان بیجیرمی کہتے ہیں۔

”شُرِعَتْ بِالْمَدِیْنَۃِ لَا بِمَکَّۃَ فِی السَّنَۃِ الْاُوْلٰی مِنَ الْھِجْرَۃِ“۔

(تحفۃ الحبیب علی شرح الخطیب فصل فی الجنازۃ ج ۲ ص ۲۷۵، دارالفکر)

”نماز جنازہ کا حکم مکہ شریف میں نہیں مدینہ شریف میں یکم ہجری کو دیا گیا“۔

شیخ کہتے ہیں عہد جاہلیت میں قریش کے ہاں ایسا کوئی تصور نہیں تھا۔

امام فاکہانی مالکی نے نماز جنازہ کے بارے میں کہا۔

”ھِیَ مِنْ خَصَائِصِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ“۔

(الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع، شیخ محمد شربینی الخطیب، ج ۲ ص ۲۷۵، دارالفکر۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، ڈاکٹر وہبہ زحیلی ج ۲ ص ۱۵۰۸، دارالفکر)

”نماز جنازہ اس امت کے خصائص میں سے ہے“۔

• مطلقاً نماز جنازہ کو اس امت کی خصوصیت کہنا تو محل نظر ہے۔ کیونکہ شرائع قدیمہ میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ کہا جائے ان شرائط وارکان اور اس کیفیت کیساتھ جنازہ اس امت کی خصوصیت ہے۔

پہلی نماز جنازہ

حضرت براء بن معرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ انصاری تھے بیعت عقبہ اولیٰ کے موقع پہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کا تعلق بنی سلمہ سے تھا۔ اپنی قوم کے نقیب تھے آپ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پھوپھی کے بیٹے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ شریف ہجرت کر کے پہنچنے سے ایک مہینہ پہلے ان کا وصال ہو چکا تھا۔

(سیر اعلام النبلاء از امام شمس الدین ذہبی ج ۳ ص ۱۶۷، دار الفکر)

شیخ سیمان کہتے ہیں۔

"فَذَهَبَ هُوَ وَاَصْحَابُهٗ فَصَلّٰى عَلٰى قَبْرِهٖ وَاِنَّهَا اَوَّلُ صَلَاةٍ صُلِّيَتْ فِي الْمَدِيْنَةِ فِي الْاِسْلَامِ"۔ (تحفۃ الحبیب علی شرح الخطیب ج ۲ ص ۲۷۵، دار الفکر)

"پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ حضرت براء بن معرور کی قبر پر تشریف لے گئے پس آپ نے ان کی قبر پر نماز جنازہ ادا کی یہ پہلی نماز جنازہ تھی جو مدینہ شریف میں اسلام میں ادا کی گئی"۔

ابن سعد نے اپنی سند سے روایت کیا ہے۔

"اَوَّلُ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ الْبَرَاءُ بْنُ مَعْرُوْرٍ"۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۴۷۳)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ شریف تشریف لائے تو سب سے پہلے جن کی نماز جنازہ ادا کی وہ حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ ہیں"۔

وقت وصال انہوں نے وصیت کی کہ میرے کل مال کے تین حصے کیے جائیں ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جائے ایک حصہ فی سبیل اللہ دے دیا جائے۔ اور ایک حصہ میری اولاد کو دیا جائے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۶۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ شریف تشریف لے گئے آپ نے اس

کی وصیت پر مال قبول کرلیا لیکن پھر حضرت براء کے ورثاء کو دے دیا۔

(الاصابہ، ابن حجر متوفی ۸۵۲، ج ۱ص ۲۸۲، دارالجیل)

حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا تعارف:

آپ کا نام اصحمہ بن ابجر ہے۔ عربی میں آپ کا نام عطیہ ہے۔ نجاشی آپ کا لقب ہے جیسا کہ حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا ہے، یہ حبشی زبان کا لفظ ہے نجوس بمعنی بادشاہ کی تعریف ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ پر ایمان لے آئے لیکن دیدار نصیب نہ ہوا۔

امام ذہبی نے کہا ہے کہ آپ ایک لحاظ سے صحابی ہیں اور ایک لحاظ سے تابعی ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۳ص ۲۶۸)

دور ابتلاء میں آپ مسلمانوں کیلئے شیلٹر بنے۔

(الاصابۃ، ابن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ج ۱ص ۲۰۵، دارالفکر بیروت)

انکی طرف صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دو مرتبہ ہجرت کی۔ پہلے اعلان نبوت کے پانچویں سال رجب میں اور بعد میں دوسری ہجرت کی گئی۔

جب کفار مکہ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو واپس کروانے کیلئے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رابطہ کیا تو آپ نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پاس بلایا۔

جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ مریم کی ابتدائی آیات پڑھیں تو حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو اسوقت عیسائی تھے، انکی آنکھوں میں آنسو آ گئے، یہاں تک کہ داڑھی تر ہوگئی۔ اردگرد جو پادری بیٹھے تھے، انکے کھلے مصاحف بھی تر ہو گئے۔

نجاشی کہنے لگے:

"اِنَّ هٰذَا وَالَّذِیْ جَاءَ بِهٖ مُوْسٰی لَیَخْرُجُ مِنْ مِشْكَاةٍ وَاحِدَةٍ فَوَاللّٰهِ لَا اُسَلِّمُهُمْ اِلَیْكُمْ اَبَدًا وَلَا اُكَادُ" ۔ (سیر اعلام النبلاء: جلد ۳ صفحہ ۲۷۱)

بے شک یہ کلام اور وہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کے آئے تھے، ایک ہی محراب سے نکلنے والا (نور) ہے یعنی ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں خدا کی قسم اے قریش مکہ میں ان

(صحابہ) کو تمھارے سپرد نہیں کروں گا اور نہ ہی مجھے کوئی اس سلسلہ میں دھوکا دے سکے گا۔

رسول ﷺ نے ٦ ھجری میں حضرت عمرو بن امیہ الضمری کو آپکی طرف خط دیکر بھیجا جس میں آپ کو دعوت اسلام دی۔ آپ نے دعوت قبول کی اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پہلے ہی ہجرت کر کے آپ کے ہاں پہنچے ہوئے تھے، ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔

(المواھب اللدنیہ، امام احمد بن محمد قسطلانی، ج ٢ ص ١٤١، المکتب الاسلامی بیروت)

طبقات ابن سعد میں ہے رسول اللہ ﷺ جب ٦ ھجری میں حدیبیہ سے واپس آئے تو محرم ٧، ھجری میں حضرت عمرو بن امیہ الضمری کو آپ کی طرف بھیجا۔ جب حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا خط پہنچا۔

"فَاَخَذَ کِتَابَ النَّبِیِّ ﷺ فَوَضَعَہٗ عَلٰی عَیْنَیْہِ وَنَزَلَ عَنْ سَرِیْرِہٖ فَجَلَسَ عَلَی الْاَرْضِ تَوَاضُعًا ثُمَّ اَسْلَمَ"۔

(عمدۃ القاری شرح البخاری، امام بدرالدین عینی ج ٦ ص ٢٦، دارالفکر بیروت)

''حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پکڑا، اسے اپنی آنکھوں پہ رکھا، تواضع کرتے ہوئے اپنے تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گئے''۔

پھر اپنے جواب خط میں حمد صلوٰۃ کے بعد لکھا۔

"اما بعد فَقَدْ بَلَغَنِیْ کِتَابُکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَمَا ذَکَرْتَ مِنْ اَمْرِ عِیْسٰی، فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِنَّ عِیْسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَا یَزِیْدُ عَلٰی مَاذَکَرْتَ ثُفْرُوْقًا اِنَّہٗ کَمَا ذَکَرْتَ وَقَدْ عَرَفْنَا مَا بُعِثْتَ بِہٖ اِلَیْنَا فَاَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَادِقًا مُصَدَّقًا، وَقَدْ بَایَعْتُکَ وَبَایَعْتُ ابْنَ عَمِّکَ وَاَسْلَمْتُ عَلٰی یَدَیْہِ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَقَدْ بَعَثْتُ اِلَیْکَ ابْنِیْ، وَاِنْ شِئْتَ اَتَیْتُکَ بِنَفْسِیْ فَعَلْتُ فَاِنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّ مَا تَقُوْلُہٗ حَقٌّ، وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ"۔ (مواھب اللدنیہ ج ٢ ص ١٤٢، المکتب الاسلامی، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

''حمد و صلوۃ کے بعد یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے آپ کا خط پہنچا ہے

۔زمین وآسمان کے رب کی قسم جو کچھ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے ایک دھاگہ بھی زائد نہیں ہیں وہی ہیں جو کچھ آپ نے ذکر کیا ہے۔ جو کچھ بھی آپ لیکر ہماری طرف مبعوث کئے گئے ہیں ہم نے اسے پہچان لیا ہے پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں جن کی تصدیق کی گئی ہے۔ میں نے آپکے چچا کے بیٹے کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے آپ کی بیعت کی اور میں ان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کیلئے جھک گیا میں آپ کی طرف اپنے بیٹے کو بھیج رہا ہوں اگر آپ چاہیں گے کہ میں خود حاضر ہوں تو میں ایسا بھی کروں گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو فرماتے ہیں وہ حق ہے۔ ''والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' رجب ۹ ہجری میں انکا حبشہ میں وصال ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی مدینہ شریف میں نماز جنازہ پڑھائی۔ (نسیم الریاض از امام شہاب الدین خفاجی ج۴ ص۳۱۴، دارالکتب العلمیہ بیروت) جسکی تفصیل آگے حدیث نجاشی رضی اللہ عنہ میں آرہی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

" لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّهٗ لَا يَزَالُ يُرٰى عَلٰى قَبْرِهٖ نُوْرٌ"۔ (سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب فی النور یری عند قبر الشہید ج ا ص ۳۴۹)

''جب حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا ہمیں یہ بتایا جاتا تھا کہ ہمیشہ ان کی قبر پر نور دیکھا جاتا ہے''۔

حبشہ کا تعارف:

لفظ حبشہ کا (ایتھوپیا) ''Ethiopia'' کے ملک اور وہاں کے باشندوں ہر دو پر اطلاق ہوتا ہے یہ براعظم افریقہ کا مشرقی حصہ ہے۔ یہ قدیمی عیسائی سلطنت تھی۔ یہاں نجاشی حکمرانوں کا زمانہ حکومت پہلی صدی قبل مسیح سے چھٹی صدی ہجری تک تقریباً ۱۲۰۰ سال پر محیط رہا۔ مکہ شریف کے جنوب مغرب میں تقریباً ایک سوکلو میٹر دور بحیرہ قلزم کے ساحل پر ایک بندرگاہ ہے جسے شُعیبہ کہا جاتا ہے۔ یہ جدہ سے بھی

تقریباً اتنے ہی فاصلے پر جنوب میں ہے۔
سن ۵ نبوی میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"اِنَّ بِاَرْضِ الْحَبَشَۃِ مَلِکًا لَا یُظْلَمُ اَحَدٌ عِنْدَہٗ فَالْحَقُوْا بِبِلَادِہٖ حَتّٰی یَجْعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ فَرَجًا وَ مَخْرَجًا مِمَّا اَنْتُمْ فِیْہِ"۔
"حبشہ میں ایک بادشاہ ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا تم اسکی سلطنت میں چلے جاؤ یہاں تک کہ جن سخت حالات میں تم اب ہو اللہ تعالیٰ انہیں تبدیل فرما دے"۔
اسی ساحل سے گیارہ مرد اور ۴ عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور نصف دینار کرایہ دے کر شُعَیبہ سے حبشہ پہنچے۔ اس واقعہ سے تقریباً دس سال پہلے جب سیلاب سے کعبہ شریف کو نقصان پہنچا تو قریش نے اس کی تعمیر نو کیلئے شعیبہ کے ساحل پر ریت میں پھنسے ہوئے جہاز کی لکڑی خرید کر کعبہ کی عمارت میں استعمال کی تھی۔
(السیرۃ النبویہ لابن ہشام متوفی ۲۱۸ھ ج ۱ ص ۲۴۶، دارالفکر، بیروت)
اس کا تذکرہ بخاری شریف میں بھی موجود ہے۔
مسلمان شُعَیبہ سے چل کے بحیرہ قلزم کو طولاً عبور کرتے ہوئے مُصَوّع کے ساحل پر اترے جو Eritrea کی بندرگاہ ہے۔ اس وقت اریٹیریا بھی سلطنت حبشہ کا حصہ تھا۔ انیسویں صدی میں اس پر اٹلی نے قبضہ کیا۔ اس وقت حبشہ کا دارالخلافہ اکسوم تھا "Aksum" یہ مُصَوّع کی بندرگاہ سے تقریباً ۲۲۵ کلومیٹر جنوب میں ایتھوپی صوبے تجرے میں واقع تھا، جہاں اب تک اس کے کھنڈر باقی ہیں۔ اس شہر کو نہایت مقدس سمجھا جاتا تھا، شاہان حبشہ کی تاج پوشی اس شہر میں کی جاتی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہجرت کر کے اس شہر میں پہنچے۔ نقشہ سے تمام صورت کو اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔

باب دوم

حدیث نجاشی:

"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَعَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی اَصْحَابِهِ النَّجَاشِیَّ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَفُّوْا خَلْفَهٗ فَکَبَّرَ اَرْبَعًا"۔

(بخاری کتاب الجنائز، باب الصفوف علی الجنازہ، حدیث نمبر ۱۳۱۸، جلد ا صفحہ ۱۷۶، قدیمی کتب خانہ کراچی۔ مسلم کتاب الجنائز، باب فی التکبیر علی الجنازہ، حدیث نمبر ۹۵۱، جلد ۲ صفحہ ۶۵۶، دارالفکر بیروت۔ نسائی، کتاب الجنائز، باب الصفوف علی الجنازہ حدیث نمبر ۱۹۶۹، جلد ۲ ص ۵۰۹، دارالحدیث القاہرہ۔ سنن ابی داؤد کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی المسلم یموت فی بلاد الشرک، حدیث نمبر ۳۲۰۲، مکتبہ امدادیہ ملتان)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی خبر دی۔ پھر آگے بڑھے صحابہ نے پیچھے صفیں بنالیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیریں کہیں"۔

حدیث حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوابات:

غائبانہ جنازے پر حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دلیل بنانا درست نہیں۔

جواب نمبر ا: ہوسکتا ہے اس حدیث میں صلوۃ سے مراد دعا ہو نماز جنازہ نہ ہو۔ امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے۔

"اَمَّا حَدِیْثُ النَّجَاشِیِّ فَیَحْتَمِلُ اَنَّهٗ دُعَاءٌ، لِاَنَّ الصَّلٰوۃَ تُذْکَرُ وَیُرَادُبِهِ الدُّعَاءُ"۔ (بدائع الصنائع، للامام الکاسانی ج ا ص ۳۱۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

"جہاں تک حدیث نجاشی کا تعلق ہے تو اس میں احتمال ہے کہ صلوۃ سے مراد دعا ہو کیونکہ صلوۃ کا لفظ بول کر دعا مراد لیا جاتا ہے"۔

اس جواب کی تائید اس حدیث سے ہے۔

"عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمًا فَصَلّٰی عَلٰی اَھْلِ اُحُدٍ صَلَاتَہٗ عَلَی الْمَیِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّی فَرَطٌ لَّکُمْ وَاَنَا شَھِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَاِنِّی وَاللّٰہِ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیَ الْآنَ وَاِنِّی اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ وَاِنِّی وَاللّٰہِ لَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا"۔ (بخاری کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ علی الشھید، جلد ا ص ۱۷۹، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، حدیث نمبر ۱۳۴۴۔ مسلم، کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲ ص ۲۵۰، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔ نسائی کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ علی الشھید، ج ۲ ص ۴۹۸، حدیث نمبر ۱۹۵۳، مطبوعہ دارالحدیث القاہرہ)

"حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مدینہ شریف سے باہر تشریف لے گئے، آپ نے شہداء احد کی قبور پر صلوٰۃ پڑھی جیسے میت کی صلوٰۃ پڑھی جاتی ہے پھر منبر کی طرف تشریف لے آئے پھر آپ نے فرمایا میں تمہارا مقدمہ اور پیش خیمہ ہوں میں تم پر گواہ ہوں خدا کی قسم میں اب حوض کی طرف مسلسل دیکھ رہا ہوں۔ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور مجھے خدا کی قسم بعد میں تمہارے مشرک ہونے کا کوئی خطرہ نہیں لیکن مجھے تمہاری خزائن ارض میں رغبت کا خطرہ ہے"۔

اس حدیث شریف سے علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ نے کہا۔

" اَمَّا ھٰذِہِ الصَّلٰوۃُ فَالْمُرَادُ بِھَا الدُّعَاءُ وَلَیْسَ الْمُرَادُ بِھَا صَلَاۃَ الْجَنَازَۃِ الْمَعْھُوْدَۃِ قَالَ النَّوَوِی اَیْ دَعَا لَھُمْ بِدُعَاءِ صَلَاۃِ الْمَیِّتِ"۔

(المواہب اللدنیہ ج ۴ ص ۳۰۳، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

''جس لفظ صلوٰۃ کا اس حدیث میں ذکر ہے اس سے مراد دعا ہے اور نماز جنازہ مراد نہیں ہے۔ امام نووی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کیلئے نماز جنازہ والی دعا مانگی''۔

جواب نمبر۲: بحث نمبر۱:

حدیث حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخاری شریف میں ۱۳ تیرہ مرتبہ آئی ہے، ملاحظہ ہو۔

1۔حدیث نمبر ۱۲۴۵: باب الرجل ینعی الی اھل المیت بنفسہ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَی النَّجَاشِیَ فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ خَرَجَ اِلَی الْمُصَلّٰی فَصَفَّ بِهِمْ وَکَبَّرَ اَرْبَعًا۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی خبر اسی دن دی جس دن ان کا وصال ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ گاہ کی طرف نکلے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صفیں بنائیں اور چار تکبیریں کہیں''۔

2۔حدیث نمبر ۱۳۱۷: باب من صف صفین اوثلاثۃ علی الجنازۃ خلف الامام

"عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلَی النَّجَاشِیَ فَکُنْتُ فِی الصَّفِّ الثَّانِیْ اَوْ الثَّالِثِ۔

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ ادا کی میں دوسری صف میں تھا یا تیسری میں''۔

3۔حدیث نمبر ۱۳۱۸: باب الصفوف علی الجنازۃ

"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَعَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اِلٰی اَصْحَابِہٖ النَّجَاشِیَّ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَفُّوْا خَلْفَہٗ فَکَبَّرَ اَرْبَعًا"۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے وصال کی خبر دی پھر آگے بڑھے آپ کے پیچھے صحابہ نے صفیں بنالیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیریں کہیں"۔

4۔حدیث نمبر ۱۳۲۰:

" عَطَاءَ اَنَّہٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَقُوْلُ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ تُوُفِّیَ الْیَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنَ الْحَبْشِ فَھَلُمَّ فَصَلُّوْا عَلَیْہِ"۔

"حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہوسلم نے فرمایا آج حبش کے ایک نیک آدمی فوت ہو گئے ہیں آؤ ان کی نماز جنازہ پڑھیں"۔

5۔حدیث نمبر ۱۳۲۷: باب الصلاۃ علی الجنائز بالمصلی والمسجد

"عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَ ۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ نَعَی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّجَاشِیَ صَاحِبَ الْحَبْشَۃِ یَوْمَ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ قَالَ: اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِیْکُمْ"۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی خبر دی اسی دن جس دن وہ فوت ہوئے تھے فرمایا اپنے بھائی کیلئے مغفرت طلب کرو"۔

6۔حدیث نمبر ۱۳۲۸

"عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَفَّ بِھِمْ بِالْمُصَلّٰی فَکَبَّرَ عَلَیْہِ اَرْبَعًا"۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازگاہ میں ان کی صفیں بنائیں پس آپ نے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چار تکبیریں کہیں''۔

7۔حدیث نمبر۱۳۳۳: باب التکبیر علی الجنازۃ اربعا

"عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَ فِي الْيَوْمِ الَّذِیْ مَاتَ فِيْهِ وَ خَرَجَ بِهِمْ اِلَى الْمُصَلّٰى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ"۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے دن ہی آپ کے وصال کی خبر دی اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لے کر جنازگاہ کی طرف تشریف لے گئے، ان کی صفیں بنوائیں اور چار تکبیریں کہہ کے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی''۔

8۔حدیث نمبر۱۳۳۴

"عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى اَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ اَرْبَعًا"۔

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اصحمہ نجاشی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں چار تکبیریں کہیں''۔

9۔حدیث نمبر۳۸۷۷: باب موت النجاشی

"عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ مَاتَ النَّجَاشِيُّ مَاتَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ فَقُوْمُوْا عَلٰى اَخِيْكُمْ اَصْحَمَةَ"۔

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج ایک نیک آدمی کا وصال ہو گیا ہے اٹھو

اپنے بھائی حضرت اصحمہ کی نماز جنازہ ادا کرو''۔

10۔حدیث نمبر:۳۸۷۸

''عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ ﷺ صَلّٰی عَلَی النَّجَاشِیِّ فَصَفَفْنَا وَرَاءَہٗ فَکُنْتُ فِی الصَّفِّ الثَّانِیْ اَوِالثَّالِثِ''۔

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ ادا کی۔ ہمیں اپنے پیچھے صفوں میں کھڑا کرلیا میں دوسری یا تیسری صف میں تھا''۔

11۔حدیث نمبر:۳۸۷۹

''عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَااَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی عَلٰی اَصْحَمَۃَالنَّجَاشِیِّ فَکَبَّرَ عَلَیْہِ اَرْبَعًا''۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت اصحمہ نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ ادا کی پس اس میں چار تکبیریں کہیں''۔

12۔حدیث نمبر:۳۸۸۰

''اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَعَی لَھُمُ النَّجَاشِیَ صَاحِبَ الْحَبْشَۃِ فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ وَقَالَ اِسْتَغْفِرُوْالِاَخِیْکُمْ''۔

''جوحبشہ کے بادشاہ تھے رسول اللہ ﷺ نے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ کے وصال کی خبر ان کے وصال کے دن دے دی اور فرمایا اپنے بھائی کیلئے مغفرت طلب کرو''۔

13۔حدیث نمبر ۳۸۸۱

''اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَخْبَرَھُمْ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَفَّ بِھِمْ فِی الْمُصَلّٰی فَصَلّٰی عَلَیْہِ وَکَبَّرَ اَرْبَعًا''۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اپنے تلامذہ کو خبر دی) کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ گاہ میں ان کی صفیں بنوائیں اور حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ ادا کی اور چار تکبیریں کہیں''۔

حدیث حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت شدہ چند مسائل:

اس حدیث شریف کی متعدد روایات سے ویسے تو بہت سے مسائل مستنبط ہوتے ہیں لیکن چند مسائل یہ ہیں۔

1۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف میں ہوتے ہوئے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی خبر دی۔

2۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی خبر اسی دن دی جیسا کہ ''الیوم'' سے پتہ چل رہا ہے۔

3۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر تو مسجد میں دی لیکن جنازہ مسجد میں نہیں پڑھایا بلکہ جنازہ پڑھانے کیلئے مصلی (جنازگاہ) میں تشریف لے گئے۔لہذا مسجد میں جنازہ نہ پڑھا جائے۔

4۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔لہذا جنازہ میں چار تکبیریں کہی جائیں۔

کیا حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ غائبانہ تھا؟

نہیں، تیرہ مقامات پر امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو یہ حدیث ذکر کی ہے۔کہیں حدیث کے متن میں یہ نہیں ''صَلّٰی عَلَیْهِ وَهُوَ غَائِبٌ'' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔

ہاں یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف میں تھے اور حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبشہ میں فوت ہوئے۔

اعتراض: یہیں سے ثابت ہوا کہ جنازہ غائبانہ تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ شریف میں تھے اور نجاشی آپ سے اوجھل حبشہ میں تھے۔

جواب: پہلی بات یہ ہے کہ ابھی جواب نمبر(۱) میں بندہ نے بخاری ومسلم کی حدیث ذکر کی ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ موجود ہیں۔

" وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاَ نْظُرُ اِلٰی حَوْضِیَ الْاٰن"۔

(بخاری جلد ا ص ۱۷۹، مسلم ج ۲ ص ۲۵۰)

"اور بے شک میں خدا کی قسم اپنے حوض کوثر کو اب مسلسل دیکھ رہا ہوں"۔

جو نگاہ سات آسمانوں کے پار حوض کو دیکھ رہی ہے اس کا ایک سمندر پار حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدن کو دیکھنا کیا بعید ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسی حدیث میں جب ذکر ہے کہ آپ نے مدینہ شریف ہوتے ہوئے اللہ کی عطا سے جان لیا ہے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے ہیں تو ان کے جسم کو دیکھ لینے میں کیا مشکل ہے۔

نمبر۲: امام بخاری کا مقصد بخاری شریف میں محض جمع حدیث نہیں تھا جیسا کہ امام عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کہتے ہیں۔

"لَیْسَ مَقْصُوْدُ الْبُخَارِیِّ اَلْاِقْتِصَارَ عَلَی الْاَحَادِیْثِ فَقَطْ بَلْ مُرَادُہٗ اَلْاِسْتِنْبَاطُ مِنْھَا وَالْاِسْتِدْلَالُ لِاَبْوَابٍ اَرَادَھَا"۔

(ھدی الساری مقدمہ فتح الباری ج ا ص ۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)

"یعنی امام بخاری کا مقصد محض احادیث پر اکتفا کرنا نہیں تھا بلکہ آپ کا مقصد احادیث سے ان ابواب کیلئے استنباط واستدلال کرنا تھا جو آپ نے صحیح بخاری میں قائم کئے ہیں"۔

امام بخاری نے جو تراجم یعنی ابواب کے عنوان لکھے ہیں۔ وہ احادیث سے ثابت شدہ مسائل ہیں، چنانچہ محدثین کہتے ہیں۔

"فِقْهُ الْبُخَارِيْ فِيْ تَرَاجُمِهٖ"۔ (ھدی الساری ج۱ص۱۴)

''بخاری کی فقہ اس کے ابواب کے عنوانوں میں ہے''۔

چنانچہ امام بخاری نے مختلف مسائل ثابت کرنے کیلئے ایک حدیث کو بیس مرتبہ بھی ذکر کیا ہے۔

حدیث حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بخاری نے کل تیرہ مرتبہ ذکر کیا، ۸ مرتبہ کتاب الجنائز میں اور پانچ مرتبہ کتاب مناقب الانصار باب موت النجاشی میں ذکر کیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے صرف چھ مسائل ثابت کئے ہیں۔

نمبر 1۔ میت کے رشتہ داروں کو اسکی موت کی خبر دینا جائز ہے۔

نمبر 2۔ نماز جنازہ میں امام کے پیچھے مقتدی دو ہوں یا تین۔

نمبر 3۔ نماز جنازہ کیلئے متعدد صفیں بنانی چاہئیں۔

نمبر 4۔ جنازگاہ اور مسجد میں نماز جنازہ کا حکم۔

نمبر 5۔ نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہنی چاہئیں۔

نمبر 6۔ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا بیان۔

اگر اس حدیث کو غائبانہ نماز جنازہ کی دلیل بنایا جا سکتا ہو تو امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو اتنی عمیق سوچ کے مالک ہیں کم از کم ان کو تو اس حدیث سے یہ مسئلہ نظر آجاتا۔ اور ایک باب یوں بھی قائم کر دیتے۔

"بَابُ الصَّلٰوةُ عَلَى الْمَيِّتِ الْغَائِبِ"۔

''غائبانہ نماز جنازہ کا باب''۔

اور نیچے یہ حدیث لکھ دیتے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے طرز بیان سے اس حدیث کو غائبانہ جنازہ کی دلیل بنانے والوں کا راستہ بند کر دیا ہے۔

بحث نمبر۲:

جنازہ حاضرانہ تھا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھا تو وہ غائبانہ نہیں تھا۔ ملاحظہ ہو۔

1۔ "عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حَصَيْنٍ قَالَ أَنْبَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَخَاكُمَ النَّجَاشِيَّ تُوُفِّيَ فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا عَلَيْهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفُّوْا خَلْفَهٗ وَ كَبَّرَ اَرْبَعًا وَهُمْ لَا يَظُنُّوْنَ اِلَّا اَنَّ جَنَازَتَهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ"۔

(صحیح ابن حبان، علاء الدین علی بن بلبان الفارسی المتوفی ۷۳۹، فصل فی الصلاۃ علی الجنازۃ ذکر البیان بان المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نعی النجاشی فی الیوم الذی توفی فیہ، حدیث نمبر ۳۰۹۸، ج ۴ص ۲۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

"حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی تمہارے بھائی حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتقال کر گئے ہیں کھڑے ہو جاؤ ان کی نماز جنازہ ادا کرو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور صحابہ نے آپ کے پیچھے صفیں بنالیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیریں کہیں صحابہ یہی سمجھ رہے تھے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا جسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہے"۔

2۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی سند سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت کیا ہے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخَاكُمَ النَّجَاشِيَ تُوُفِّيَ فَصَلُّوْا عَلَيْهِ فَصَفَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَمَا نَحْتَسِبُ الْجَنَازَةَ اِلَّا مَوْضُوْعَةً بَيْنَ يَدَيْهِ ۔

(مسند امام احمد بن حنبل ج ۴ص ۴۴۶، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بھائی حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو گئے ہیں ان کی نماز جنازہ ادا کرو۔ حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے کھڑے ہو گئے ہم نے آپ کے پیچھے صف بنالی ہم یہی سمجھتے تھے کہ جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا گیا ہے''۔

۳۔ امام ابن عبدالبر قطبی متوفی ۴۶۳ھ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔

''اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اَخَاكُمَ النَّجَاشِيَ قَدْمَاتَ فَصَلُّوْا عَلَيْهِ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ، فَكَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعًا، وَمَا نَحْسَبُ الْجَنَازَةَ اِلَّا بَيْنَ يَدَيْهِ''۔

(التمہید لما فی الموطا من الاسانید ج۶ ص ۳۳۲، المکتبۃ القدوسیہ لاہور)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھارے بھائی حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو گئے ہیں تم انکی نماز جنازہ پڑھو بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور ہم نے اپ کے پیچھے صفیں بنائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر چار تکبیریں پڑھیں ہم یہی سمجھے تھے کہ جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑا ہے''۔

۴۔ ابوعوانہ نے روایت کیا ہے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کہتے تھے۔

''فَصَلَّيْنَا خَلْفَهٗ وَنَحْنُ لَانَرٰى اِلَّا اَنَّ الْجَنَازَةَ قُدَّامَنَا ۔

(فتح الباری، کتاب الجنائز ج۴ ص ۲۴۳، طبع دارالکتب العلمیہ بیروت)

''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، ہم یہی دیکھ رہے تھے کہ جنازہ ہمارے سامنے ہے''۔

5۔ جنازہ کیلئے حضور میت شرط ہے۔ اسی لئے تو نماز جنازہ کی ادائیگی کیلئے تبوک اور مدینہ شریف کا درمیانی فاصلہ ختم کر دیا گیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔

"اِنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ نَزَلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ مَاتَ مُعَاوِیَۃُ بْنُ مُعَاوِیَۃَ الْمُزَنِیُّ اَفَتُحِبُّ اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْہِ؟ قَالَ نَعَمْ فَضَرَبَ بِجَنَاحِہِ الْاَرْضَ فَلَمْ یَبْقَ شَجَرَۃٌ وَلَا اَکْمَۃٌ اِلَّا تَضَعْضَعَتْ وَ رُفِعَ لَہٗ سَرِیْرُہٗ حَتّٰی نَظَرَ اِلَیْہِ فَصَلّٰی عَلَیْہِ وَخَلْفَہٗ صَفَّانِ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ فِی کُلِّ صَفٍّ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِیْلَ بِمَ نَالَ ہٰذِہٖ الْمَنْزِلَۃَ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ؟ قَالَ بِحُبِّہٖ قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ وَقِرَاْتِہٖ اِیَّاھَا جَائِیًا وَذَاھِبًا وَقَائِمًا وَقَاعِدًا"۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ، ملاعلی القاری ج ۴ ص ۴۶، مکتبہ امدادیہ ملتان)

''حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے پاس (تبوک میں) حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم حضرت معاویہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو گئے ہیں کیا آپ انکی نماز جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں حضرت جبریل علیہ السلام نے زمین پر اپنا پر مارا تو ہر درخت اور ٹیلہ پست ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چارپائی بلند کر دی گئی یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھتے ہوئے ان کی نماز جنازہ ادا کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا حضرت معاویہ بن معاویہ کو اللہ تعالیٰ سے یہ مقام کیسے ملا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے جواب دیا ان کے قل ھو اللہ احد سورت کے ساتھ پیار کی وجہ سے اور آتے جاتے اٹھتے بیٹھتے اسکی تلاوت کرنے کے لحاظ سے''۔

اگر جنازہ غائبانہ بھی جائز ہوتا تو جبریل علیہ السلام زمین پر پر مار کے یہ اہتمام نہ کرتے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

"كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَبُوْكَ فَنَزَلَ عَلَيْهِ جِبْرِئِيْلُ"۔ (نصب الرایہ، ج ۲ ص ۲۸۵، طبع دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک میں تھے آپکے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے"۔

آگے حضرت ابو معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال والی تمام حدیث بیان کی۔

6۔ واقدی نے کتاب المغازی میں اپنی سند سے روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر فرماتے ہیں۔

" لما التقی الناسُ بِمُوْتَۃَ، جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَكَشَفَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الشَّامِ، فَهُوَ يَنْظُرُ اِلٰى مَعْرِكَتِهِمْ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، فَمَضٰى حَتّٰى اُسْتُشْهِدَ. وَصَلّٰى عَلَيْهِ، وَدَعَا لَهٗ، وَقَالَ: اِسْتَغْفِرُوْا لَهٗ، وَقَدْ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَهُوَ يَسْعٰى، ثُمَّ اَخَذَ الرَّايَةَ جَعْفَرُ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ، فَمَضٰى، حَتّٰى اُسْتُشْهِدَ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَدَعَا لَهٗ، وَقَالَ: اِسْتَغْفِرُوْا لَهٗ وَقَدْ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَهُوَ يَطِيْرُ فِيْهَا بِجَنَاحَيْنِ حَيْثُ شَـــاءَ۔ (نصب الرایہ لاحادیث الھدایہ، جمال الدین الزیلعی، ج ۲ ص ۲۸۴، طبع دار نشر الکتب الاسلامیہ)

" جب موتہ میں جنگ ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے آپکے اور شام کے مابین حجابات اٹھا دیئے گئے۔ آپ انکے معرکہ کو دیکھ رہے تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ نے جھنڈا پکڑا آپ لڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صلوۃ و دعا سے مشرف فرمایا اور فرمایا اپنے بھائی کیلئے مغفرت مانگو وہ دوڑتے ہوئے جنت میں داخل ہو گئے ہیں پھر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا پکڑا آپ

لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صلوٰۃ و دعا سے مشرف فرمایا اور فرمایا اپنے بھائی کیلئے مغفرت طلب کرو وہ جنت میں داخل ہو گئے ہیں وہ اس میں اپنے پروں سے جہاں چاہتے ہیں اڑ رہے ہیں"۔

لہذا حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا جنازہ حاضرانہ ہونے کے بارے میں محدثین کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

چنانچہ امام قرطبی کہتے ہیں۔

"اِذَا رَاٰهُ فَمَا صَلَّی عَلٰی غَائِبٍ وَاِنَّمَا صَلَّی عَلٰی مَرْئِیٍّ حَاضِرٍ وَالْغَائِبُ مَا لَا یُرٰی"۔ (الجامع لاحکام القرآن، الامام قرطبی ج ۱، ج ۲ ص ۷۹، دار الفکر بیروت)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم کو دیکھا ہے آپ نے غائب پر نماز نہیں پڑھی بلکہ آپ نے مرئی (جو نظر آ رہا ہو) اور حاضر پر نماز جنازہ پڑھی ہے غائب تو وہ ہوتا ہے جو دکھائی نہ دے"۔

امام قرطبی کہتے ہیں۔

"اِنَّ الْاَرْضَ دُحِیَتْ لَهٗ جَنُوْبًا وَشِمَالًا حَتّٰی رَاٰی نَعْشَ النَّجَاشِیِّ کَمَا دُحِیَتْ لَهٗ شِمَالًا وَجَنُوْبًا حَتّٰی رَاٰی الْمَسْجِدَ الْاَقْصٰی"۔ (قرطبی جلد ۱ جز ۲ ص ۷۸)

"بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے زمین کو جنوباً شمالاً لپیٹ دیا گیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیا جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے زمین کو شمالاً جنوباً لپیٹ دیا گیا یہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ شریف میں بیٹھے مسجد اقصیٰ کو دیکھ لیا"۔

اعتراض: اگر تمہارے نزدیک جنازہ کے لئے حضوریت شرط ہے تو پھر مذکورہ دلائل کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تو حضور ثابت ہوا مگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیلئے تو میت کا حاضر ہونا ثابت نہ ہوا۔

جواب: حضور میت امام کیلئے ضروری ہے اور وہ یہاں پایا گیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے میت کے ظاہر ہو جانے والے قول کا ذکر کرتے ہوئے امام ابن حجر عسقلانی ذکر کرتے ہیں۔

"فَتَكُوْنُ صَلَاتُهُ عَلَيْهِ كَصَلَاةِ الْإِمَامِ عَلٰى مَيِّتٍ رَاٰهُ وَلَمْ يَرَهُ الْمَامُوْمُ وَلَا خِلَافَ فِيْ جَوَازِهَا" ۔(فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الصفوف علی الجنازۃ ج۴ص۲۴۲، دارالکتب العلمیہ بیروت۔ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، ج۹ص۸، دار احیاء التراث العربی بیروت۔ المواہب اللدینہ، النوع الثانی، النوع الرابع، ج۴ص۳۷، الکتب الاسلامی بیروت)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ادا کرنا یوں ہی ہے جیسے امام میت کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور مقتدی نہیں دیکھ رہے ہوتے اور امام دیکھ رہا ہو مگر مقتدی نہ دیکھ رہے ہوں، تو ایسی نماز جنازہ کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مقتدی تو متعدد صفوں میں ہو سکتے ہیں ہر ایک کا دیکھنا ممکن ہی نہیں۔

جواب نمبر۳:

غائبانہ (جو اوروں کے لحاظ سے غائب تھا) جنازہ پڑھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ خاص تھا اور کسی کیلئے جائز نہیں ہے۔

دلیل خصوص نمبر۱:

آپ کی نگاہ اور آپ کے مرتبہ و مقام کے پیش نظر آپ اور حضرت نجاشی رضی اللہ تعالی عنہ کے جسم کے درمیان کوئی حجاب نہیں تھا۔ آپ کو دکھا دیا گیا اور آپ نے دیکھ لیا اور کسی کی ایسی آنکھ نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔

"كُشِفَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سَرِيْرِ النَّجَاشِيِّ حَتّٰى

وَصَلّٰی عَلَیْہِ“۔(عمدۃ القاری شرح البخاری ج۶ص۱۶۴،طبع دارالفکر بیروت)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی چارپائی سے پردہ ہٹادیا گیا یہاں تک کہ آپ انکو دیکھتے ہوئے انکی نماز جنازہ پڑھا رہے تھے“۔

قاضی عیاض کہتے ہیں:

”رُفِعَ النَّجَاشِیُّ لَہٗ حَتّٰی صَلّٰی عَلَیْہِ وَ بَیْتُ الْمُقَدَّسِ حِیْنَ وَصَفَہٗ لِقُرَیْشٍ وَالْکَعْبَۃُ حِیْنَ بَنٰی مَسْجِدَہٗ۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی ﷺ ص۴۴۳عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

رسول اللہ ﷺ کیلئے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھا کر سامنے کر دیا گیا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ ادا کی۔آپ کے لئے بیت المقدس کو بھی اٹھا کر سامنے کر دیا گیا تھا جب آپ ﷺ نے قریش کو اس کی صفات بیان کیں اور جب رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی شریف کی بنیاد رکھی تھی تو کعبہ شریف کو اٹھا کے سامنے کر دیا گیا تھا۔

امام ابن بطال کہتے ہیں۔جیسے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ پڑھا گیا یہ کئی وجوہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ خاص ہے۔ملاحظہ ہو۔

”قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ اِنَّ رُوْحَ النَّجَاشِیِ اُحْضِرَ بَیْنَ یَدَیِ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَصَلّٰی عَلَیْہِ وَرُفِعَتْ لَہٗ جَنَازَتُہٗ کَمَا کُشِفَ لَہٗ عَنْ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ حِیْنَ سَاَلَتْہُ قُرَیْشٌ عَنْ صِفَتِہٖ وَعَلِمَ یَوْمَ مَوْتِہٖ وَنَعَاہُ لِاَصْحَابِہٖ وَخَرَجَ فَاَمَّھُمْ فِی الصَّلَاۃِ عَلَیْہِ قَبْلَ اَنْ یُّوَارٰی وَھٰذِہٖ اَدِلَّۃُ الْخُصُوْصِ۔یَدُلُّ عَلٰی ذٰلِکَ اَیْضًا اِطْبَاقُ الْاُمَّۃِ عَلٰی تَرْکِ الْعَمَلِ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ“۔(شرح صحیح البخاری لابن بطال ج۳ص۲۴۳)

”بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کر دی گئی چنانچہ آپ ﷺ نے انکی نماز جنازہ ادا فرمائی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ بلند کیا گیا جیسے

(معراج کی رات سے واپسی پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیت المقدس ظاہر کر دیا گیا جب قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھی تھیں"۔ آپ نے ان کے بارے میں انکے وصال کے دن ہی جان لیا اور اپنے صحابہ کو ان کے وصال کی خبر دی اور باہر تشریف لائے اور صحابہ کی نماز جنازہ میں امامت کی یہ نماز حضرت نجاشی کی تدفین سے پہلے پڑھی گئی۔ یہ خصوص کی دلیلیں ہیں اور پوری امت کا اس حدیث پر عمل کو ترک کرنا بھی دلیل ہے کہ یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا۔

دلیل خصوص نمبر۲

امتی کیلئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے اس پر اور لوگوں کی دعا کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دعا اس لحاظ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اس امتی کے ولی ہیں ایسا اور کوئی ولی نہیں ہے۔ عام لوگوں کے مقابلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ لازم ہے تائید کے لحاظ سے بھی کسی کی دعا آپ کی دعا کے ہم پلہ نہیں۔ مدینہ شریف میں فوت ہو جانے والوں کے لحاظ سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے عام لوگوں کے مقابلے میں نماز زیادہ اہم تھی تو دور والے بھی عام لوگوں کی دعاؤں کے مقابلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے زیادہ محتاج تھے ابن بطال نے موجود صحابہ کی نماز جنازہ کے لحاظ سے کہا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یوں فرض تھی کہ کسی اور کے ادا کرنے سے بھی ساقط نہیں ہوتی۔ چنانچہ اوروں کے لحاظ سے فرض کفایہ تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ سے فرض عین تھی۔

(شرح صحیح البخاری ابن بطال ۳ ج ۳۱۸ ص مکتبہ الرشید یہ ریاض)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

"وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ" (سورۃ توبہ آیت ۱۰۳)

"اور انکے حق میں دعا خیر کرو بیشک تمھاری دعا انکے دلوں کا چین ہے"

آپ کی طرف سے نماز جنازہ پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں اور آپ کی دعا کی جو تاثیر

ہے وہ کسی اور کی نہیں ہے چنانچہ کسی اور کی طرف سے نماز جنازہ کو آپ کی طرف سے نماز جنازہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ملاحظہ ہو۔

"عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ اِمْرَاَۃً سَوْدَاءَ کَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ اَوْشَابًا فَفَقَدَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ عَنْھَا اَوْ عَنْہُ فَقَالُوْا مَاتَ قَالَ اَفَلَا کُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِیْ قَالَ فَکَاَنَّھُمْ صَغَّرُوْا اَمْرَھَا اَوْ اَمْرَہٗ فَقَالَ دُلُّوْنِیْ عَلٰی قَبْرِہٖ فَدَلُّوْہُ فَصَلّٰی عَلَیْھَا ثُمَّ قَالَ اِنَّ ھٰذِہِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَۃٌ ظُلْمَۃً عَلٰی اَھْلِھَا وَاِنَّ اللّٰہَ یُنَوِّرُھَا لَھُمْ بِصَلَاتِیْ عَلَیْھِمْ"۔

(مسلم ج ا ص ۳۰۹، ۳۱۰، قدیمی کتب خانہ)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ایک سیاہ رنگ والی عورت مسجد میں جھاڑو دیتی تھی یا یہ قصہ ایک نوجوان کا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اس عورت یا اس نوجوان کو مفقود پایا تو اسکے بارے میں پوچھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بتایا وہ عورت مرگئی ہے یا وہ مرد مرگیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں لگتا ہے صحابہ نے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتایا کہ اس عام سے مرد یا عورت کیلئے رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں تکلیف دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس کی قبر پر لے چلو صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی قبر پر لے گئے پس آپ نے اسکی نماز جنازہ ادا کی پھر فرمایا یہ قبور اپنے مکینوں پر اندھیرے سے بھر جاتی ہیں میرے ان لوگوں کی نماز جنازہ پڑھنے پر اللہ تعالیٰ انہیں مکینوں کیلئے منور فرمادیتا ہے"۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

"وَلَا یَنْبَغِیْ اَنْ یُّصَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ قَدْ صُلِّیَ عَلَیْھَا لَیْسَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ھٰذَا کَغَیْرِہٖ اَلَا یُرٰی اَنَّہٗ صَلّٰی عَلَی النَّجَاشِیْ بِالْمَدِیْنَۃِ وَقَدْ مَاتَ

بِالْحَبْشَةِ فَصَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَرَکَةٌ وَطُھُوْرٌ فَلَیْسَتْ کَغَیْرِھَا مِنَ الصَّلَوَاتِ"۔ (موطا امام محمد باب الصلوۃ علی المیت بعد مایدفن ص ۱۷۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

"جس کی نماز جنازہ ادا کی جا چکی اس کی نماز جنازہ دوبارہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ دوسروں جیسا نہیں ہے کیا یہ نہیں دیکھا جاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف میں حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھادی حالانکہ وہ حبشہ میں فوت ہوئے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نماز جنازہ کی ادائیگی میں جو برکت اور طہور ہے۔ یہ اور کسی کے نماز جنازہ پڑھنے میں نہیں"۔

محدثین کی ایک جماعت نے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے کو (یوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف میں ہوتے ہوئے حاضر میت کا جنازہ پڑھا رہے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت قرار دیا ہے۔ انہیں سے چند ایک کے اسماء یہ ہیں۔

۱۔ امام بدرالدین محمود بن احمد العینی، عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۶ ص ۲۳، طبع دارالفکر بیروت۔

۲۔ امام ابی الحسن علی بن خلف بن عبدالملک المشہور ابن بطال، شرح صحیح البخاری لابن بطال، ج ۳ ص ۲۴۳، مکتبۃ الرشید الریاض۔

۳۔ امام الحافظ ابی الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی متوفی ۵۴۴ھ، اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۴۱۵، دارالوفاء۔

۴۔ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، الجزء الثانی ص ۸۷، المکتبۃ التجاریۃ۔

۵۔ امام جمال الدین عبداللہ بن یوسف الزیلعی، نصب الرایہ لتخریج احادیث الھدایہ الجزء الثانی ص ۲۸۳، دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور۔

۶۔ امام شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی المصری المتوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض فی

شرح شفاء القاضی عیاض ج ۲ ص ۵۳، دار الکتب العلمیۃ۔

۷۔ الامام الحافظ یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبد البر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ،

التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید، ج ۳ ص ۱۳۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

۸۔ امام محمد الزرقانی المتوفی ۱۱۴۴ھ، شرح العلامۃ الزرقانی، ج ۱ ص ۱۹۵، دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

۹۔ امام علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴

ص ۴۵، طبع مکتبہ امدادیہ ملتان۔

۱۰۔ امام قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ج ۱ ص ۴۳، عبدالتواب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان۔

انکے علاوہ تمام حنفی اور مالکی فقہاء اور بعض حنبلی اور شافعی فقہاء نے اس خصوصیت کو بیان کیا ہے۔

جواب نمبر ۴

حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیت

نمبر ۱: اظہار اسلام

امام ابن بطال کہتے ہیں۔

"اِنَّمَا نَعَی عَلَیْہِ السَّلَامُ النَّجَاشِیَّ لِلنَّاسِ وَ خَصَّہٗ بِالصَّلٰوۃِ عَلَیْہِ وَھُوَ غَائِبٌ لِاَنَّہٗ کَانَ عِنْدَ النَّاسِ عَلٰی غَیْرِ الْاِسْلَامِ فَاَرَادَ اَنْ یُعْلِمَ النَّاسَ کُلَّھُمْ بِاِسْلَامِہٖ فیدعُولہ فِی جُمْلَۃُ الْمُسْلِمِیْنَ لِیَنَالَہٗ بِرکۃُ دعوتِھم ویرفعَ عنہ اللَّعنَ المُتَوَجِّہَ اِلٰی قَوْمِہٖ۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۳ ص ۲۴۳، مکتبۃ الرشید الریاض)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی اسی لئے خبر دی اور انکی نماز جنازہ پڑھائی حالانکہ وہ حبشہ میں تھے کیونکہ لوگ ان کو غیر مسلم سمجھتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو ان کے اسلام پر مطلع کرنے کیلئے ایسا فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان (نجاشی) کیلئے تمام مسلمانوں میں دعا فرمائیں تاکہ ان (نجاشی) کو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی برکت پہنچے اور ان (نجاشی) سے اس لعنت کو دور رکھا جاسکے جو ان کی قوم کی طرف متوجہ کی گئی ہے"۔

ابن بطال مزید کہتے ہیں۔

"والدلیلُ علی ذٰلِکَ اَنَّہٗ لَمْ یُصَلِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَلٰی اَحَدٍ من المسلمین و مُتَقَدِّمِی المھاجرینَ والانصارِ الَّذِیْنَ مَاتُوْا فی اقطار البُلدانہ وعلی ھذا جری عَمَلُ المسلمین بَعْدَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، ولم یُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مَاتَ غَائِبًا؟ لان الصَّلٰوۃَ عَلَی الْجَنَائِزِ مِنْ فُرُوضِ الکِفَایَۃ یَقُوْمُ بِھَا مَنْ صَلّٰی عَلَی الْمَیِّتِ فِی الْبَلَدِ الَّتِی یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَمْ یَحْضُرِ النَّجَاشِیَّ مُسْلِمٌ یُصَلِّی عَلٰی جنازتِہٖ فذٰلِکَ خصوصٌ لِلنَّجَاشِی، بدلیل اِطباقِ الأمۃِ عَلٰی ترکِ

الْعَمَلِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ"۔(شرح صحیح البخاری لابن بطال، ج۳ص۲۴۳)

''یہ جنازہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیت تھی اس پر دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے مہاجرین و انصار اور دیگر مسلمانوں میں جو مختلف شہروں میں مسلمان فوت ہوتے رہے ان میں سے کسی کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ کیونکہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور یہ فرض کفایہ اس شہر کے مسلمانوں کیلئے ہے جہاں کوئی مسلمان فوت ہوا، اور نجاشی جہاں فوت ہوئے تھے وہاں کوئی مسلمان انکی نماز جنازہ ادا کرنے والا نہیں تھا پس یہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیت ہے۔ دلیل خصوصیت امت کا بالاتفاق اس حدیث پر عمل کو ترک کرنا ہے''۔

اعتراض: اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام لے آنا تو معروف ومشہور تھا لہذا جنازہ سے انکے اسلام کے اظہار کی کیا ضرورت ہے۔

جواب: اگرچہ کچھ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کو جانتے تھے لیکن بہت سے ایسے بھی تھے جو نہیں جانتے تھے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نسائی، بزاز وغیرہ کے حوالے سے لکھا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

"لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِيُّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "صَلُّوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ نُصَلِّي عَلٰى عَبْدٍ حَبَشِيٍّ' فَاَنْزَلَ اللّٰهُ 'وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ، اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ"۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور، سورہ ال عمران آیت نمبر۱۹۹، ج۲ص۴۱۵، دار الفکر بیروت)

''جب حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان پر صلوٰۃ پڑھو بعض صحابہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حبشی

بندے پر صلوٰۃ پڑھیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی''۔

تفسیر ابن جریر میں کچھ منافقین نے اعتراض کیا۔

"عَنْ اِبْنِ جُرَیْجٍ قَالَ لَمَّا صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی النَّجَاشِیِّ، طَعَنَ فِیْ ذٰلِکَ الْمُنَافِقُوْنَ، فَنَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ: (وَاِنَّ مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ)"۔ (جامع البیان عن تاویل آی القرآن، امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰، ج ۳، ۲، ص ۲۹۰، دار الفکر بیروت)

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی تو اس پر منافقین نے طعن کیا (یعنی کافر کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی) تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ ''کہ اہل کتاب میں سے بعض ایمان لے آئے ہیں''۔

نمبر ۲: کسی جنازہ پڑھنے والے کا میسر نہ ہونا

۱۔ امام بدرالدین عینی کہتے ہیں۔

"اِنَّہٗ من باب الضرورۃ لِاَنَّہٗ مَاتَ بِاَرْضٍ لم تَقُمْ فِیْھَا عَلَیْہِ فَرِیْضَۃُ الصَّلٰوۃِ فَتَعَیَّنَ فرضُ الصلوۃ علیہ لعدم من یُصَلِّی ثَمَّہٗ"۔ (عمدۃ القاری شرح البخاری، امام بدرالدین عینی، ج ۶ ص ۳۰، دار الفکر بیروت۔ مواہب اللدینہ ج ۴ ص ۳۰۷، المکتب الاسلامی بیروت)

''حضرت نجاشی کا جنازہ مجبوری کے پیش نظر پڑھا کیونکہ ایسی زمین میں فوت ہوئے جہاں ان کی نماز جنازہ منعقد نہ ہوئی لہذا اس جگہ کسی جنازہ پڑھنے والے کے نہ ہونے کی وجہ سے انکی نماز جنازہ کا فریضہ ادا کیا گیا''۔

۲۔ امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کا ترجمۃ الباب ہی یہی قائم کیا ہے۔

"بَابُ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْمُسْلِمِ یَمُوْتُ فِیْ بِلَادِ الشِّرْکِ"۔

(سنن ابی داوٗد، کتاب الجنائز، ج ۲ ص ۱۰۱، حدیث نمبر ۳۲۰۲، مکتبہ امدادیہ ملتان)

''اس مسلمان کی نماز جنازہ جو مشرک ملک میں فوت ہو جائے''۔

۳۔ امام ذہبی حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یوں جنازے کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"سببُ ذٰلِكَ انَّهٗ مَاتَ بَيْنَ قَوْمِ نَصَارٰى وَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ مَنْ يُّصَلِّي عَلَيْهِ لِاَنَّ الصَّحَابَةَ الذين كَانُوْا مُهَاجِرِيْنَ عِنْدَهٗ خَرَجُوْا عِنْدَهٗ مُهَاجِرِيْنَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ عَامَ خَيْبَرَ۔ (سیر اعلام النبلاء، امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۷۴۸ھ، ج ۳ ص ۲۶۸، دار الفکر بیروت)

"سبب اس جنازہ کا یہ تھا کہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال قوم نصاریٰ میں ہوا تھا اور وہاں کوئی ایسا نہیں تھا جو آپ کی نماز جنازہ ادا کرے کیونکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو ہجرت کر کے وہاں گئے تھے وہ فتح خیبر کے سال ہجرت کر کے مدینہ شریف چلے گئے"۔

۴۔ ابن تیمیہ کا موقف ہے۔

لِاَنَّهٗ مَاتَ بَيْنَ الْكُفَّارِ وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ

(زاد المعاد، ابن قیم جوزیہ، ج ۱ ص ۴۱۵، دار الفکر)

"کیونکہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار کے درمیان فوت ہو گئے اور ان کی نماز جنازہ ادا نہیں کی گئی تھی"۔

۵۔ امام خطابی کہتے ہیں۔

لَيْسَ فِيْهِ مُسْتَدَلٌّ لِاَنَّ النَّجَاشِيَّ كَانَ مُسْلِمًا بَيْنَ ظَهْرَانَيْ قَوْمِ كُفَّارٍ فَقَضَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم حَقَّهٗ فِي الصَّلَاةِ عَلَيْهِ۔ فَاَمَّا الْمَيِّتُ الْمُسْلِمُ فِي الْبَلَدِ الْاٰخِرِ فَلَيْسَتْ كَهٰؤُلَاءِ لِاَنَّهٗ قَضَى حَقَّهٗ فِي الصَّلٰوةِ عَلَيْهِ غَيْرُهٗ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فِي بَلَدِهٖ"۔ (شرح السنۃ، امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی ج ۳ ص ۴۹۱ دار الفکر)

"حدیث نجاشی میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ کفار قوم کے درمیان وہ اکیلے ہی مسلمان تھے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ ادا کر کے

ان کا حق پورا کیا۔ لیکن وہ سب جو دوسرے مسلمان ملک میں ہوں ان کو حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کا حق وہاں کے مسلمانوں نے اس کا جنازہ پڑھ کے ادا کر دیا"۔

اعتراض: اس کا کسی حدیث میں ذکر نہیں ہے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ حبشہ میں ادا نہیں کیا گیا۔

جواب: اگر حدیث میں جنازہ پڑھنے کا ذکر نہیں ہے تو نہ پڑھنے کا بھی ذکر نہیں ہے۔ لیکن یہ بات تو ابن تیمیہ نے بھی تسلیم کی ہے۔

لانہ مَاتَ بَیْنَ الْکُفَّارِ وَلَمْ یُصَلَّ عَلَیْہِ

(زاد المعاد لھدی خیر العباد، ابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱، ج ا ص ۴۱۵، دار الفکر)

"کیونکہ وہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار کے درمیان فوت ہوئے تھے اور وہاں ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی"۔

اعتراض: ظاہر ہے وہ حبشہ کے بادشاہ تھے تو کچھ نہ کچھ لوگوں نے تو کلمہ پڑھ لیا ہوگا۔ تو پھر ان مسلمانوں نے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ بھی پڑھا ہوگا۔

جواب: پہلے آئمہ کے اقوال پیش کئے جا چکے ہیں کہ وہاں کوئی مسلمان نہیں تھا۔ اگر مان لیا جائے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے وقت کچھ مسلمان ہو چکے تھے تو انکے پاس جنازہ کے احکام نہیں پہنچے تھے۔

امام قرطبی نے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ کے تحت امام ابن عربی کا یہ قول ذکر کیا ہے۔

وَالَّذِیْ عِنْدِیْ فِیْ صَلَاۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی النَّجَاشِیِّ اَنَّہٗ عَلِمَ اَنَّ النَّجَاشِیَّ وَمَنْ آمَنَ مَعَہٗ لَیْسَ عِنْدَھُمْ مِنْ سُنَّۃِ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْمَیِّتِ اَثَرٌ، فَعَلِمَ اَنَّھُمْ سَیَدْفُنُوْنَہٗ بِغَیْرِ صَلَاۃٍ فَبَادَرَ اِلَی الصَّلٰوۃِ عَلَیْہِ۔

(الجامع لاحکام القرآن قرطبی، ج ا، ۲ ص ۷۹، دار الفکر بیروت)

"میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی جنازہ پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ نجاشی اور انکے پاس ایمان لے آنے والوں کے پاس نماز جنازہ کے طریقے کے بارے میں کوئی اسلامی تعلیمات نہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا کہ وہ تھوڑی دیر بعد حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بغیر جنازہ ہی دفن کر دیں گے اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ ادا کی اور اس میں جلدی کی''۔

نمبر ۳: بادشاہوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا

امام قرطبی کہتے ہیں۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَرَادَ بِالصَّلٰوۃِ عَلَی النَّجَاشِی اِدْخَالَ الرَّحْمَۃِ عَلَیْہِ وَاسْتِئْلَافَ بَقِیَّۃِ الْمُلُوْکِ بَعْدَ اِذَا رَاَوُا الاِھْتِمَامَ بِہٖ حَیًّا وَ مَیِّتًا۔

(الجامع لاحکام القرآن، قرطبی، ج۱۲، ص۷۹، دارالفکر بیروت)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ ادا کرنے سے اس بات کا ارادہ کیا کہ ان کیلئے رحمت کا اہتمام کیا جائے اور انکے باقی بادشاہوں کی تالیف قلبی ہو جائے جب حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام لانے کی وجہ سے زندگی اور موت میں مقام دیکھیں''۔

اعتراض: حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیت کیوں ہے جبکہ ان سے بڑی شان والے اور اسلام کیلئے بڑی خدمات سرانجام دینے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یوں نماز جنازہ ادا کیوں نہیں کی گئی۔ کہ وہ دور فوت ہو جائیں اور مدینہ شریف میں انکی نماز جنازہ ادا کی جاتی۔

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عالی سے کبھی کبھی مفضول کو افضل کے ہوتے ہوئے کسی جزوی فضیلت سے نوازدیا جاتا تھا۔ جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو افضل الخلق بعد الرسل علیہم السلام ہیں ان کی شہادت سنگل اور حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈبل تھی۔

بابِ سوم:
بحث اوّل
غائبانہ نماز جنازہ ناجائز کیوں؟

اس بارے میں وجود میت کے لحاظ سے افتتاحیہ میں کچھ گفتگو ہو چکی ہے۔ یہاں مزید دو دلیلوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

نمبر ۱: عموماً اس تکرار جنازہ کا عمل لازم آتا ہے جو ناجائز بھی ہے اور بالغ نظر سے دیکھا جائے تو ناقابل عمل بھی ہے۔ جبکہ

نمبر ۲: غائبانہ جنازہ جائز نہ ہونے میں ایک ہی بات ہے۔ اور جواز کے قائلین میں اختلاف ہے۔ جس سے جواز کے قائلین خود ایک دوسرے کو غلط قرار دے رہے ہیں۔

نمبر ۱: تکرار نماز جنازہ

غائبانہ نماز جنازہ اس لئے بھی ناجائز ہے کہ اس میں غالباً تکرار نماز جنازہ یعنی ایک ہی بندے کی نماز جنازہ کا دوسری مرتبہ یا تیسری مرتبہ پڑھنا لازم آتا ہے۔

اس مسئلہ میں بھی غفلت کی جا رہی ہے کہ ایک ہی میت کا دوبارہ جنازہ پڑھنا حاضرانہ یا قبر پر بھی ناجائز ہے کچھ لوگ بیرون ملک فوت ہو جاتے ہیں ان کی نماز جنازہ وہاں بھی پڑھ لی جاتی ہے اور پھر یہاں بھی، یہ درست نہیں ہے اگر پہلی نماز جنازہ ولی کے بغیر پڑھی گئی تو پھر دوسری جائز ہے ولی کیلئے۔ کیونکہ یہ نماز فرض ہے۔ اور وہ بعض کے ادا کرنے سے ساقط ہو گیا۔ نفلی نماز جنازہ جائز ہی نہیں ہے۔ یہاں ولی پر زیادہ حق ہے۔ وہ دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔

امام ابن بطال نے شرح بخاری میں تفصیلاً لکھا ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ حَنِيفَةَ: لَا يُصَلّٰى عَلٰى (قبر) مَرَّتَيْنِ اِلَّا اَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهَا غَيْرُ وَلِيِّهِ فَيُعِيْدُ وَلِيُّهَا الصَّلَاةَ عَلَيْهِ وَقَالَ الطَّحَاوِيُّ: يَسْقُطُ الْفَرْضُ بِالصَّلَاةِ

الْأُوْلٰی اِذَاصَلّٰی عَلَیْهَا الْوَلِیُّ، وَالصَّلَاةُ الثَّانِیَةُ لَوْ فُعِلَتْ لَہٗ تَکُنْ فَرْضًا فَلَا یُصَلّٰی عَلَیْهَا لِاَنَّهُمْ لَا یَخْتَلِفُوْنَ اَنَّ الْوَلِیَّ اِذَا صَلّٰی عَلَیْهِ لَمْ یَجُزْلَہٗ اِعَادَةُ الصَّلَاةِ ثَانِیَةً لِسُقُوْطِ الْفَرْضِ، وَکَذٰلِکَ غَیْرُہٗ مِنَ النَّاسِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ الَّذِیْ صَلّٰی عَلَیْهَا غَیْرُ الْوَلِی فَلَا یَسْقُطُ حَقُّ الْوَلِیِّ، لان الوَلِیَّ کان الیه فِعْلُ فَرْضِ الصَّلَاةِ عَلَی الْمَیِّتِ۔(ابن بطال شرح بخاری ج۳ص۳۱۸)

''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا قبر پر دومرتبہ نماز جنازہ ادا نہ کی جائے ،مگر یہ کہ غیر ولی نے پہلی نماز جنازہ پڑھی ہو تو پھر ولی دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔امام طحاوی نے کہا ہے جب ولی نے خود نماز جنازہ پڑھ لی تو پہلی نماز سے فرض ساقط ہو گیا۔اب دوبارہ قبر پر نماز جنازہ ادا نہ کی جائے۔کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔(قبر کے علاوہ ویسے)جب کسی ولی نے نماز جنازہ ادا کی تو اس کیلئے نماز کا دھرانا جائز نہیں ہے۔کیونکہ فرض ساقط ہو چکا ہے جب ولی دوبارہ نہیں پڑھ سکتا تو دوسرے لوگ بھی نہیں پڑھ سکتے۔ ہاں یہ ہے کہ پہلی نماز جنازہ غیر ولی نے پڑھی ہو تو میت کے ولی کا حق ساقط نہیں ہوتا کیونکہ میت کی نماز جنازہ کا فرض ولی کی طرف منسوب ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو تکرار جنازہ کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ابن بطال کہتے ہیں۔

وَمَا رُوِیَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی اِعَادَةِ الصَّلَاةِ، فَلِاَنَّہٗ کَانَ اِلَیْهِ فِعْلُ فَرْضِ الصَّلَاةِ، فَلَمْ یَکُنْ یُسْقِطُہٗ فِعْلُ غَیْرِہٖ، وَقَدْ کَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ تَقَدَّمَ اِلَیْهِمْ اَنْ یُعْلِمُوْہُ وَقَدْ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ: لَا یَمُوْتُ مِنْکُمْ مَیِّتٌ مَا دُمْتُ بَیْنَ اَظْهُرِکُمْ اِلَّا اٰذَنْتُمُوْنِیْ بِہٖ فَاِنَّ صَلَاتِیْ عَلَیْهِ رَحْمَةٌ۔(ابن بطال شرح بخاری ج۳ص۳۱۸)

''قبر پر نماز جنازہ دوبارہ پڑھنے کے لحاظ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل روایت کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت اس میت کے ولی سے بڑے ولی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے نماز جنازہ کی ادائیگی کا فرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

طرف متوجہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہلے یہ بتایا ہوا تھا۔ جب تک میں تمہارے درمیان سطح زمین پر موجود ہوں جو بھی فوت ہو جائے تم نے ضرور مجھے بتانا ہے کیونکہ میری نماز اس متوفی کیلئے رحمت ہے"۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

فَصَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَكَةٌ وَ طَهُوْرٌ فَلَيْسَتْ كَغَيْرِهَا مِنَ الصَّلَوٰتِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ۔

(موطا امام محمد، باب الصلوٰۃ علی میت بعد ما یدفن ص ۱۷۱)

"پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نماز جنازہ ایسی برکت اور طہور والی ہے جو اور لوگوں کی نماز کی طرح نہیں ہے پس تکرار نماز جنازہ نہ کرنا یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے"۔

ابن قصار نے قبر پر تکرار جنازہ کے عدم جواز پر اجماع کو دلیل بنایا ہے۔

ابن بطال کہتے ہیں۔

وَاحْتَجَّ ايضا بِالْاِجْمَاعِ فِيْ تَرْكِ الصَّلٰوةِ عَلٰى قَبْرِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ جَازَ ذٰلِكَ لَكَانَ قَبْرُهَا اَوْلٰى اَنْ يُّصَلِّيْ عَلَيْهَا اَبَدًا۔ ثُمَّ كَذٰلِكَ اَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ فَلَمَّا لَمْ يُنْقَلْ اَنَّ اَحَدًا صَلّٰى عَلَيْهِمْ كَانَ ذٰلِكَ مِنْ اَقْوَى الدَّلَالَةِ عَلٰى اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ۔ (ابن بطال ج ۳ ص ۳۱۸)

"ابن قصار نے قبر پر جنازہ پڑھنے کے جائز نہ ہونے پر اجماع کو بھی دلیل بنا ہے کہا ہے اس بات پر اجماع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر نماز جناز ادا نہیں کی گئی (کیفیت جو بھی ہوتی) اگر یہ جائز ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبہ مبارک زیادہ حقدار تھی کہ ہمیشہ اس پر نماز جنازہ ادا کی جاتی۔ ایسے ہی حضرت ابو بکر حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبور کا بھی معاملہ ہوتا۔ جب یہ کسی کے بارے منقول ہی نہیر

کہ کسی نے ان کے مزارات پر نماز جنازہ پڑھی۔تو یہ مضبوط ترین دلیل ہے کہ قبر پر نماز جنازہ کی ادائیگی درست نہیں"۔

چنانچہ غائبانہ جنازہ کے جواز کا قول کرنے والوں کو سوچنا چاہیئے کہ قبر پر جنازہ تو حاضر میت کے جنازہ کے قریب تر ہے غائبانہ کے مقابلہ میں ایک مرتبہ جنازہ کے ہو جانے کے بعد اجماع کی وجہ سے قبر پر دوبارہ جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔تو یہ اجماع غائبانہ جنازہ پڑھنے کی کیسے اجازت دے گا۔

نمبر۲: غائبانہ نماز جنازہ کے بارے میں متعارض اقوال

غائبانہ نماز جنازہ کا ذکر کسی حدیث شریف میں تو نہیں ہے جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔اور خلفاء راشدین صحابہ تابعین آئمہ اربعہ اور امت میں بھی بالعموم کہیں اس کے پڑھانے کا ذکر نہیں ملتا۔جن چند حضرات کا اس پر عمل نہیں بلکہ اقوال ملتے ہیں وہ بھی متعارض ہیں۔

۱۔حضرت ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ

اِنَّمَا یَجُوْزُ ذٰلِکَ لَمَّا کَانَ فِی جِھَۃِ الْقِبْلَۃِ فَلَوْ کَانَ بَلَدُ الْمَیِّتِ مُسْتَدبِرَ الْقِبْلَۃَ لَمْ یَجُزْ۔(فتح الباری ج۴ص۲۴۲)

"غائبانہ جنازہ تب جائز ہوتا جس کا پڑھا جارہا ہے اس کی میت جس شہر میں ہے وہ قبلہ کی طرف ہو اور اس کا شہر قبلہ کی جہت میں نہ ہو تو غائبانہ جنازہ جائز نہیں"۔

۲۔بعض اہل علم

اِنَّمَا یَجوزَ ذٰلِکَ فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ یَمُوْتَ فِیْهِ الْمَیِّتُ اَوْ مَاقَرُبَ مِنْهٗ لاما اِذَا طَالَتِ الْمُدَّۃُ۔(فتح الباری ج۴ص۲۴۲)

"غائبانہ جنازہ جس دن کسی کا وصال ہوا اسی دن اور ساتھ والے دن میں جائز ہے مدت بڑھ جانے پر جائز نہیں"۔

۳۔حضرت عبدالعزیز بن ابی سلمہ

اِذَا اُسْتُوقِنَ اَنَّہٗ غُرِقَ اَوْ قُتِلَ اَوْ اَکَلَتْہُ السِّبَاعُ وَلَمْ یُوْجَدْ مِنْہُ شَیْءٌ صُلِّیَ عَلَیْہِ۔(شرح صحیح البخاری لابن بطال ج۳ص۲۴۴،مکتبۃ الرشید الریاض)

''جب کسی کے بارے میں یقین ہو جائے کہ وہ غرق ہو گیا یا قتل ہو گیا ہے یا اس کو درندے کھا گئے ہیں اور تینوں صورتوں میں اسکا کچھ حصہ بھی موجود نہ ہو تو پھر اس کا غائبانہ جنازہ جائز ہے ورنہ نہیں''۔

۴۔غیر مقلدین کے نزدیک فوت ہو جانے کے ۸سال بعد یا اس سے زائد مدت بعد بھی غائبانہ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔(فتاوی ثنائیہ،ثناء اللہ امرتسری ج۲ص۴۱،اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور۔فتاوی نذیریہ،نذیر حسین دہلوی ج۱ص۶۴۹،مکتبہ ثنائیہ)

۵۔امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک شہید کا جنازہ ہی نہیں چہ جائیکہ غائبانہ ہو۔

اِذَا قَتَلَ الْمُشْرِکُوْنَ الْمُسْلِمِیْنَ فِی الْمُعْتَرَکِ لَمْ تُغْسَلِ الْقَتْلٰی وَلَمْ یُصَلّٰی عَلَیْھِمْ۔(کتاب الام،الامام الشافعی متوفی ۲۰۴ھ ص۲۰۵،بیت الافکار الدولیہ)

''جب مشرکین نے مسلمانوں کو میدان جنگ میں شہید کیا تو شہداء کو غسل نہیں دیا گیا اور نہ ہی ان پر نماز جنازہ پڑھی گئی''۔

بحث دوم
اعتراضات کے جوابات

اعتراض نمبر ۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نماز جنازہ قبر پر پڑھی ایسے ہی دیگر بھی کچھ ایسے واقعات ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر نماز جنازہ ادا کی۔ تو پتہ چلا کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے۔

جواب: یہ تو ہماری دلیل ہے کہ اگر غائبانہ جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف پر کیوں تشریف لے جاتے۔ آپ کا قبر شریف پر جا کر پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ خود نہیں تو اسکی قبر تو تھی۔ اس میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت دوسروں سے جدا ہے جیسا کہ تکرار جنازہ والی بحث مین گذر چکا ہے۔

اعتراض نمبر ۲: تم کہتے ہو کہ غائبانہ جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ خاص ہے یہ آپ کی خصوصیت کیسے ہوسکتا ہے۔ جب کہ صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ مل کر پڑھا۔

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ خصوصیات ایسی ہیں کہ ان کا تعلق انفرادی معاملات سے ہے اور کچھ ایسی ہیں کہ ان کا تعلق اجتماعی معاملات سے۔ ایسے معاملات میں پہلے اجتماعیت ہوگی اس کے بعد خصوصیت ہوگی یہاں چونکہ خصوصیت حبشہ میں فوت ہو جانے والے کی نماز جنازہ پڑھانے کے لحاظ سے ہے لہذا پہلے تو امامت پائی جائے گی پھر اس میں آپ کی خصوصیت متفق ہوگی۔ صحابہ کا ہونا تو امامت کے لحاظ سے ضروری تھا اب اس اجتماعیت کے ثابت ہو جانے کے بعد خصوصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت ہوگی آسان یہ ہے کہ خصوصیت تو پڑھانے کے لحاظ سے صحابہ پڑھانے والے نہیں پڑھنے والے تھے۔ اس کو سمجھنے کیلئے یہ حدیث ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اَنَا قَائِدُهُمْ اِذَا وَفَدُوْا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، الجزء الثانی، باب فضائل سید

المرسلین، الفصل الثانی، حدیث نمبر ۵۵۱۴، ص ۵۲۳، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

"جب انبیاء کرام علیہم السلام اور دیگر انسان اللہ تعالیٰ کے دربار کی طرف چلیں گے تو قیادت میں کرونگا"۔

یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خصائص بیان کئے ہیں جیسے یہاں میدان محشر میں سب اللہ تعالیٰ کے دربار کی طرف چلنے کے باوجود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت کی خصوصیت برقرار رہے گی۔ ایسے ہی صحابہ کے نماز جنازہ میں شریک ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنازہ پڑھانے کی خصوصیت برقرار رہے گی۔ کیونکہ دونوں مقامات پر خصوصیت ایسی ہے جہاں پہلے اجتماعیت ہوگی تو پھر خصوصیت ہوگی۔

اعتراض: یہ تو آپ نے تسلیم کرلیا جنازہ غائبانہ ہی تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

جواب: نہیں ہم نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ سے غائبانہ کہا ایسے جو محدثین فقہا اس کو بیان کرتے وقت وھو غائب کے الفاظ بول دیتے ہیں مراد یہ ہوتا ہے اوروں کے لحاظ سے جو غائب تھا نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ سے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔

"اللہ تعالیٰ عالم غیب بھی اور عالم شہادت بھی ہے"۔

جو پوشیدہ ہے اسے بھی جو ظاہر ہے اسے بھی جانتا ہے۔ جب اس سے کوئی چیز پوشیدہ ہے ہی نہیں تو عالم الغیب کا مطلب کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اوروں کے لحاظ سے جو پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ اسے بھی جانتا ہے۔

بحث سوم

آئمہ اربعہ اور غائبانہ جنازہ:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک غائبانہ جنازہ بالکل جائز نہیں ہے۔ تو تمام کتب احناف، متقدمین کی ہوں یا متاخرین کی متون ہوں یا شروح، فتاوی ہوں یا غیر فتاوی اس پر گواہ ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ بالکل ناجائز ہے۔ جس پر مالکی فقہاء نے تفصیل سے لکھا۔ دیکھئے۔ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، جلد ا جز ۲ ص ۷۸)

چونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی جنازہ کیلئے وجود میت شرط ہے اسی لئے اگر جسم کے بعض قلیل اجزاء موجود بھی ہوں تو امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک انکی نماز جنازہ جائز نہیں۔

(المدونۃ الکبری، للامام مالک بن انس، باب فی الصلاۃ علی بعض الجسد ج ا ص ۱۸۰)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت پڑھنے کے بارے میں ہے۔ ابن قیم جوزیہ نے کہا ہے۔

هٰذَا قَوْلُ الشَّافِعِي فِيْ اِحْدٰى الرِّوَايَتَيْنِ عَنْهُ۔ (زادالمعاد ج ا ص ۴۱۴)

''یہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دو روایتوں میں سے ایک قول ہے۔ یعنی ایک روایت ان سے بھی ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے''۔

شیخ محمد بن سلیمان نے کہا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے جو جواز مروی ہے یہ بھی مشروط ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

فِيْ شَرْحِ الْمَجْمَع مَحَلُّ الْخِلَافِ فِيْ الْغَائِبِ عَنِ الْبَلَدِ اِذْ لَوْ كَانَ فِي الْبَلَدِ لَمْ يَجُزْ اَنْ يُصَلِّي عَلَيْهِ حَتّٰى يَحْضُرَ عِنْدَهٗ اِتِّفَاقًا لِعَدَمِ الْمَشَقَّةِ فِي الْحُضُوْرِ۔ (مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، ج ا ص ۱۸۵)

"(فقہ شافعی کی کتاب) شرح مجمع میں ہے کہ امام شافعی سے جو جواز کی روایت ہے یہ بھی اس وقت ہے جب متوفی بیرون ملک ہو۔ اگر ملک میں ہو تو پھر بالاتفاق اس کیلئے غائبانہ جنازہ ادا کرنا جائز نہیں ہے حاضرانہ میں پڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ حاضر ہونے میں مشقت نہیں ہے"۔

جہاں تک امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کا تعلق ہے۔

تو ابن قیم نے کہا ان کے مذہب میں تین اقوال ہیں۔ یعنی وہ مطلقاً نماز غائبانہ جنازہ کے قائل نہیں ہے۔ صحیح مذہب امام احمد بن حنبل کا یہی ہے۔

"کہ اگر کوئی مسلمان ایسے ملک میں فوت ہو گیا ہے جہاں کفار ہی کفار ہیں تو امام احمد بن حنبل اس کی نماز جنازہ غائبانہ جائز سمجھتے ہیں"۔ (زادالمعاد ج ا ص ۴۱۵)

یہ چاروں اماموں کے مذہب کی تفصیل ہے۔ کہ چاروں کے نزدیک ہی یہ مطلقاً جائز نہیں ہے۔ امام شافعی اور امام احمد مشروط جواز کے قائل تھے۔ مگر عمل چاروں کا یہی ہے۔ انہوں نے کسی کی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہیں کی۔ غیر مقلدین اگر ابن تیمیہ اور ابن قیم کی طرف دیکھیں تو وہ بھی اس کے مطلقاً جواز کے قائل نہیں ہیں۔

تنبیہ: اہلسنت و جماعت میں سے کچھ ذمہ دار حضرات نے اس مسئلہ میں غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے یا تو نہ جاننے کی وجہ سے یا کسی کے دباؤ کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے وہ ایسا کر بیٹھے ہیں تو آئندہ کیلئے محتاط رہیں۔ اس مسئلہ کو معمولی نہ سمجھا جائے جو کام ناجائز بھی ہو اور کسی غلط عقیدے کا شعار بھی ہو معاشرے میں اس کا مقابلہ خلاف اولیٰ کا تابلہ نہیں قرار پاتا بلکہ لازم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات میں موجود ہے۔ یہاں کے حنفیوں کو سوچنا چاہئے کیا اس مسئلہ میں انہیں امام صاحب کی تحقیق کی ضرورت نہیں رہی۔ اور خود مجتہد بن بیٹھے ہیں یا کسی خام فکر کے کہنے پر غیر مقلدانہ روش کو اپنایا جا رہا ہے۔ داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو راہ حق میں

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ضرورت ہے تو ہم کس باغ کی مولی ہیں۔ امام اہلسنت حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس خرابی کے رد میں باقاعدہ ایک رسالہ تحریر کیا۔ ''الہادی الحاجب عن جنازۃ الغائب''۔ ہمارے لئے عافیت انہیں اکابر کے زیر سایہ رہنے میں ہے۔

ہمارے ملک میں دیوبندی ویسے تو حنفی ہونے کے دعویدار ہیں مگر اس مسئلہ میں نہ جانے ان کی کیا مجبوری ہے کہ وہ غیر مقلدین کے زیر اثر نظر آتے ہیں۔ جبکہ انکے ہاں یہ فتویٰ بھی موجود ہے۔

سوال ''میت غائب پر نماز جنازہ صحیح ہے یا نہیں''۔

الجواب: ''میت غائب پر عندالحنفیہ نماز صحیح نہیں ہے''۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۴۴)

مخالف فریق کا آخری حربہ:

اگر کوئی یہ کہتا ہے چلو جو بھی ہے حدیث میں ذکر تو ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ پڑھا آگے جو بھی صورت حال ہو ہم کہتے ہیں احادیث بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور پر جا کر نماز جنازہ ادا کی ہے۔ اس سنت کو کیوں نہیں اپنایا جا رہا۔

نتیجۃ البحث

۱۔ حدیث نجاشی میں غائبانہ کا لفظ موجود نہیں ہے۔

۲۔ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے والے اسے دلیل نہیں بنا سکتے کیونکہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ اسی دن تھی یہ لوگ بعد میں پڑھتے ہیں۔

۳۔ وہ نماز جنازہ تدفین سے پہلے تھی یہ لوگ تدفین کے بعد پڑھتے ہیں۔

۴۔ غائبانہ نماز جنازہ کو اگر جائز مانا جائے تو پھر قبر پر نماز جنازہ بطریق اولیٰ ہمیشہ کیلئے جائز قرار پائے گی۔ پھر اس کے سب سے زیادہ مستحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آگے اس کی کیفیت جو بھی ہو جو آپ کے شان شایان ہو جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک پر نماز جنازہ نہ پڑھنے پر ہر دور میں اجماع رہا ہے۔ تو اس لحاظ سے غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھنے کا مدار بھی اجماع پر ہے۔

۵۔ جمہور امت عملاً اسی موقف پر قائم رہی۔ کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے۔

جب خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خود کسی کا غائبانہ جنازہ پڑھایا اور نہ انکا کسی نے پڑھا ہے۔

بدری صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خود کسی کا غائبانہ جنازہ پڑھایا ہے نہ انکا کسی نے پڑھا ہے۔

اصحاب بیعت رضوان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خود کسی کا پڑھایا ہے نہ انکا کسی نے پڑھا ہے۔

تابعین نے خود کسی کا پڑھایا ہے نہ انکا کسی نے پڑھا ہے۔ آئمہ اربعہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم نے خود کسی کا پڑھایا ہے نہ انکا کسی نے پڑھا ہے۔

آئمہ مجتہدین نے خود کسی کا پڑھا یا نہ انکا کسی نے پڑھا ہے۔ شرق و غرب شمال وجنوب میں بلاد اسلامیہ کا دور متاخرین تک یہی تعامل رہا۔

تو آج پھر امت میں یہ دروازہ کیوں کھولا جا رہا ہے؟

کیا خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حدیث نجاشی رضی اللہ تعالیٰ کا جسکو آج غائبانہ نماز جنازہ کی دلیل بنایا جا رہا ہے پتہ نہیں تھا؟

یا انکا سنت پر عمل کرنے کا جذبہ کمزور تھا؟

یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے شہید ہو جانے والے صحابہ کی شہادت کا درجہ آج کے کسی شہید سے کم تھا؟

یا ان کے معتقدین کی عقیدت میں کوئی کمی تھی؟

اگر یقیناً انہیں حدیث نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی پتہ تھا اور سنت پر عمل کرنے کا جذبہ بھی بے پناہ تھا، ان شہیدوں کا مرتبہ بھی زیادہ تھا، اور ان کے معتقدین کی عقیدت بھی برحق تھی، اس کے باوجود ان میں سے کسی نے کسی کا غائبانہ جنازہ پڑھایا ہے نہ انکا کسی نے پڑھا ہے پتہ چلا یہی نظریہ برحق ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کو حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

الحمد للّٰہ رب العالمین وصلی اللہ علی حبیبہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

مآخذ ومراجع:

۱۔قرآن مجید
۲۔صحیح البخاری، امام محمد بن اسماعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ،قدیمی کتب خانہ کراچی۔
۳۔صحیح مسلم، امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ،قدیمی کتب خانہ کراچی
۴۔جامع الترمذی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی متوفی ۲۷۹ھ،ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۵۔سنن ابی داؤد، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی متوفی ۲۷۵ھ،مکتبہ امدادیہ ملتان
۶۔سنن ابن ماجہ، امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ،قدیمی کتب خانہ کراچی
۷۔سنن النسائی، امام عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی متوفی ۳۰۳ھ،قدیمی کتب خانہ کراچی
۸۔جامع البیان عن تاویل آی القرآن، امام ابن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع
۹۔الجامع لاحکام القرآن امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع
۱۰۔الدرالمنثور فی التفسیر الماثور امام عبدالرحمٰن جلال الدین السیوطی، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع
۱۱۔عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، امام بدرالدین محمود بن احمد العینی، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع
۱۲۔ارشادالساری لشرح صحیح البخاری امام شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع
۱۳۔فتح الباری شرح صحیح البخاری، امام احمد بن علی بن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۴۔شرح صحیح البخاری لابن بطال، امام ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک، مکتبۃ الرشید الریاض
۱۵۔اکمال المعلم بفوائد مسلم، امام ابوالفضل قاضی عیاض بن موسیٰ الیحصبی متوفی ۵۴۴ھ، دارالوفاء
۱۶۔المستدرک علی الصحیحین، امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری، دارالمعرفۃ بیروت

۱۷۔التمہید لمافی الموطا من المعانی والمسانید،امام ابن عبد البر القرطبی متوفی ۴۶۳ھ،دارالکتب العلمیۃ بیروت

۱۸۔شرح السنۃ،امام محمد الحسین بن مسعود البغوی،دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع

۱۹۔الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، امام علاء الدین علی بن بلبان الفارسی متوفی ۷۳۹ھ، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع

۲۰۔کتاب الام،امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ،بیت الافکار الدولیۃ

۲۱۔المدونۃ الکبریٰ،امام مالک بن انس،دارالفکر بیروت

۲۲۔نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، امام شہاب الدین احمد بن محمد الخفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ،دارالکتب العلمیۃ بیروت

۲۳۔تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر،امام شہاب الدین احمد بن علی بن محمد ابن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ،دارالکتب العلمیۃ بیروت

۲۴۔المعجم الکبیر،امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی،داراحیاء التراث العربی

۲۵۔شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح،امام شرف الدین الحسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ، دارالکتب العلمیۃ بیروت

۲۶۔نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار من احادیث سید الاخیار،محمد بن علی الشوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع

۲۷۔مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ المصابیح،امام علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ،مکتبہ امدادیہ ملتان

۲۸۔کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ،امام عبدالرحمٰن الجزیری،دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع

۲۹۔عون المعبود شرح سنن ابی داؤد،شرف الحق محمد اشرف العظیم آبادی متوفی ۱۳۲۲ھ، داراحیاء التراث العربی

۳۰۔نصب الرایہ لاحادیث الھدایہ، امام جمال الدین عبداللہ بن یوسف الزیلعی احمد، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع

۳۱۔المواہب الدینیہ بالمنح المحمدیہ، امام احمد بن محمد القسطلانی متوفی ۹۴۳ھ المکتب الاسلامی

۳۲۔شرح العلامہ الزرقانی علی المواہب الدینیہ، امام علامہ زرقانی متوفی ۱۱۴۴ھ، دارالکتب العلمیۃ بیروت

۳۳۔فتاویٰ نذیریہ، سیدنذیر حسین دہلوی متوفی ۱۹۰۳ء، مکتبہ ثنائیہ

۳۴۔الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، الامام قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ، عبدالتواب اکیڈمی ملتان

۳۵۔بجیرمی علی الخطیب، امام الشیخ وسلیمان البجیرمی، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع

۳۶۔فتاویٰ رضویہ، امام احمد رضا قادری متوفی ۱۹۲۱، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۳۷۔زادالمعاد فی ھدی خیرالعباد، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیۃ متوفی ۷۵۱ھ، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع

۳۸۔فتاویٰ ثنائیہ، ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور

۳۹۔فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، مکتبہ امدادیہ ملتان

۴۰۔السیرۃ النبویۃ، امام ابومحمد عبدالملک بن ہشام المعافری متوفی ۲۱۸ھ، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع

۴۱۔الھادی الحاجب عن جنازۃ الغائب، امام احمد رضا خاں قادری متوفی ۱۹۲۱ء، مجلس امام اعظم لاہور

۴۲۔موطا امام محمد، ابوعبداللہ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

۴۳۔مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، امام داماد آفندی، داراحیاء التراث العربی

۴۴۔بدائع الصنائع، امام علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ، مطبوعہ دارالفکر بیروت

۴۵۔مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

غائبانہ جنازہ دلائل و براہین کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

(یہ آرٹیکل روزنامہ ''نوائے وقت'' میں 28 مارچ 2008ء کو ملی ایڈیشن میں قدرے اختصار کیساتھ ''غائبانہ جنازہ دلائل و براہین کی روشنی میں'' کے عنوان سے شائع کیا گیا جبکہ ماہنامہ ''فکرِ لاثانی'' لاہور اور ماہنامہ ''النظامیہ'' وغیرہ میں مکمل شائع ہوا)۔ ادارہ

ادارہ ''صراطِ مستقیم'' پاکستان ضلع لاہور کے زیر اہتمام 8 مارچ 2008ء بروز ہفتہ کو حضرت داتا گنج بخش ہجویری کے دربار شریف پر سماع حال میں ''غائبانہ جنازہ سیمینار'' کے عنوان سے ایک علمی اور تحقیقی سیمینار منعقد ہوا۔ جس کا موضوع تھا نماز جنازہ کی ادائیگی کے لیے میت کا موجود ہونا ضروری ہے اور غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔ سیمینار میں علماء و مشائخ، مفکرین اور عوام کی بھرپور شرکت کے لحاظ سے مثالی تھا نیز نظم و نسق اور موضوع کو ہمہ تن گوش ہو کر گھنٹوں تک سننے کے لحاظ سے سامعین کا شوق بھی دیدنی تھا۔ ہر عام و خاص کا چہرہ کھلا ہوا تھا کہ موضوع کا حق ادا کر دیا گیا۔ ابھی مبارکبادوں کا سلسلہ بڑے تسلسل سے جاری تھا کہ روزنامہ نوائے وقت کی 12 مارچ 2008ء کی اشاعت میں ''علامہ چودھری اصغر علی کوثر وڑائچ صاحب'' نے اپنے کالم ''لاھوریات'' میں کمال مہربانی سے ایک عدد ''تبصرے'' سے ہمیں نوازا۔ جس کے بعد ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے راست فکر اور بیدار مغز حضرات میں ایک اضطراب پیدا ہوا اور فون کالز کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ جس میں انھوں نے اس جانبدار تبصرے پر اپنے غم و غصے کا اظہار کیا اور اس کے جواب کا تقاضا کیا۔ جس کے نتیجے میں یہ سطور قارئین کے سامنے ہیں۔

جہاں تک اس کالم میں بندہ کی ذات سے متعلق لکھا گیا ہے میں اس کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا۔ لیکن سیمینار اور مقالہ کے موضوع کے لحاظ سے جو کچھ لکھا گیا اس

کا جواب ضروری سمجھتا ہوں۔

ایک فوت شدہ مسلمان کے جو دوسرے مسلمانوں پر حقوق ہیں ان میں ایک اہم حق یہ ہے کہ اس مسلمان کی نماز جنازہ ادا کی جائے۔ جیسے غسل کفن دفن والے حقوق میت کے جسم کے موجود ہونے کی صورت میں ہیں۔ ایسے ہی نماز جنازہ بھی میت کی موجودگی کی صورت میں ہے۔ غسل کفن احترام سے اسے اٹھانا نماز جنازہ کی ادائیگی اور تدفین یہ سب مومن کے فوت شدہ جسم کا اعزاز ہے اور یہ کام کرنے والوں کے لیے کار ثواب ہے۔ اگر اس کا جسم موجود نہ ہو تو صرف دعا پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔ نماز جنازہ ادا نہیں کی جائے گی۔ اگرچہ نماز جنازہ میں بھی دعا ہے لیکن محض دعا اور نماز جنازہ میں فرق ہے۔ دعا کے لیے قبلہ رو ہونا امام کے پیچھے ہونا صفیں بنانا، لباس کی مکمل طہارت اور وضو یوں شرط نہیں۔ جیسے جنازہ کے لیے ہیں۔ لہٰذا غائب میت کے لیے دعا کے جائز ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے اس کی نماز جنازہ بھی جائز ہو۔ جنازہ فوت شدہ جسم کو کہا جاتا ہے جب وہ ہی موجود نہیں تو اس کی نماز کا تصور ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اولین صحابہ ''انصار و مہاجرین'' میں سے کئی صحابہ دور دراز شہروں میں جنگوں میں شہید ہوتے رہے رسول اللہ ﷺ نے مدینہ شریف میں ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔

خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دور دراز شہروں میں معرکوں میں شہید ہوتے رہے مگر کسی خلیفہ راشد نے کسی بھی ایسے شہید یا فوت شدہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی جس کا جسم ان کے سامنے موجود نہ ہو۔

خود خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا باری باری وصال ہوا بعد والے خلیفہ نے یہ نہیں کیا۔ لوگوں کو اکٹھا کر لیا ہو چلو پہلے تو ویسے پڑھا تھا آج پھر غائبانہ جنازہ پڑھ لیتے ہیں۔ پوری سلطنت اسلامیہ میں خلفاء راشدین میں سے کسی خلیفہ یا کسی صحابی کا

غائبانہ جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ یہ جو آج کسی کے ساتھ اظہار ہمدردی کے جذبہ سے یا میڈیا کو متوجہ کرنے کے لیے یا سیاسی سرگرمی کے طور پر یا اظہار محبت کے لیے غائبانہ جنازہ کو رواج دیا جارہا ہے۔ سوچنا تو چاہیے جب مدینہ شریف میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا۔ کیا مکہ شریف والوں کو ان کے وصال کی خبر سالہا سال تک نہ ہوئی۔ نہیں خبر پہنچ گئی تھی تو کیا یہ معمولی سانحہ تھا؟ نہیں بڑا سانحہ تھا کیا اہل مکہ شریف کو امیر المومنین سے عقیدت نہ تھی؟ نہیں عقیدت تھی تو پھر کیا کسی نے غائبانہ جنازہ پڑھا تھا۔ نہیں بالکل نہیں پڑھا تھا تو آج پھر جواز کہاں سے آ گیا۔ اگر کوئی کہے پڑھا نہیں تو روکا بھی نہیں۔ میں کہتا ہوں روکنا تو تب متصور ہوسکتا تھا۔ جب کوئی غائبانہ جنازہ پڑھنے لگتا۔ جب کسی نے پڑھا ہی نہیں بلکہ ارادہ بھی ظاہر نہیں کیا تو روکنا کیسے پایا جاتا۔

ہاں یہ قانون ذہن میں رکھا جائے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کسی چیز کا ثابت نہ ہونا اس کے منع ہونے پر دلیل نہیں ہے۔ لیکن کسی کام کے کرنے کا شریعت میں حکم بھی ہو اور اس کا شدید تقاضا بھی موجود ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کام کرتے صحابہ نے دیکھا بھی ہو اور صحابہ پھر بھی نہ کریں تو یہ اس بات کی دلیل بنے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک وہ کام جائز ہی نہیں ہے۔ ورنہ شریعت پر عمل پیرا ہونے کی جتنی انھیں تڑپ تھی وہ ضرور عمل کرتے اور پھر جو عمل ادا ہی بشکلِ جماعت ہوتا ہے وہ اگر پایا جاتا تو اس کا کوئی نہ کوئی راوی ضرور ہوتا۔

چونکہ اس سلسلہ میں حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ سے جواز نکالا جارہا تھا کہ وہ حبشہ میں فوت ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مدینہ شریف میں نماز جنازہ ادا کی تو بندہ نے یہ ثابت کیا اس سے غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا۔ اس پر دلیل یہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہر چیز پر مقدم تھی۔ انھوں نے

اس حدیث پر کبھی عمل نہیں کیا۔ نہ خلفاء راشدین نے کسی کا غائبانہ جنازہ پڑھایا، نہ عشرہ مبشرہ نے، نہ بدری صحابہ نے، نہ اصحاب بیعت رضوان نے، نہ انصار و مہاجرین نے، نہ تابعین و تبع تابعین نے، جبکہ تقاضا روزانہ کا تھا۔ بڑے بڑے عظیم حضرات فوت ہو رہے تھے۔ جب کسی ایک صحابی نے کسی ایک کا بھی جنازہ غائبانہ نہیں پڑھایا تو پتہ چلا کہ صحابہ اس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص سمجھتے تھے اب ''علامہ وڑائچ'' اپنے لکھے ہوئے پہ غور کریں۔

''جہاں قرآن مجید فرقان حمید کے حکم کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک موجود ہو وہاں کسی بھی مسلمان کی اپنی ذاتی فکری تاویلات تصریحات مسلمان امت کو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل پر عمل پیرا ہونے سے گریزاں نہیں کر سکتیں خواہ ان تاویلات و تصریحات کو پیش کرنے والا کوئی کتنا بڑا اور کتنی ہی عالمی شہرت رکھنے والا کوئی عالم دیں کیوں نہ ہو۔''

اگر شریعت مطہرہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات ہیں ان کا لحاظ نہ کرتے ہوئے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک موجود ہونے کی صورت میں اوروں کو اس عمل سے روکنا جائز نہیں ہے تو بیک وقت چار سے زائد عورتوں کے ساتھ شادی سے بھی کسی کو نہیں روکنا چاہیے۔ بخاری میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کندھوں پر بٹھا کر نماز پڑھتے رہے تو کیا یہ امت کے لیے جائز ہے؟ نہیں۔

ہم وڑائچ صاحب سے پوچھتے جو امت کا اولین حصہ ہے اور ہر لحاظ سے وہ سبقت لینے والے ہیں۔ وہ اس حدیث پر عمل کرنے سے کیوں پیچھے رہ گئے، انھیں کس نے روکا تھا۔ اگر وہ اس پر عمل سے رکے رہے اور یقیناً رکے رہے تو اسی لیے کہ وہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص سمجھتے تھے تو یہ ہماری گھڑی ہوئی تاویلیں نہیں صحابہ سے

بالواسطہ پڑھی ہوئی شریعت ہے۔

بندہ نے حدیث نجاشی سے جواز ڈھونڈنے والوں کو سمجھانے کے لیے ہی تو یہ مقالہ لکھا مگر افسوس ہے ''علامہ وڑائچ'' نہ جانے کس وجہ سے مقالہ سے دیکھ کر اعتراض کو تو ذکر کر دیا مگر سارے جوابات نہیں تو کم از کم ایک جواب نقل کر دیتے۔ ان کی فراخ دلی کا بھی مظاہرہ ہو جاتا۔ بخاری شریف سے حدیث نجاشی کو تیرہ مقامات سے ذکر کرنے کا مقصد بھی یہ تھا کہ نہ تو حدیث نجاشی میں کہیں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ میت کی نماز جنازہ پڑھائی اور نہ ہی امام بخاری کو اس سے غائبانہ نماز جنازہ ثابت ہوتی نظر آئی ہے اس لیے امام بخاری نے اسے تیرہ بار ذکر کر کے صرف چھ مسائل اس سے ثابت کیے۔ مگر ان میں غائبانہ نماز جنازہ نہیں ہے۔ نصیب نصیب کی بات ہے امام بخاری کو تو اس حدیث نجاشی سے تیرہ بار ذکر کرنے کے باوجود نماز جنازہ غائبانہ کا جواز نظر نہیں آیا اور ہمارے علامہ وڑائچ صاحب کو میرا مقالہ دیکھتے ہی اس حدیث سے غائبانہ جنازہ کا ثبوت نظر آ گیا۔ امام بخاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت نجاشی کی نماز جنازہ کو غائبانہ کہہ بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ ان کی بخاری ج اص ۱۷۹ پر یہ حدیث موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف میں بیٹھے فرمایا۔

وانی واللہ لا نظر الی حوضی الأن۔

''اور میں خدا کی قسم اپنے حوض کوثر کی طرف اب دیکھ رہا ہوں۔''

جو مدینہ شریف میں بیٹھے سات آسماں پار حوض کوثر کو دیکھ رہے تھے ان کے لیے مدینہ شریف میں کھڑے ہو کر حضرت نجاشی کے جسم کو دیکھ کر نماز جنازہ پڑھانا کیا بعید تھا۔ ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی نگاہ کا یہ کمال ہے۔ اور دوسری طرف یہ آپ کا مرتبہ ہے کہ آپ کے لیے زمین کو سمیٹ دیا جاتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں حضرت معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی تو زمین کو آپ

کے لیے سمیٹ دیا گیا (نصب الرایہ ۲/ ۲۸۵)

پتہ چلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ اس حالت میں پڑھائی کہ آپ انھیں دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (صحیح ابن حبان ۴/ ۲۹، مسند امام احمد ۴/ ۴۴۶، التمھید لما فی الموطا من الاسانید ۶/ ۳۳۳۲)

چنانچہ یہ نماز جنازہ غائبانہ نہیں حاضرانہ ادا کی گئی۔

حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یوں نماز جنازہ کی ادائیگی میں ائمہ دین نے ان کی خصوصیت کو بھی دلیل بنایا ہے کہ ان کے سوا کسی اور کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اہتمام نہیں کیا۔

کیونکہ وہ کافر ملک میں فوت ہو گئے تھے اور وہاں کوئی ان کی نماز جنازہ ادا کرنے والا نہیں تھا۔ ورنہ دور دراز معرکوں میں شہید ہو جانے والے دیگر صحابہ کی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ پڑھاتے جبکہ نہیں پڑھائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم میں ان کے ایمان کی تشہیر نیز بادشاہوں کو ایمان کی طرف راغب کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مدینہ شریف سے دور فوت ہو جانے کے باوجود ان کی نماز جنازہ پڑھا دی اور کسی کے لیے ایسا حکم نہیں ہے۔ علامہ وڑائچ صاحب نے اپنے کالم میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ ایک غائبانہ جنازہ کا جائز نہ ہونا یہ محض ایک نوعمر اور غیر مفتی قائل کا قول ہے۔ انھیں یہ سوچنا چاہیے کہ انھوں نے یہ کالم میرے مقالہ کے جواب میں نہیں خلفاء راشدین اور صحابہ کے نظریہ کے مقابلہ میں لکھا ہے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام مالک کے مذہب کے خلاف لکھا ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل کے عمل کے خلاف لکھا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش اور حضرت

بابا فرید کے موقف کے خلاف لکھا ہے۔

علامہ وڑائچ نے اسے فرقہ واریت سے بھی جا ملایا اگر غائبانہ جنازہ کو ناجائز کہنا فرقہ واریت ہے تو یہ فرقہ واریت تو امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک جیسے اور ان کی پیروی میں ہزاروں محدثین مفسرین اور فقہا اور اولیاء نے پھیلائی ہے جن کی ہزاروں تصانیف میں اسے ناجائز لکھا گیا ہے بلکہ ایک طبقہ جنھیں آج غائبانہ نماز جنازہ سے زیادہ دلچسپی ہے ان کے امام ابن قیم نے مروجہ غائبانہ نماز جنازہ کو ناجائز قرار دیا ہے اور یہ لکھا ہے ہر کسی کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا اور نہ ہی آپ کی سنت بہت سے صحابہ کرام دور دراز فوت ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ ادا نہیں کی۔ (زادالمعاد ا/۴۱۵)

علامہ وڑائچ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت براء بن معرور کی قبر پر جا کر نماز پڑھنے کو دلیل بنایا کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے۔ اگر ''علامہ'' تھوڑی سی بھی کوشش کر لیتے تو مقالہ کے صفحہ نمبر ۵۰ سے انھیں جواب مل جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کی قبر پر جا کر نماز جنازہ ادا کرنا یہ تو ہماری دلیل ہے اگر غائبانہ جنازہ جائز ہوتا تو پھر قبر پر جانے کی کیا ضرورت تھی۔ پھر تو جہاں کھڑے تھے وہیں نماز جنازہ ادا کر لیتے۔

مروجہ غائبانہ نماز جنازہ کا حدیث نجاشی سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ وہ جنازہ وفات والے دن پڑھا گیا تھا اور تدفین سے پہلے پڑھایا گیا۔

علامہ وڑائچ نے اپنے کالم کا اختتام اس بات پر کیا ''غائبانہ جنازہ کے عمل کو جاری رکھنے سے اسلام روکتا نہیں۔'' تو ہم ان سے اتنا پوچھنے کا حق تو رکھتے ہیں۔ یہ امت میں جاری کب سے ہوا۔ کس امتی نے سب سے پہلے پڑھائی اگر قرون اولی اور بعد کی صدیاں اس عمل سے خالی رہیں اور صحابہ و تابعین اس سے رکے رہے تو آج اس کے جاری کرنے پر کیوں زور دیا جا رہا ہے۔ امت کی اصل راہ تو غائبانہ جنازہ نہ پڑھنا ہے۔

پڑھنے والے نئی راہ نکال رہے ہیں اور الجھن پیدا کر رہے ہیں نہ کہ روکنے والے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ہم نے اپنے تفصیلی مقالہ میں غائبانہ جنازہ کے ناجائز ہونے کے دلائل تفصیل سے اور باحوالہ بیان کیے ہیں۔ علامہ وڑائچ نے اگر سارا مقالہ سنا نہیں تھا تو کم از کم پڑھ لیتے اور ایسے غائبانہ تبصرہ سے بچ جاتے۔

اگر میں یہ لکھوں کہ وڑائچ صاحب کو مقالہ کی سمجھ نہیں آئی تو نہیں لکھوں گا کیونکہ موصوف ''علامہ'' ہیں۔ اگر یہ لکھوں کہ کسی کے خیراتی مطالعہ سے کسی کے کہنے پر انھوں نے ایسا لکھا تو نہیں لکھوں گا کیونکہ وہ ایک صاحب الرائے ہیں میں اگر یہ لکھوں کہ ''علامہ'' کے قلم میں سیاہی کسی اور کی ہے تو یہ بھی نہیں لکھوں گا کیونکہ وہ ایک ذمہ دار صاحب قلم ہیں۔

ہاں یہ بات لکھتا ہوں اگر علامہ ''وڑائچ'' کو مقالہ سے دلائل کی سمجھ نہیں آئی ہے۔ یا ان کے پاس غائبانہ نماز جنازہ کے جواز پر کوئی دلیل ہے یا ان کے علاوہ سوادِ اعظم کے اندر یا باہر کسی کو اس مسئلہ میں تلاش حق ہے تو بندہ جس فورم میں چاہیں اظہارِ حق کے لیے تیار ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غائبانہ نماز جنازہ۔ چند قابل غور پہلو

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

ایک مسلمان کے بعد از وصال جو اوروں پر حقوق ہیں نماز جنازہ ان میں سرفہرست ہے۔ نماز جنازہ میں جہاں مقصود میت کیلئے دعا ہے۔ وہاں اس کا مقصد تعظیم میت بھی ہے بلکہ اس میں تعظیم میت والا پہلو محض دعا پر غالب ہے۔ محض دعا تو انسانی جسم کو سامنے رکھے بغیر بھی مانگی جاسکتی ہے۔ محض دعا تو بیٹھ کے بھی مانگی جاسکتی ہے۔ اور محض دعا تو ھئیت نماز کے بغیر بھی مانگی جاسکتی ہے مگر فوت شدہ مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم اس لئے ہے کہ اس کے ایمان کی عظمت کی وجہ سے حیوانات اور کفار سے اس کا سفر آخرت جدا ہو۔ اس کا بدن اعزاز سے اٹھایا جائے اسے رخصت کیا جائے اور اسے دفن کیا جائے۔

امام ابوبکر بن مسعود کاسانی نماز جنازہ کھڑے ہو کر پڑھنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''نماز جنازہ تعظیم میت کیلئے جائز قرار دی گئی اسی لئے ہی جن کی توہین لازم ہے ان کے حق میں یہ نماز ساقط ہے۔ جیسے باغی، کافر اور ڈاکو۔ لہٰذا جو نماز جائز ہی میت کی تعظیم کے پیش نظر ہوئی ہے اسے استخفات کے طریقے پر یعنی بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہیں ہے''۔ (بدائع الصنائع للکاسانی متوفی ۵۸۷ھ جلد نمبر ۱ ص ۴۶۷، دار الفکر)

چنانچہ جس جسم مومن کی تعظیم کیلئے نماز جنازہ کو جائز قرار دیا گیا ہے وہ ہی موجود نہ ہو یا اس کا دفن (مشروط طریقے سے) نہ ہو تو نماز جنازہ کی حکمت ہی فوت ہو جائے گی۔ چنانچہ جسم کے موجود نہ ہونے کی صورت میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور صرف دعا پر اکتفا کیا جائے گا۔

چونکہ اسے صلوٰۃ علی المیت یا صلوٰۃ علی الجنازہ سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی نماز جنازہ تو اسے عام دعا پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ میت کے حق میں نماز جنازہ کے علاوہ کی دعا تو میت کے موجود ہوئے بغیر بھی ہوسکتی ہے مگر نماز جنازہ کی ھئیت میں دعا جو دعا کیساتھ تعظیم میت بھی ہے یہ صرف میت کے موجود ہونے کی صورت میں ہوگی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ کے نماز ہونے پر بڑا زور دیا ہے اور صحیح بخاری شریف میں اس پر ۱۵ دلائل دیئے ہیں کہ اس کا حکم محض دعا سے مختلف ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب سنۃ الصلوٰۃ علی الجنائز جلد نمبر ا ص ۱۷۶، قدیمی کتب خانہ کراچی میں نماز جنازہ کے نماز ہونے پر تین دلائل حدیث شریف سے ذکر کیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من صلی علی الجنائز ۔جس نے جنازوں پر نماز پڑھی۔ نیز فرمایا: صلوا علی صاحبکم ۔اپنے دوست کی نماز پڑھو۔ (جب مقروض کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کیا تھا) پھر حدیث نجاشی رضی اللہ عنہ میں صلوا علی النجاشی ۔نجاشی پر نماز پڑھو۔ ان تینوں احادیث کو ذکر کر کے امام بخاری نے کہا۔ فسماھا صلوٰۃ لیس فیھا رکوع ولا سجود۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام نماز رکھا ہے حالانکہ اس میں نہ رکوع ہے نہ سجود۔

چوتھی دلیل امام بخاری نے یہ دی کہ اس میں کلام نہیں کیا جاتا ہے اگر محض دعا ہوتی تو اسمیں کلام جائز ہوتا۔ پانچویں دلیل یہ دی کہ اس میں نماز کی طرح تکبیر تحریمہ بھی ہے سلام بھی ہے۔ چھٹی دلیل یہ ہے کہ جیسے نماز طلوع وغروب کے وقت نہیں پڑھی جاتی جنازہ بھی نہیں پڑھا جاتا۔ ساتویں دلیل یہ دی کہ اس میں ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں۔ آٹھویں دلیل یہ دی۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے صحابہ کو دیکھا ہے نماز جنازہ کی امامت کا اس کو زیادہ حقدار سمجھتے تھے جس کو فرض نماز میں امام بنانا پسند کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے نماز جنازہ نماز ہے جسکو انہوں نے فرائض والا حکم دیا ہے۔ نویں دلیل یہ دی۔ نماز جنازہ میں اگر کوئی بے وضو ہو جائے وہ پانی تلاش کرے اور تیمم نہ کرے۔ جبکہ محض دعا کا یہ حکم نہیں ہے دسویں دلیل یہ دی۔ جب کوئی بندہ پہنچے اور نماز جنازہ پڑھی جارہی ہو تو تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں داخل ہو جائے۔ نویں، دسویں دلیل کا مطلب یہ ہے کہ جیسے فرض نماز کے فوت شدہ حصے کا اعادہ لازم ہے اس کا بھی لازم ہے چنانچہ یہ محض دعا نہیں نماز بھی ہے۔ گیارہویں دلیل یہ دی کہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے کہارات میں نماز جنازہ پڑھے یا دن میں سفر میں پڑھے یا حضر میں چار تکبیریں لازم ہیں۔ بارہویں دلیل یہ دی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نماز جنازہ کی چار تکبیروں میں سے پہلی تکبیر افتتاح نماز کی تکبیر ہے۔ تیرہویں دلیل یہ دی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید

میں اسے نماز کہا ہے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
فرمایا "ولا تصل علی احد منھم مات ابدا"۔
منافقین میں سے جو مر جائے ان میں سے کسی کی آپ کبھی بھی نماز جنازہ نہ پڑھائیں"۔
چودہویں دلیل یہ دی۔ نماز جنازہ صفیں بنا کر نماز کی صفوں کی طرح ادا کی جاتی ہے۔ پندرہویں دلیل یہ دی ہے کہ نماز کی طرح امام کے پیچھے ادا کی جاتی ہے۔
ان پندرہ دلائل سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ اگرچہ نماز جنازہ میں رکوع سجدہ نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی اس کی محض دعا کے مقابلے میں نماز سے مشابہت زیادہ ہے۔ اور یہ نماز ہے۔ چنانچہ ایک طبقہ جو غائبانہ نماز جنازہ کو رواج دینے کیلئے اس بات کا سہارا لیتا ہے کہ یہ ایک دعا ہے جیسے دعا میت موجود ہو یا غائب جائز ہے تو ایسے نماز جنازہ بھی جائز ہے ان کی سمجھ کیلئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے یہ پندرہ دلائل کافی ہیں۔ چنانچہ محض دعا میں اور نماز جنازہ میں فرق کیا جائے محض دعا جب چاہو مانگو لیکن نماز جنازہ تب پڑھو جب اسکا سبب پایا جائے اور اس کا سبب وجود میت کیلئے جنازہ یعنی میت کا ہونا ضروری ہے۔
اسی لئے امام بخاری نے حضرت نجاشی والی حدیث شریف کو اپنی صحیح بخاری میں تیرہ بار ذکر کیا ہے۔ اور اس سے ثابت شدہ مسائل میں ایک بار بھی غائبانہ نماز جنازہ کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ نماز جنازہ محض دعا نہیں بلکہ نماز ہے۔ اور جسکی طرف یہ نماز منسوب ہے اور جس کے اعزاز کیلئے ہے وہ ہوگا تو اسکی نماز جنازہ ہوگی۔
نماز جنازہ میں قرأت فاتحہ نہ ہونے کے لحاظ سے اس میں نماز سے تھوڑی سی عدم مشابہت بھی ہے مگر امام ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ نے کہا۔
اما شرائطها بالنظر الی المصلی فشرائط الصلاۃ الکامله من الطهارۃ الحقیقیة والحکمیة واستقبال القبله وستر العورۃ والنیة (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)
نمازی کے لحاظ سے نماز جنازہ کی شرائط کامل نماز والی ہیں۔ طہارت حقیقی طہارت حکمی قبلہ رو ہونا شرمگاہ کا ڈھانپے ہوئے ہونا اور نیت کا ہونا۔
جہاں تک رکوع سجود کی بات ہے تو امام نور الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: "نماز جنازہ میں رکوع سجدہ اس لئے نہیں ہے تاکہ جہال یہ نہ سمجھیں میت کی عبادت کر رہے ہے

ہیں"۔(تیسیر القاری ج ۱ ص ۴۴۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

چنانچہ یہ نماز ہے ہر نماز اپنے وقت پر لازم ہوتی ہے وہ وقت اس نماز کا سبب ہوتا ہے نماز جنازہ کا سبب جنازہ یعنی میت ہے۔ اگر میت کے موجود ہونے کے بغیر بھی غائبانہ بھی لازم ہو جائے تو اس کا قابل عمل حکم بیان ہی نہیں کیا جا سکتا

غائبانہ جنازہ کے تمام چھوٹے بڑے اور نئے پرانے حامیوں نے اپنے موقف پر ظاہری مذہب کے امام ابن حزم کا قول آخری دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ مگر ان کا پورا قول اگر دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے غائبانہ جنازہ کا نظریہ قابل عمل ہی نہیں کیونکہ ابن حزم نے کہا۔

"جو مسلمان دنیا میں جہاں کہیں بھی فوت ہو جائے اور مسلمانوں کو اس کے فوت ہونے کی خبر پہنچ جائے تو اگر اس کی نماز جنازہ پڑھے بغیر اسے دفن کر دیا تو جن مسلمانوں تک اس کی خبر پہنچ گئی ان پر اس کی غائبانہ نماز جنازہ فرض ہے اور جسکو نماز جنازہ پڑھ کے دفن کیا گیا جہاں تک مسلمانوں کو اس کی خبر پہنچے ان کیلئے اسکی غائبانہ نماز جنازہ مستحب ہے" ملخصاً۔(محلی بالآثار ج ۳ ص ۳۶۳، بیروت)

قارئین! وجود میت کو اگر سبب جنازہ نہ بنایا اور صرف کسی کے وصال کی خبر کو اگر سبب مان لیا جائے تو کتنے لاکھوں، کروڑوں مسلمانوں کو روزانہ تارک فرض ماننا پڑے گا اور گنہگار قرار دینا پڑے گا۔ کیونکہ کتنے مسلمان ہیں جن کے وصال کی خبر تو پہنچ جاتی ہے مگر کفار کے کنٹرول کی وجہ سے وہاں ان کی نماز جنازہ ادا نہیں کی جاتی اور مسلمان شہروں میں بھی کوئی نہیں پڑھتا۔ بلکہ اور تو اور رہا خود رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہ پر ابن حزم کے نظریے کے مطابق فرض چھوڑنے کا الزام آئے گا۔

کیونکہ بیر معونہ پر ستر قراء کی شہادت ہوئی، مدینہ میں ان کی خبر پہنچی بخاری کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو اتنا غم کسی موقع پر بھی لاحق نہیں ہوا جتنا اس موقع پر ہوا جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا بخاری حدیث نمبر ۳۱۷۰، اور بیر معونہ میں ان کی کسی نے نماز جنازہ نہیں پڑھی کیونکہ وہاں مشرکین کا تسلط تھا۔ مدینہ شریف میں بھی ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہیں کی گئی۔ جبکہ ابن حزم کے نظریہ کے مطابق اس صورت میں ان کی نماز جنازہ کا مدینہ میں ادا کیا جانا فرض تھا جو اجتماعی طور پر ترک ہو گیا۔

چنانچہ غائبانہ نماز جنازہ نہ جائز ہے اور نہ ہی اس پر عمل کیا جا سکتا ہے اس کے علمبردار دیگر تمام مصروفیات ترک کر کے روزانہ ہر شہر اور ہر محلے میں غائبانہ جنازہ ہی پڑھتے رہیں تب بھی اس فرض سے بری الذمہ نہیں ہونگے جبکہ ان کے ہاں جو غائبانہ پڑھا جاتا ہے وہ بھی صرف امیروں کا غریبوں کیلئے تو وہ بھی نہیں ہے۔

لہٰذا حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کو دلیل بنا کر غائبانہ جنازہ پڑھنا درست نہیں ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے جسے بعد والوں ہی نے نہیں صحابہ تابعین اور تبع تابعین نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ سمجھا ہے۔

امام یحییٰ بن معین متوفی ۲۳۳ھ ایسے جلیل القدر محدث جن سے امام احمد بن حنبل اور امام بخاری و مسلم نے بھی حدیث روایت کی ہے۔ انہوں نے اپنی تاریخ میں سند صحیح سے لکھا ہے۔

سمعت العباس يقول سمعت ابا عبيد القاسم بن سلام يقول مات رجل من اهل مصر فى موضع غير مصر فقام ناس من اهل مصر فخرجوا الى الصحرا يريدون ان يصلوا عليه كما صلى النبى صلی اللہ علیہ وسلم على النجاشى فبلغ الوالى فخرج اليهم فمنعهم وضربهم وقال لهم ويحكم هذا شيء فعله النبى صلی اللہ علیہ وسلم وهو للنبى صلی اللہ علیہ وسلم خاصة رأيتم ابا بكر و عمر او احدا من التابعين فعله؟

(تاریخ یحییٰ بن معین جلد نمبر ۱ ص ۲۷، دار القلم بیروت)

امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں میں نے عباس سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے ابو عبید قاسم بن سلام سے سنا وہ کہتے ہیں ایک مصری مصر سے باہر کسی ملک میں فوت ہو گیا کچھ اہل مصر ایک صحرا کی طرف نکلے انہوں نے اس مصری کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنا چاہی جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی کی ادا کی تھی حاکم وقت تک یہ بات پہنچ گئی وہ بھی وہاں پہنچ گیا انہیں منع کیا اور زدوکوب کیا اور کہا تم تباہ ہو جاؤ اس طرح نماز جنازہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے کیا تم نے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما یا تابعین میں سے کسی کو غائبانہ جنازہ پڑھتے دیکھا؟

امام یحییٰ بن معین کی یہ کتنی واضح گواہی ہے کہ امت اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ سمجھتی رہی اور صحابہ و تابعین کا یہی نظریہ ہے۔ خلفاء راشدین اور تمام صحابہ کرام کا کسی کی غائبانہ

جنازہ نہ پڑھانا اور خلفاء راشدین کے وصال پر مختلف شہروں میں موجود صحابہ، تابعین میں کسی کا انکی غائبانہ جنازہ نہ پڑھنا یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے جسم کا حبشہ میں ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کا انکی نماز جنازہ پڑھانا یہ آپ کا خاصہ ہے۔ اور اپنے امتی کے جسم کو دیکھ رہے تھے اور اس جسم پر نماز پڑھ رہے تھے۔

اگر کسی کا یہ خیال ہے کہ صحابہ کے رسول اللہ ﷺ کے بعد غائبانہ جنازہ نہ پڑھنے سے اس کے جواز کی نفی نہیں ہوتی۔ اور صحابہ کے نہ پڑھنے سے یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ثابت نہیں ہوتی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ غائبانہ جنازہ کے موجودہ قائلین نے یہ قانون تو خود بنایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کوئی کام کریں اور صحابہ بعد میں نہ کریں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کام رسول اللہ ﷺ کیساتھ خاص ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ غائبانہ جنازہ کے مسئلہ میں یہ قانون خود انہیں کے گلے پڑ گیا ہے۔ دیکھئے بخاری شریف کی حدیث نمبر ۱۳۶۱ میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا۔ آپ نے تر ٹہنی کے دو ٹکڑے کر کے دونوں پر آدھی آدھی لگا دی اور فرمایا جب تک یہ ٹہنیاں ہری رہیں گی قبر والوں سے عذاب کی تخفیف کر دی جائے گی۔

ہم سمجھتے ہیں کہ آج بھی اگر کوئی قبر پر رسول اللہ ﷺ کے عمل کی روشنی میں ٹہنیاں لگائے تو قبر والے کو فائدہ ہوگا اگر چہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے لگائی گئی ٹہنیوں کا فائدہ بہت زیادہ تھا۔

لیکن غائبانہ جنازہ والا یہ طبقہ اس عمل کو رسول اللہ ﷺ کیساتھ خاص سمجھتا ہے۔ اس پر قرآن وحدیث سے اور کوئی دلیل نہیں دی جاتی بلکہ دلیل کا انداز بھی یہ ہے مثلاً انہیں کے عالم عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے کہا رسول اللہ ﷺ کے عمل کے باوجود آج کسی کیلئے قبر پر ٹہنی لگانا جائز نہیں۔

"کیونکہ خلفاء راشدین اور کبار صحابہ نے ٹہنیاں نہیں لگائیں اگر جائز ہوتا تو وہ بھی لگاتے"۔ (حاشیہ فتح الباری جلد ۳ ص ۲۸۶، بیروت)

اگر قبر پر ٹہنی لگانے کے عدم جواز پر رسول اللہ ﷺ کے عمل کے باوجود صحابہ کے ترک کو دلیل بنایا جا سکتا ہے۔ تو غائبانہ جنازہ کے مسئلہ پر صحابہ کے نہ پڑھنے کو دلیل کیسے نہیں مانا جا رہا۔ حالانکہ ٹہنی لگانے کے مسئلے پر اس قانون کا اطلاق ہوتا ہی نہیں کیونکہ بخاری شریف میں باب الجریدۃ علی القبر میں موجود ہے۔

اوصی بریدۃ الاسلمی ان یجعل فی قبرہ جرید تان۔

حضرت بریدہ اسلمی نے وصیت کی کہ انکی قبر میں دو ٹہنیاں کی جائیں۔

اب یہاں تو رسول اللہ ﷺ کے عمل کے بعد صحابی کا عمل بھی موجود ہے۔ لیکن غائبانہ جنازہ میں ایسا نہیں ہے۔

جہاں تک غائبانہ جنازہ کو عید میلاد النبی ﷺ اور اذان سے پہلے اور بعد درود شریف سے نتھی کرنے کا معاملہ ہے۔ تو اس میں فرق سمجھنا چاہئے جنازہ کی تو ایک خاص ھئیت ہے جبکہ عید میلاد کی خوشی کی کوئی معین ھئیت نہیں ہے۔ چنانچہ نماز جنازہ کی خاص ھئیت کے ثابت نہ ہونے سے یہ تو کہا جائے گا صحابہ سے غائبانہ جنازہ ثابت نہیں لیکن عید میلاد کی خوشی کا اظہار کسی بھی ادائے محبت سے ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اس کی نفی صحابہ سے ثابت نہیں اگر انسان فراخدلی سے سوچے تو کہاں جنازہ کہاں درود وسلام۔ جنازہ تو کسی وقت میں ہے اور درود وسلام ہر لحہ و آن، ہر زمان ومکاں میں جب بھی رسول اللہ ﷺ کی یاد آجائے۔ غائبانہ جنازہ تو صحابہ نے نہیں پڑھا۔ لیکن بخاری شریف کی حدیث نمبر ۱۷۹۶ میں ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے غلام عبداللہ بن کیسان کہتے ہیں۔

انہ کان یسمع اسماء تقول کلما مرت بالحجون صلی اللہ علی رسولہ محمد لقد نزلنا معہ ھھنا۔

جب حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حجون کی پہاڑی سے گذرتی تھیں تو وہ انہیں رسول اللہ ﷺ پر درود "صلی اللہ علی رسولہ محمد" پڑھتے سنتے تھے۔

وہ کہتی تھیں یہاں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ٹھہرے تھے۔ چونکہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا رسول اللہ کے ہمراہ وہاں ٹھہری تھیں جب بھی اس جگہ سے گذرتی تھیں تو آپ ﷺ کی یاد آنے پر آواز کے ساتھ درود پڑھتی تھیں حالانکہ حجون سے گذرتے ہوئے درود پڑھنے کی کوئی علیحدہ آیت یا حدیث موجود نہیں ہے اسلئے ۱۲ بارہ ربیع الاول شریف کو رسول اللہ ﷺ کی آمد کی یاد منانے اور اذان جس میں ذکر رسالت ہے اس موقع پر پہلے یا بعد میں با آواز درود شریف پڑھنے پر اعتراض کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ چنانچہ یہ تو جائز ہے مگر غائبانہ نماز جنازہ کو ہرگز اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔

حدیث نبوی اور غائبانہ نمازِ جنازہ

محمد اشرف آصف جلالی

غائبانہ جنازہ پڑھانا جو کہ صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں بعض لوگ حدیث حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دلیل بناتے ہیں۔ ہم نے اس پر تفصیلی بحث اپنی کتاب ''غائبانہ جنازہ جائز نہیں'' میں کی ہے۔ اس سلسلہ میں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے متعدد اسناد سے مروی ہے کہ صحابہ یہ سمجھ رہے تھے کہ جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے موجود ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں سند صحیح سے جو روایت کیا اس کے الفاظ یہ ہیں۔

وما نحسب الجنازة الاموضوعةً بینَ یَدَیْہ

مسند امام احمد ۴/۴۴۶ دار صادر بیروت

اور ہم حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے جسم کے بارے میں یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے موجود ہے۔

امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ نے سند صحیح سے روایت کیا۔ کہ حضرت عمران بن حصین نے حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے جنازے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

ونحن لا نری الاانَّ الجَنَازَةَ قُدّامنا

فتح الباری شرح البخاری ۳/ ۱۸۸ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

اور ہم یہی دیکھتے تھے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا جسم ہمارے سامنے ہے۔

اما ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں لکھا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے

وھم لا یظنون الا ان جنازتہ بین یدیہ

الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان حدیث نمبر ۳۰۹۲

مؤسسۃ الرسالہ بیروت

صحابہ کا یہی گمان تھا کہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا جسم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہے۔

امام ابن عبدالبر قرطبی لکھتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔

وما نحسب الجنازۃ الا بین یدیہ

التمہید ۶/۳۳۲ مکتبہ قدوسیہ لاہور

ہمارا یہی خیال تھا کہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا جسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہے۔

لہٰذا پتہ چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا جنازہ غائبانہ نہیں حاضرانہ پڑھایا ہے۔

اتنی گواہیوں کے باوجود مخالفین کہتے ہیں کہ یہ محض گمان تھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حقیقت میں حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں تھا اس طبقہ کے علماء اور عوام میں شان رسالت کے ماننے کے لحاظ سے جو بخل ہے اس کی بنیاد پر ان سے ایسی باتیں نکلتی ہیں مثلاً کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اب حوض کوثر کی طرف دیکھ رہا ہوں جو سات آسمانوں پار حوض کوثر دیکھ لیں کیا وہ زمین پر حضرت نجاشی کو نہیں دیکھ سکتے تو وہ کہتے ہیں کہ حوض کوثر بھی ایک بار نظر آیا اور حوض کوثر نظر آنے سے یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نجاشی کا جسم بھی نظر آجائے۔ لیکن امام المحدثین سید الفقہاء شیخ المفسرین حضرت امام ابو جعفر احمد بن محمد

بن سلامہ طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے مخالفین کا یہ بہانہ بھی مکمل ختم کر دیا ہے۔ آپ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب شرح مشکل الآثار مطبوع مؤسسۃ الرسالہ بیروت کی بارہویں جلد میں صفحہ نمبر ۳۲۹ سے لیکر صفحہ ۳۳۲ تک اس مسئلہ پر تفصیلا بحث کی ہے اور غائبانہ جنازہ کے علمبرداروں کے تمام راستے مسدود کر دیے ہیں۔

آپ نے شرح مشکل الآثار میں اس مسئلہ کے بارے میں یوں باب قائم کیا۔

باب بیان مشکل ماروی عن رسول اللہ ﷺ فی صلاتہ علی النجاشی بالمدینۃ وھل کان ذلک والنجاشی حینئذ بارض الحبشۃ اوبالمدینۃ۔

رسول اللہ ﷺ کے حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ادا کرنے کے بارے میں جو روایت کیا گیا ہے اس مشکل کا حل اور اس بات کا بیان کہ جب نماز جنازہ ادا کی گئی تو کیا حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا جسم حبشہ میں تھا یا مدینہ شریف میں؟

اس باب کے تحت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

سند یہ ہے۔ حدثنا محمد بن خزیمہ قال حدثنا مسلم بن ابراھیم الازدی قال حدثنا ابان بن یزید العطار عن یحییٰ یعنی ابن ابی کثیر عن ابی قلابہ عن ابی المھلب۔

یہ سند صحیح ہے اور اسناد امام مسلم کی شرط پر ہے۔

متن یہ ہے عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال ان اخاکم النجاشی قدمات فصلّوا علیہ قال ونحن نری ان الجنازۃ قد اتت قال فصففنا فصلینا علیہ وانما مات بالحبشۃ فصلّی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ

وسلم حین دخل المدینۃ۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس موقف نے اس خیال کو رفع کر دیا کہ حدیث نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں غائبانہ جنازہ کے دعویدار کیلئے کوئی دلیل ہو جو بھی ہوا اللہ تعالیٰ کی لطیف قدرت سے ہوا جیسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اہتمام تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو خبر دی تھی کہ انہیں بیت المقدس کی طرف سیر کرائی گئی ہے پھر وہ اسی رات واپس اپنے گھر بھی لوٹ آئے تو قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا تھا۔

پھر حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے چند احادیث سے اس مؤقف کو ثابت کیا۔

۱۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد رایتنی فی الحجر و قریش تسالنی عن مسرای فسألونی عن اشیاء من بیت المقدس لما اتیتھا فکربت کربا ما کربت مثلہ قط فرفعہ اللہ عزوجل الی انظر الیہ فماسألونی عن شی الا انبأ تھم بہ۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں نے اپنے آپ کو حطیم میں پایا اور قریش مجھ سے میری سیر کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مجھ سے کہا چونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ بیت المقدس گئے ہیں تو آپ بیت المقدس کی ان چیزوں کے بارے میں بیان کرو مجھے ایسا دکھ ہوا جتنا مجھے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا پس اللہ تعالیٰ نے میری طرف بیت المقدس کو اٹھایا پس جو بھی انہوں نے مجھ سے پوچھا میں نے ان کو اس کے بارے میں خبر دی۔

اس حدیث کی سند بھی صحیح ہے۔

۲۔ جابر بن عبداللہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لمّا کذبتنی

قریش قمت فی الحجر فجلّی اللّٰہ عزوجل لی بیت المقدس فطفقت اُخبر ھم عن اٰثائه وانا انظر الیه۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارے بھائی حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو گئے پس ان کی نماز جنازہ پڑھو۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم آ گیا ہے حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری صفیں بنوائیں پس ہم نے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ ادا کی۔ آپ کا وصال تو حبشہ میں ہوا تھا جب آپ کا جسم مدینہ شریف میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

امام طحاوی کا تبصرہ:۔

ففی ھذا الحدیث مما کان عند اصحاب رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی امر النجاشی انه حمل الی المدینة بلطیف قدرة اللّٰہ عزوجل فی الیوم الذی مات فیه حتی صلی علیه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما یصلی علی من مات عندہ بالمدینة۔

"اس حدیث میں یہ ہے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا موقف یہ تھا۔ کہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جس دن آپ کا وصال ہوا اللہ تعالیٰ کی کمال مہربانی سے مدینہ شریف کی طرف اٹھایا گیا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی ایسے ہی نماز جنازہ پڑھائی جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف میں اپنے پاس فوت ہونے والے کی نماز جنازہ پڑھاتے تھے۔

ودفع ذلك ان یکون فی ھذا الحدیث حجة لمن اُطْلَقَ الصلوٰة علی المیت الغائب وکان ما کان من اللہ عزوجل فی ذلك من لطیف قدرته

كمثل ما كان لنبيه صلى الله عليه وآله وسلم لما كذبته قريش حين اَخبرَهم انه اسرى به الى بيت المقدس ثم رجع الى بيت من ليلته

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرمارہے تھے جب مجھے قریش نے جھٹلایا میں حطیم میں کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس روشن کر دیا میں شروع ہو گیا ان کو بیت المقدس کی مختلف چیزوں کی خبر دیکھ کر دے رہا تھا۔

اس حدیث کی سند بھی بالکل صحیح ہے۔ بخاری، مسلم کی شرط پر ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے اور وہ سند بھی صحیح ہے اور بخاری مسلم کی شرط پر ہے

اس کے بعد امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود اعتراض نقل کر کے اس کا جواب دیا ہے۔

فقال قائل: تفسير هذا الحديث الذى رويته عن عمران محال، لان فيه: ان الجنازة أتت فيما يَرْوُنَهُ الى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وأن صلاته عليه كان حين دخل المدينة، والجنازة لاتيان كهله والنجاشي لا دخول له، لأن الدخول انما يكون من الأحياء لا من الأموات۔

اعتراض: یہ حدیث جو آپ نے حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اس کی تفسیر محال ہے۔ کیونکہ اس میں یہ ہے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نگاہ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جسم کے مدینہ شریف میں داخل ہونے کے بعد اسکی نماز جنازہ پڑھائی۔ حالانکہ فوت شدہ جسم تو آ ہی نہیں سکتا اور حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو

داخل ہو ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ زندہ داخل ہو سکتا ہے مردہ تو داخل ہی نہیں ہو سکتا۔

امام طحاوی نے اس کا جواب دیا۔

فكان جوابنا له في ذٰلك بتوفيق الله جل وعزوعونه: أن هٰذا ونحوه قد يذكربه الاموات كما يذكر به الأحياء، لأنهم يقولون: قدحضرت الجنازةُ بمعنى: قدنا حضرت الجنازة ومثل هٰذا كثيرٌ في كلامهم، حتى يُقَال ذٰلك في كتاب الله عزوجُل، قال الله تبارك و تعالىٰ:

أَ فَاَمِنَ أَهْلُ الْقُرَى أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَائِمُوْنَ٥
أَوَ أَمِنَ أَهْلُ الْقُرَى أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ٥

(الاعراف:۹۷۔۹۸)

فاضاف الاتيان الى البأس، والبأس لايأتي، انما يُؤتى به، و مثلُ ذالك قوله عزوجل: (وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ) (الآیۃ: النحل:۱۱۲)

و كان اتيان الرزق اياها: انما هو باتيان من ياتي به اليها، فمثل ذالك ايضًا: اتيانُ الجنازة الى ما كان عند أصحابِ رسولِ الله ﷺ من اتيانها اليه ودخول النجاشي المدينة في الوقت الذي دخلها هو على ذالك مما فَعَلَهُ من سوى الجنازة، وسوى النجاشي، فارتفع ۔ بحمد الله ۔ أن يكون في هٰذا الحديث استحالة كما ذكر هٰذا المُدّعِي لذلك، و كان في هذا الحديث مايدفع انيكون لمن هرى الصلوٰة على الميت الغائب فيه حجة، وممن كان لديرى الصلوٰة على الميت الغائب ابو حنيفة و مالك و اصحابهما والله عزوجل لنساله التوفيق

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے اس معترض کیلئے ہمارا جواب یہ ہے۔ آنے کی

نسبت جیسے زندوں کی طرف ہوتی ہے فوت شدگان کی طرف بھی کی جا سکتی ہے کیونکہ عربوں کا مقولہ ہے کہتے ہیں قد حضرت الجنازہ جنازہ آ گیا۔ حالانکہ مطلب ہوتا ہے جنازہ لایا گیا اس طرح (اسناد مجازی) کلام عرب میں بہت زیادہ ہے یہاں تک کہ قرآن مجید میں بھی ایسا موجود ہے۔

"کیا بستیوں والے نہیں ڈرتے کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو آئے جب وہ سوتے ہوں یا بستیوں والے نہیں ڈرتے کہ اُن پر ہمارا عذاب دن چڑھے آئے جب وہ کھیل رہے ہوں"۔ ترجمہ کنز الایمان ۲۱۰

پس اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت عذاب کی طرف کی ہے حالانکہ عذاب خود نہیں آتا لایا جاتا ہے اور ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا فرمان۔

"اور اللہ نے کہاوت بیان فرمائی ایک بستی کہ امان و اطمینان سے تھی ہر طرف سے اسکی روزی کثرت سے آتی۔ (ترجمہ کنز الایمان: ص:۳۶۲، الآیۃ:۱۱۲)

اس بستی کے پاس رزق کا آنا اس بستی کی طرف رزق لانے والے کیساتھ ہے ایسے ہی حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فوت شدہ جسم کا اصحاب رسول اللہ ﷺ کے پاس آنا لانے والے کے لانے سے تھا اور حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدینہ شریف میں داخل ہونا جس وقت وہ مدینہ شریف میں داخل ہوئے اسی حالت میں داخل ہوئے جو آپ کے علاوہ کسی ذات کا فعل تھا۔ بحمد اللہ یہ اعتراض ختم ہو گیا کہ اس حدیث میں کوئی محال ہو جیسے معترض نے دعوی کیا تھا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں غائبانہ نماز جنازہ کو جائز سمجھنے والوں کیلئے کوئی دلیل نہیں ہے جن کے نزدیک غائبانہ جنازہ جائز نہیں ہے ان میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما اور آپ دونوں کے اصحاب ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہم توفیق کا سوال کرتے ہیں۔

باب دوم

روائیداد

غائبانہ جنازہ سیمینار کا آنکھوں دیکھا حال

صلاح الدین سعیدی

ایک عرصے کے بعد لاہور شہر میں کوئی خالص علمی پروگرام ہوا جس سے لاہور کا دھندلایا ہوا علمی چہرہ نکھر گیا۔ لاہور کی دھرتی نے سکھ کا سانس لیا کہ میری پیٹھ پر بسنے والے سیاسی شعبدہ بازوں، مذہبی بازیگروں، ثقافتی فریب کاروں اور علمی و روحانی بیوپاریوں کی بھیڑ میں کوئی ایسا سپوت بھی ہے۔

جو زندہ دلان لاہور کو ان کے اصل علمی تشخص سے آگاہی بخشنے کا سامان کر رہا ہے
جو نفس پرستوں کی اس منڈی میں روحانی بالیدگی ایسی جنس نایاب تقسیم کر رہا ہے
جو فکری آوارہ گردی کے اس دور میں فقہی مرکزیت، خود سپردگی اور ادخلوا فی السلم کافۃ کی تلقین ہی نہیں کر رہا بلکہ ایک ذمہ دار اور دردمند راعی کی طرح اپنی پوری قوت صرف کر کے حنفی بھیڑوں کو ادھر ادھر منہ مارنے سے پوری سنجیدگی اور قوت ارادی کے ساتھ روک رہا ہے۔

لاہور کی دھرتی آج خوش ہے کہ میری عظیم روایات کے ٹمٹماتے چراغ میں اپنا خون جگر ڈالنے والا کوئی روایت پسند آگے بڑھا ہے اور جدت پسندوں کو روایت کی اہمیت و افادیت سے آگاہ کرنے لگا ہے۔

آج برصغیر کا سب سے بڑا، معتبر اور بزرگ حنفی سید علی ہجویری اپنے مزار میں فرحت و سرور محسوس کر رہا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مزار پر جس حنفیت کا جلال و جمال مجھ پر منکشف ہوا تھا آج میرے ہی ایوان سے میرا ایک جلالی بیٹا اس حنفیت کے کامل دفاع کیلئے بڑے مہذب انداز میں بیک وقت تقریری اور تحریری میدانوں میں بڑی کامیابی سے چومکھی لڑ رہا ہے، کیونکہ اسے تقریر و تحریر کے میدانوں کے علاوہ زرد صحافت اور داخلی عدم تعاون کا بھی سامنا ہے۔

اپنے عقیدہ پر غیر متزلزل ایمان کے حامل سادہ دل اور بے لوث عام مسلمانوں کے پاکیزہ جذبات واحساسات آج اقبال کے ایک فارسی مصرع

دیدہ ام صدق و صفارا در عوام

کی عملی تفسیر بنے ہوئے ہیں "ہر قدم ہر راستہ داتا دربار کی طرف" آج نعرہ نہیں حقیقت نظر آرہا ہے۔ میڈیا کی تمام تر بے حسی کے باوجود عوام نے خود ایک زبردست تشہیری مہم چلائی اور زندگی کے تمام شعبوں کے لوگوں کو بھرپور دعوت دی۔

لاہور کا کوئی مدرسہ بھی ایسا نہیں جس کی نمائندگی اساتذہ یا طلبہ کی صورت میں نہ ہوئی ہے۔ شہر کے مضافات سے لوگ قافلہ در قافلہ اور شہر کے گلی کوچوں سے قطار اندر قطار چلے آرہے ہیں "خفیہ ہاتھ" انتظامی معاملات میں روڑے اٹکا کر اپنا فرض منصبی ادا کر رہے ہیں لیکن انسانی سمندر کی موجیں انہیں کچھ سوچنے پر مجبور کر رہی ہیں۔

ملک کی غیر یقینی سیاسی صورتحال، آئے دن کے بم دھماکے اور حکومت کی تبدیلی جیسے عوامل ومحرکات کے باوجود اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کا شہر کے ایک گنجان ترین علاقے میں جمع ہو جانا انتظامیہ قیافہ بازوں اور افواہ سازوں کے لیے لمحۂ فکریہ بنا ہوا ہے۔ لیکن اہل شوق کے کاروان بڑھتے چلے آرہے ہیں گویا

روکا نہ جا سکے گا سیل رواں ہمارا

ادارہ صراط مستقیم کے ذمہ داروں کی انتظامیہ سے میٹنگ اور خصوصاً ڈاکٹر سید طاہر رضا بخاری کی غیر معمولی مستعدی کے باعث پروگرام شروع ہوا۔ تلاوت کلام پاک نے کانوں میں رس گھولا پھر نعت کا دبستان کھلا، پھر عمران جلالی نے ترانہ صراط مستقیم پڑھا جس سے ہال پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ نقیب محفل شدت جذبات سے جملوں پر قابو نہیں رکھ پا رہے تھے۔ اسٹیج پر چیدہ چیدہ لوگوں کے علاوہ صلۂ رحمی کا نظارہ بھی تھا۔ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہٗ کے مقالہ سے قبل۔

اعلی حضرت امام احمد رضا کے خلیفہ مفتی غلام جان ہزاروی کے فرزند ارجمند

حضرت مفتی قاضی محمد مظفر اقبال رضوی

کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ مفتی صاحب قبلہ نے فرمایا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجھے آج اہل سنت کے باغ میں یہ بہار دیکھ کر بڑی مسرت ہو رہی ہے۔ یہ محنت ہے اس باغ کو بچانے میں اس مالی کی جس نے صراط مستقیم کے عنوان سے آپ حضرات کے دلوں کو ایک مقناطیسی قوت کے ساتھ کھینچا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں پڑھ بھی رہا ہوں سن بھی رہا ہوں کہ لمحہ لمحہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف صاحب کا قدم آگے ہی بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ کامیابی انکے قدم چومتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ دعا کیجئے اللہ تبارک وتعالی اس عظیم شخصیت کے پائے استقلال میں اور زیادہ مضبوطی فرمائے اور اس وقت ملک پر جو بادل چھائے ہوئے ہیں اس عظیم اسکالر کی جدوجہد سے یہ ساری نحوستیں دور ہو جائیں اور اسلام کا جھنڈا بلند ہو جائے۔ اس وقت بہت سے لوگوں نے قسم قسم عنوانات سے تنظیمیں قائم کر رکھی ہیں، اہلسنت نے ان کا ساتھ دیا لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ انہوں نے سنیت کا حق ادا نہ کیا سنیوں کو سیڑھی بنا کر وہ بام عروج تک پہنچ گئے لیکن آج اللہ تبارک تعالی نے سنیوں کو ایک ایسا عالم عطا فرمایا جو اپنی بات نہیں کرتا رضا کی بات کرتا ہے دعا کیجئے یہ فکر رضا کو لیکر چلے ہیں تو اس کے جھنڈے پورے عالم اسلام میں گاڑنے کیلئے اللہ تبارک وتعالی ان کا ساتھ دے۔

میں ڈاکٹر صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ میں نے ایک دفعہ پہلے بھی کہا تھا کہ آپ کام کریں گے تو لوگ آپ ساتھ ہونگے آپ نے دیکھا خلوص وللّٰہیت کا یہ عالم ہے کہ لوگ جوق در جوق اس طرح سے کھنچے ہوئے آ رہے ہیں

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

اللہ کرے استاذ المحدثین حضرت مولانا سید محمد جلال الدین شاہ صاحب اور استاذ العرب والعجم حضرت مولانا علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں ان کے ساتھ ہوں اور انشاء اللہ ان کے ساتھ ہیں۔ ڈاکٹر صاحب آپ کام کریں جب آپ کام کریں گے ہمیں بلائیں گے تو ان شاء اللہ اپنے شانہ بشانہ تیار پائیں گے۔

بعد ازاں جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور کے ناظم اعلیٰ اور لاہور کی جانی پہچانی شخصیت حضرت **صاحبزادہ رضائے مصطفی نقشبندی**

نے اظہار خیال فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ العلماء ورثۃ الانبیاء،

آج حضور فیض عالم داتا گنج بخش کے قدموں میں یہ فکری وروحانی اجتماع اس بات کی علامت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پہلے بھی مضبوط ہاتھوں میں تھا اللہ کے فضل سے یہ آج بھی مضبوط ہاتھوں میں ہے اور قیامت تک مضبوط ہاتھوں میں رہے گا۔ بڑے بڑے اکبر اور بڑے بڑے دجال اس دین کو نا کام کرنے کیلئے آگے بڑھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں کبھی مجدد الف ثانی کو بھیج دیا کبھی امام احمد رضا کو اسی کی کرم نوازی ہے کہ آج کے اس پر فتن دور میں اللہ تعالیٰ نے ایک جلالی کو بھیج دیا ہے۔ ہمیں بڑی امیدیں ہیں اللہ تعالیٰ اہل سنت کے اس شیر دل عالم دین کو اور برکت عطا فرمائے۔

ڈاکٹر صاحب قبلہ ان کی محبت ہے اہل علم کا ایک سیلاب ہے جو بڑھتا چلا آرہا ہے۔ اللہ جل مجدہ الکریم ہمارے اس نوجوان صالح مفکر عالم دین کو بے حساب علم کی بہاریں نصیب فرمائے یہ جتنے حسین نورانی چہرے موجود ہیں اللہ تعالیٰ صحت کے ساتھ تادیر ان کو سلامت رکھے۔ جزاک اللہ خیراً

پھر جامعہ نظامیہ رضویہ کے استاد، ماہر اقبالیات استاذ العلماء حضرت مولانا

علامہ حافظ خادم حسین رضوی

نے خطاب فرمایا۔

وانك لتهدی الٰی صراط مستقیم، گرامی قدر حضرات جہاں بھی آپ کو جگہ ملے تشریف رکھیں انتظامیہ سے مت الجھیں یہ ہمارے نظم وضبط کا امتحان ہے۔

گرامی قدر حضرات قبلہ علامہ الحافظ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی زید مجدہ الکریم ادارہ صراط مستقیم کے بانی ہیں۔ اور آپ حضرات کے سامنے تشریف فرما ہیں۔

آپ بڑی محبت سے تشریف رکھیں یہ بڑا علمی موضوع ہے جس پر آپ نے خطاب فرمانا ہے۔ یہ کوئی مناظرے کا رنگ نہیں ہے۔ ایک مسئلہ کی وضاحت مقصود ہے۔ کسی کو زیر کرنا مقصود نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت نے غائبانہ نماز جنازہ کے مسئلہ میں نواب صدیق حسن خان بھوپالی کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ نواب صاحب نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنوب کی طرف منہ کر کے نجاشی کا جنازہ پڑھایا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کا رخ قبلہ کی طرف ہو اور میت غیر قبلہ پڑی ہو تو نماز جنازہ ہو جاتی ہے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کمال ہے آپ نے شرح بخاری لکھی ہے آپ کو اتنا بھی نہیں پتہ کہ مدینہ منورہ سے جنوب کی جانب قبلہ ہے۔ اور حبشہ بھی جنوب کی جانب ہی ہے۔ آخر میں ڈاکٹر صاحب سے یہ کہہ کر اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔

یاالٰہی کلکِ آصف کو بنا کلکِ رضا
دشمن دین یہ نہ سمجھیں کہ رضا جاتا رہا

آخر میں ادارہ صراط مستقیم لاہور کے نگران حضرت علامہ مولانا

قاری محمد خان قادری آف والٹن

نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہر نور خدا　　　ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

معزز سامعین حضرات! سب سے پہلے مفکرِ اسلام شیخ الحدیث حضرت علامہ ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب دامت برکاتہم العالیہ بانی ادارہ صراط مستقیم پاکستان میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اپنی پوری ٹیم کی طرف سے اور ہمارے جتنے معزز مہمان علما کرام اسٹیج پر تشریف فرما ہیں مشائخ عظام تشریف فرما ہیں۔ ادارہ صراط مستقیم پاکستان لاہور کی جانب سے ان کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں اور خصوصاً آپ حضرات نے ہماری توقع سے زیادہ محبت کا اظہار فرمایا ہے، میں شکریہ کے ساتھ ایک دو باتیں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں آج کا یہ خوبصورت سیمینار اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہم ادارہ صراط مستقیم کے کام کو لاہور میں داتا صاحب کی نگری میں اتنا منظم کر دیں کہ جس طرح آج آپ محبت کے ساتھ آپ یہاں تشریف فرما ہیں، ایک اس سے بڑا سیمینار مینار پاکستان کے سائے میں بھی ہونا چاہیے۔ نورانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد قوم پریشان تھی کہ ہمارے پاس کوئی بندہ ہی نہیں، کہاں جائیں، لیکن ہر دور میں اللہ والے دنیا میں آتے رہتے ہیں اور وہ کام بھی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالی نے بڑی خوبیوں سے نوازا ہے۔ ہماری قوم تھوڑی جذباتی ہے، نعرے بہت لگاتے ہیں، کام کم کرتے ہیں۔

اس کے بعد ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب کو مقالہ کی دعوت دی گئی عوام کا جوش وخروش دیدنی اور نعرے شنیدنی تھے۔

ڈاکٹر صاحب کے مقالہ نے تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ جو بھی لوگ آئے علم وعرفان

کے موتیوں سے اپنی جھولیاں بھر کے لے گئے۔

یہ مقالہ ''غائبانہ جنازہ جائز نہیں'' کتابی صورت میں والٹن کے ایک فلاحی اور اشاعتی ادارے نے چھاپ کر مفت تقسیم کیا۔ 2 ہزار کی تعداد میں چھپنے والا یہ رسالہ جلسہ گاہ میں موجود سامعین کی تعداد کا مقابلہ نہ کر سکا اور آدھے سامعین، قارئین کا درجہ نہ پا سکے۔

64 صفحات کا یہ رسالہ ایک علمی سوغات کی حیثیت رکھتا ہے۔ آخر میں ایک صفحہ پر حبشہ کا نقشہ ہے اور ایک صفحہ پر راقم کی نظم ''ادارہ صراطِ مستقیم'' شامل اشاعت ہے جس کے چند اشعار قارئین کی نذر ہیں۔

عظمتوں کا ایک حوالہ ہے صراطِ مستقیم
پستیوں میں اک ہمالہ ہے صراطِ مستقیم

والئی بغداد کا یہ ہے رُوحانی سلسلہ
معرفت کی مے کا پیالہ ہے صراطِ مستقیم

خیر آبادی کا امین اور وارث فکرِ رضا
فقہ حنفی کا اجالا ہے صراطِ مستقیم

شاہ جلال الدین کی فیضانِ علمی کی نمود
بھکھی لنگر کا نوالہ ہے صراطِ مستقیم

یہ ادارہ ہے نظامِ مصطفیٰ کا پہرے دار
فکرِ نورانی کی مالا ہے صراطِ مستقیم

مجھ سے گر پوچھے کوئی جنت کا سیدھا راستہ
اے سعیدی لا محالہ ہے صراط مستقیم

جامعہ نعیمیہ لاہور کے سربراہ، تنظیم المدارس پاکستان کے ناظم اعلیٰ، حضرت

علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی

نے بہت مختصر اور پُر لطف اظہارِ خیال فرمایا۔ آپ نے کہا غائبانہ جنازہ کی اتنی تحقیق کے بعد سوائے اُس کے جس کے دل پر مہر لگی ہے اور وہ ختم اللہ علی قلوبھم کے مصداق ہے تو اس کے علاوہ کسی کے ذہن میں کوئی خدشہ باقی نہیں رہ گیا۔ اس پر مزید کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے یا لا حاصل ہے ۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ آج کا یہ پروگرام ''ان'' کے لیے بھی غائبانہ نماز جنازہ ثابت ہوا۔ اور وہ جان چکے ہوں گے غائبانہ نماز جنازہ کے وقت انسان کے اوپر جو کیفیات گزرتی ہوں گی وہ کیا ہونگی۔

اگر میت سامنے موجود ہے، حقیقتاً وہ بھی ایک ایصال ثواب ہی ہے۔ اور اگر موجود نہیں ہے وہ بھی ایصال ثواب ہے۔ لہذا وہ ایصال ثواب سے انکار نہیں کر سکتے، اور ہمارا دعویٰ یہی ہے کہ تم ایصال ثواب کے قائل ہو۔ اس لیے ان میں اگر تھوڑی سی بھی حمیت باقی ہے تو آئندہ سے اس امر کا اظہار کر دیں کہ ہم بھی ایصالِ ثواب کو مانتے ہیں، چاہے وہ کسی بھی انداز سے کیوں نہ ہو۔ اگر مان لیتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ آج کی اس اہم محفل کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

ابھی آپ نے ایک بہت بڑے اُستاد پیر عرفان مشہدی کے تلمیذِ خاص ڈاکٹر جلالی کی گفتگو کو سُنا ہے تو جب وہ خود استاد محترم تشریف لائیں گے تو آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ کس قدر فیضان ہے محدثِ کبیر کا جو آج بھی رواں دواں ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی رواں دواں رہے گا۔

پروگرام کے سب سے آخر میں ڈاکٹر اشرف نے آصف جلالی کے اُستاد محترم اور پیرزادے، ممتاز علمی اور روحانی پیشوا، حضرت

پیر سید محمد عرفان شاہ مشہدی

نعروں کی گونج میں اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئے۔

کس شیر کی آمد ہے کہ رَن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخ کُہن کانپ رہا ہے
رُستم کا بدن زیرِ کفن کانپ رہا ہے

پیر صاحب نے اللہ تبارک کی حمد وثناء اور حضور سید المرسلین کی بارگاہ میں درود و سلام پیش کرنے کے بعد فرمایا: محترم اور معزز سامعین اہل اسلام، اہلسنت والجماعت عاشقان مصطفیٰ ﷺ آج سب سے پہلے ماہ ربیع الاول شریف کی آمد آمد کی سب عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ آج کی یہ عظیم تقریب، یہ سیمینار ایک دینی مسئلہ کے احیا اور اس کی حقیقت کو واضح کرنے کیلئے منعقد کی گئی ہے۔ آپ نے دیکھا اور سنا کہ ہمارے ممتاز عالم دین اور سکالر متبحر علماء عرب وعجم اور عظیم محقق، مدرس، مصنف، مفتی، خطیب اور عصر حاضر میں علمائے حق کی آبرو، حضرت علامہ ڈاکٹر مولانا محمد اشرف آصف جلالی بلّغہ اللہ تعالیٰ الی ذروۃ الکمال نے آج اس تقریب میں غائبانہ نماز جنازہ کے مسئلہ پر تحقیق پیش کی ہے اور احناف اہلسنت وجماعت کا مسلک واضح کیا ہے۔ میں چونکہ دیگر ایک دو تقریبات میں وعدہ کر چکا تھا اور حضرت کے ساتھ بھی میرا وعدہ تھا کہ میں ضرور حاضری دونگا، اور جو کچھ انہوں نے فرمایا پریس سے میرے پاس مقالہ پہنچا ہے۔ میں نے پورا مقالہ دیکھا ہے اور خاص خاص مقامات سے تو غور سے پڑھا ہے۔ سب سے پہلے میں تنظیم المدارس کے ناظم اعلیٰ اور ہمارے ممتاز قائد اور عالم دین ڈاکٹر محمد سرفراز احمد نعیمی مدظلہ العالی اور حضرت علامہ مولانا قاضی مظفر اقبال رضوی دامت برکاتہ العالیہ، اور مولانا خادم حسین رضوی

دامت برکاتہ العالیہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور آستانہ عالیہ گھنک شریف سے میاں صاحب کا کہ انہوں اس سیمینار میں بھر پور ساتھ دیا اور توقع رکھتا ہوں کہ آئندہ بھی ساتھ دیں گے۔ رب تعالی اس جماعت سے راضی ہے تبھی اس نے اتنے قیمتی موتی اس جماعت میں پیدا کیئے۔ یہ کام کا نقطہ آغاز ہے ہم نے ابھی بہت آگے جانا ہے۔ ابھی ہم نے البانی کا تعاقب کرنا ہے، ابھی ہم نے ابن تیمیہ کا تعاقب کرنا ہے ابھی ہم نے شوکانی کا تعاقب کرنا ہے، ابھی ہم نے جنت البقیع کے مدفونین کی قبروں کی پامالی کا بدلہ لینا ہے ہمارے اہداف بڑے بلند ہیں۔ ہم نے پاکستان ہی نہیں الجزائر سے لیکر مراکش تک البانی اور ابن تیمیہ کے فکری مظالم کا بدلہ لینا ہے۔ ڈاکٹر صاحب آپ نو جوان نہیں آپ ہمارے شاگرد نہیں بلکہ میں آپ کو خطاب دیتا ہوں یہ نو جوان بزرگ ہے جو بزرگوں کا بھی اس وقت مقتدیٰ بن سکتا ہے ہم اسکو فکری قائد مانتے ہیں۔ ہمیں فخر ہے اسکی قیادت پر ہم تحقیق کے میدانوں میں اور ہم نظریہ کے میدانوں میں تعاقب کریں گے اور ہم جنگ لڑیں گے البانی کے زہریلے اور مسموم نظریات کا پوری دنیا میں ہم تعاقب کریں گے اور علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر عہد کرتے ہیں اس وقت تک یہ علماء کا جلالی قافلہ چین نہیں لے گا جب تک ہم گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فتنہ کو جڑوں سے اکھاڑ کر پھینک نہیں دیتے۔ ہماری جماعت میں ایسے افراد موجود ہیں اور ہم پر امید ہیں۔ الحمد للہ پنجابی میں کہتے ہیں جھلاں وچ کانے ہوندے رھندے نیں، ابھی میرے حافظ الحدیث کے اس گلشن میں بہت سے مہکتے پھول ہیں۔ یہ ان میں بڑا اگل سر سبد ہیں۔ ہمیں ان پر فخر ہے ہمارے جتنے بھی زندگی کے سانس ہیں ہر سانس پر ہم اس نو جوان کی تائید بھی کریں گے اس کیلیئے بنیاد بھی بنیں گے اور میں خوشی محسوس کرونگا کہ ان کا جو بھی کام ہو وہ مجھے آگاہ رکھتے ہیں اور اس آگاہی پر ہمیشہ میرے دل سے دعائیں نکلتی ہیں کہ الحمد للہ اہلسنت کا مستقبل روشن ہے اور اس نو جوان کی ہر سانس میں اللہ نے اہلسنت کیلیئے بہت سی برکات رکھی ہیں۔ علماء کا

یہ فخر ہے صلحاء کا یہ فخر ہے، علمائے عرب و عجم کا فخر ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ ان کے اوقات میں بہت برکتیں عطا فرمائے اور انہیں نظر بد سے محفوظ رکھے اللہ ان کی زندگی دراز فرمائے اور انکے ذہن کو ایسے ہی زرخیز رکھے اور ایسے ہی مہکتے پھول تحقیقات کیلئے پیش کرتے رہیں۔ آخر میں اپنی طرف سے مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عادت کریمہ کے مطابق انہیں ایک تحفہ دینا چاہتا ہوں۔ جب حضرت محدث اعظم مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منظور نعمانی کو چت کیا تو مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے ان کیلئے بہت سے انعامات فرمائے میں کبھی بھی اس قابل نہیں میں اصل میں بھکھی شریف کا بھی گدی نشین نہیں ہوں اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہی بھکھی شریف ہے۔ بھکھی شریف میں نہیں ہوں۔ میں بھکھی شریف کی خاک کا ایک معمولی ذرہ ہوں وہاں بڑے بڑے مشائخ ہیں حضرت کے جانشین میرے بڑے بھائی ہیں لیکن میں نظریہ اعلحضرت رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ جو تڑپ رکھتا ہوں اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ میں انہیں ایک ادنیٰ سا تحفہ دینا چاہتا ہوں۔ اس لیے کہ کوئی نئی کتاب آئے گی کوئی نئے دلائل آئیں گے اور کوئی نیا باب کھلے گا سرکار کی عظمتوں کا اور نئے ولولے کیساتھ نئے جذبے کیساتھ اس وقت دو بزرگوں کی طرف سے ایک میں اپنے ابا جان حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایک لاکھ روپیہ حضرت کیلئے بطور تحفہ پیش کرتا ہوں اور ایک لاکھ روپیہ میں حضرت داتا گنج بخش کے اس آستانے کا خادم سید ہونے کے ناطے ایک لاکھ روپے یہاں داتا صاحب کے پاس اجتماع منعقد کرنے پر داتا گنج بخش کے نام پر پیش کرتا ہوں داتا صاحب کا روحانی فیض تو انہیں مل ہی رہا ہے میں چاہتا ہوں ساتھ اس لحاظ سے بھی خالی نہ جائیں۔ چنانچہ اس مجلس میں دو لاکھ روپیہ میں حضرت کو دینی تحقیقات کیلئے ذاتی طور پر پیش کرتا ہوں۔ وہ چاہیں تو کتابیں خریدیں یا دیگر کسی مصرف میں لے آئیں۔ سچی بات یہ ہے کہ اتنا بڑا اجتماع یہ انکے ادارہ صراط مستقیم ہی کی کارکردگی ہے یہ انکے دروس اور آپکے ساتھ رابطے کا اثر ہے۔

آپ کو دیکھ کر میرا کلیجہ اتنا بڑا ہو گیا یقین فرمائیں مجھے بہت حوصلہ ہو گیا۔ بڑا افسوس ہوتا تھا کہ لوگ صرف ہیکیں سننے آتے تھے، سنگیت سننے آتے تھے۔ اب تحقیق سننے بھی آنے لگے ہیں۔ مجھے لگنے لگا ہے کہ ہم زندہ ہو گئے ہیں۔ آپ پر بھی بڑی خوشی ہے۔ میں ایک فقیر غریب سید ہوں ہاتھ جوڑ کر علمائے اہلسنت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ کی عظمت کو سلام پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ اسی طرح کشادگی کا مظاہرہ کرتے رہے تو وہ دن دُور نہیں جب سنی انقلاب آجائے گا۔ انشاءاللہ

بعدازاں صلوٰۃ وسلام اور دُعا پر 8 مارچ کو شروع ہونے والا یہ اجتماع 9 مارچ کو اختتام کو پذیر ہوا۔ پیر صاحب نے جس طرح اپنے شاگرد اور اپنے والد صاحب کے مرید کی حوصلہ افزائی فرمائی اس طرح اگر تمام پیرزادگان عمل فرمائیں تو اہلسنت میں تحقیق کا ذوق بیدار ہو سکتا ہے، آزمائش شرط ہے۔

ا: اسی طرح ایک حدیث میں ہے ویشھد جنازۃ کہ جنازے پر حاضر ہو نہ کہ غائب پہ پڑھتے رہو

باب سوم

تقاریظ

مناظر اسلام حضرت علامہ پروفیسر محمد انوار حنفی صاحب

کوٹ رادھا کشن

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔

جن مسائل پر امت مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کا اتفاق چلا آرہا ہے ان مسائل میں ایک مسئلہ غائبانہ نماز جنازہ کا ہے جسے آج ایک استعماری سازش کے تحت متنازعہ بنانیکی کوششیں کی جارہی ہیں حالانکہ

1۔ حضرت نجاشی کے جنازہ پڑھانے کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں تیرہ مختلف مقامات پر ہے۔ حضرت نجاشی کا جنازہ رجب ۹ ہجری میں پڑھایا گیا۔ (سیر اعلام النبلاء للذھبی جلد نمبر ا ص ۴۴۳، طبع مؤسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان)

اور اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ۵۹ ہجری میں ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء جلد ۲ ص ۶۲۶)

اب اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت نجاشی کے جنازہ کے بعد پچاس سال تک زندہ رہے لیکن ان پچاس سالوں میں آپ نے ایک بھی غائبانہ جنازہ نہیں پڑھا اور نہ ہی پڑھایا۔

۲۔ حضرت نجاشی کے جنازہ کی حدیث کے دوسرے راوی حضرت عمران بن حصین ہیں دیکھئے (صحیح ابن حبان جلد نمبر ۴ ص ۲۹، مسند احمد جلد نمبر ۴ ص ۴۴۶، التمھید لابن عبدالبر جلد نمبر ۶ ص ۳۳۲)

حضرت عمران بن حصین کا انتقال ۵۲ ہجری میں ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء للذہبی جلد نمبر ۲ ص ۵۱۱)

حضرت نجاشی کے جنازہ کی حدیث کے خود راوی ہیں آپ حضرت نجاشی کے جنازہ کے بعد ۴۳ تینتالیس سال تک زندہ رہے لیکن آپ نے ان ۴۳ تینتالیس سالوں میں ایک بھی غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھی ہے اور نہ ہی پڑھائی ہے۔

۳۔ حضرت نجاشی کے جنازہ والی تیسری حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راوی حضرت حذیفہ بن اسید ہیں دیکھئے، مسند ابو داؤد الطیاسی حدیث نمبر ۱۰۶۸، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۵۸۷، مسند احمد جلد ۴ ص ۷، حضرت حذیفہ بن أسید کا انتقال ۴۲ ھ میں ہوا۔ (تقریب التھذیب للعسقلانی ص ۶۶) حضرت حذیفہ حضرت نجاشی کے جنازہ کے بعد ۳۳ تینتیس سال زندہ رہے لیکن اس دوران آپ نے ایک بھی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہیں فرمائی۔

۴۔ چوتھی حدیث حضرت نجاشی کے جنازہ کی حضرت مجمع بن جاریہ سے مروی ہے دیکھئے، مسند احمد جلد ۴ ص ۶۹، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۵۳۶، مسند احمد جلد ۵ ص ۳۷۶۔ حضرت مجمع بن جاریہ کا وصال حضرت امیر معاویہ کے دور حکومت میں ہوا۔

(تھذیب التھذیب للعسقلانی جلد ۱۰ ص ۴۳، طبع دار الفکر بیروت لبنان)

تو اس اعتبار سے حضرت مجمع بن جاریہ بھی تقریباً ۴۵ پنیتالیس سال سے زائد عرصہ زندہ رہے لیکن آپ نے ایک بھی غائبانہ جنازہ ادا نہیں فرمایا۔

۵۔ پانچویں حدیث جنازۂ حضرت نجاشی کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں دیکھئے، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۵۳۸۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ۷۳ھ میں ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء جلد ۳ ص ۲۳۲) آپ اس واقعہ کے بعد ۶۴ چونسٹھ سال زندہ رہے لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بھی اس عرصہ میں غائبانہ نماز جنازہ نہ

پڑھی ہے اور نہ ہی کسی مسلمان کی پڑھائی۔

غائبانہ نماز جنازہ کے قائلین کی طرف سے دوسری دلیل حضرت معاویہ بن معاویہ المزنی کے جنازہ کی دی جاتی ہے دیکھئے۔ (کتاب اولیاء لابن ابی الدنیا حدیث نمبر ۲۱، موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا جلد نمبر ۲ ص ۳۹۲، طبع المکتبۃ العصریہ بیروت لبنان، الاستیعاب لابن عبدالبر جلد ۳ ص ۴۷۲، الاصابہ للعسقلانی جلد ۳ ص ۴۱۶، فضائل القرآن لابن ضریس حدیث نمبر ۲۷۳، مسند ابی یعلی الموصلی جلد ۴ ص ۲۱۰ حدیث نمبر ۴۲۵۱، الضعفاء الکبیر للعقیلی جلد ۳ ص ۲۴۲، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۴ ص ۵۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کا وصال ۹۳ھ میں ہوا۔ (الکاشف جلد ۱ ص ۸۸) گویا آپ حضرت معاویہ بن معاویہ المزنی کے بعد از جنازہ ۸۴ چوراسی سال زندہ رہے لیکن آپ نے ایک بھی غائبانہ نماز جنازہ نہ خود ادا فرمایا ہے اور نہ ہی پڑھایا ہے۔

۲۔ حدیث معاویہ بن معاویہ کے دوسرے راوی حضرت ابوامامہ الباھلی ہیں آپ کی روایت عمل الیوم اللیلۃ لابن السنی ص ۶۸ حدیث نمبر ۱۸۰، طبع مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت لبنان، الاستیعاب جلد ۳ ص ۴۷۴ میں ہے۔ حضرت ابوامامہ الباھلی کا وصال ۸۶ میں ہوا۔ (الکاشف جلد ۲ ص ۲۶، ترجمہ ۲۴۱۲)

حضرت ابو امامہ الباھلی حضرت معاویہ بن معاویہ المزنی کے جنازہ کے بعد ۷۷ ستتر سال تک زندہ رہے اور اس طویل عرصہ میں کسی ایک شخص کی نہ تو خود غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے اور نہ پڑھائی ہے۔

جب خود غائبانہ نماز جنازہ کی احادیث روایت کرنے والے راویوں نے نہ تو

خود غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے اور نہ ہی کہیں غائبانہ جنازہ پڑھایا ہے۔ چونکہ یہ آج کل ایک خاص طبقہ کی طرف سے فتنہ اٹھایا جارہا ہے مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب جو کہ ہمارے ملک کی ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کی ایک عظیم علمی شخصیت ہیں اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے میدان عمل میں اترے اور دلیل و برہان کے زیر سایہ آپ نے اسلام کے حقیقی موقف کو کہ غائبانہ جنازہ ہرگز جائز نہیں ہے اس سلسلہ میں آپ نے دلائل کے انبار لگا کر اپنے محقق عظیم ہونے کا ثبوت پیش فرما دیا ہے اللہ تعالیٰ محترم ڈاکٹر صاحب کی اس کاوش و کوشش کو اپنی بارگاہ قبول فرمائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کنز العلماء کی سعی مشکور

استاذ العلماء حضرت مفتی ظہور احمد جلالی مہتمم دارالعلوم محمدیہ اہلسنت مانگامنڈی لاہور

ازقلم: شارح حدیث نجد۔ظہور احمد جلالی

بحمدہ تعالیٰ و بالصلاۃ والسلام علی رسولہ الا علی و آلہ واصحابہ

اھل الفضل والتقوی

عقیدہ صحیحہ اہلسنت و جماعت اور سلف صالحین کے سچے متبعین۔ اول یوم سے لے کر آج تک تسلسل سے چلے آرہے ہیں اور ہر دور میں سواد اعظم کے اعزاز سے شرفیاب رہے۔ اللھم زد فزد البتہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق قیامت کے قریب ایمان سکڑتا چلا جائے گا اور منافقت پھیلتی چلی جائے گی۔

یعنی اہل حق کی نسبت گمراہ لوگ غلبہ پاتے جائیں گے کی تصدیق ہمارے سامنے ہو رہی ہے کہ ڈیڑھ دو سو سال سے نمودار ہونے والے انگریز کے چند وظیفہ خواروں کی ذریت کس زور سے پھیل رہی ہے کس انداز میں راتوں رات مسجد بن جاتی ہے جبکہ وہاں ایک یا بمشکل ڈیڑھ آدمی ایسا ہوتا ہے جو راتوں رات مسجد بنانے والوں کا ہم خیال و پیروکار ہو۔

ایسے پرفتن دور میں رہنمائی کے سچے طلبگار کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ بکثرت موجود ہیں صرف طلب صادق کا جذبہ درکار ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمراہوں کی نشاندہی فرماتے ہوئے انکی ایک علامت یہ بیان فرمائی۔

حدیث شریف: عن حذیفه بن الیمان رضی الله عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان مما اتخوف علیکم رجل قرء القرآن حتی اذا رویت بهجته علیه و کان رداء الاسلام اعتراه الی ماشاء اللّٰه انسلخ منه و نبذه وراء ظهره وسعی علی جاره بالسیف ور ماه بالشرك قال قلت یانبی الله ایهما اولی بالشرك المرمی اوالرامی قال بل الرامی هذا اسناد جید والصلت بن بهرام کان من ثقات الکوفین ولم یرم بشی سوی الارجاء وقدّوثقه' الامام احمد بن حنبل و یحی بن معین۔ (تفسیر ابن کثیر ص۲۶۵ ج۲) ابونعیم کنز العمال نمبر ۸۹۸۵ ص۸۷۲ ج۳

ترجمہ: صاحب سر رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تم پر اس شخص کا ڈر ہے جو قرآن پڑھے گا جب اس پر قرآن کی رونق آ جائے گی اور اسلام کی چادر اس نے اوڑھ لی ہو گی تو اسے اللہ جدھر چاہے گا بہکا دیگا وہ اسلام کی چادر سے صاف نکل جائے گا اور اسے پس پشت ڈال دیگا اور اپنے پڑوسی پر تلوار چلانا شروع کر دیگا اور اسے شرک سے متہم و منسوب کر دیگا (یعنی شرکت کا فتوی لگائے گا) (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا! اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم شرک کا زیادہ حقدار کون ہے؟ دونوں جگہوں پر شرک کا لفظ ہے۔ شرکت کی تہمت لگایا ہوا یا شک کی تہمت لگانے والا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ شرک کی تہمت لگانیوالا شرک کا زیادہ حق دار ہے۔

یہ سند جید ہے اور صلت بن بہرام ثقہ کوفی لوگوں میں سے ہے اور ارجاء کے سوا اس پر کسی الزام کی تہمت نہیں امام احمد بن حنبل و یحی بن معین اور دیگر حضرات نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

اس ایٹم بم حدیث کا ترجمہ کرتے وقت تفسیر ابن کثیر کے مترجم مشہور وہابی مولوی محمد میمن جونا گڑھی نے پوری طرح یہودیت کا مظاہرہ کیا ہے ترجمہ ملاحظہ ہو۔

ترجمہ جونا گڑھی!

چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو تم پر کچھ اس قسم کا اندیشہ ہے جیسے وہ آدمی قران کا علم رکھتا تھا، قرآن کی برکت اس کے چہرے سے ظاہر تھی اسلامی شان تھی لیکن اللہ کی دی ہوئی بدبختی نے اس کو آگھیرا۔ اس کے احکام اس نے پس پشت ڈال دیئے وہ اپنے پڑوسی پر تلوار لے دوڑا، یہ الزام لگا کر کہ اس نے شرک کیا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ الزام لگانے والا خطا کار تھا یا جس پر الزام لگایا گیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ خطا کار الزام لگانے والا تھا۔

تفسیر ابن کثیر پارہ نمبر ۹ صفحہ ۴۷ جلد ۲ کتابت شدہ قدیم ایڈیشن مطبوعہ نور محمد آرام باغ کراچی

صاحب عقل سلیم کے لیے حق کی پہچان کرنے کیلئے ایک حدیث شریف ہی کافی ہے کہ وہ دیکھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کا الزام دینے والوں کو منافق قرار دیا ہے تو وہ کون لوگ ہیں اور جن کو شرک سے بری قرار دیا ہے وہ کون لوگ ہیں؟

نیز بغور دیکھئے کہ مولوی محمد میمن جونا گڑھی کو غلط ترجمہ کرنے کی مجبوری کیا تھی تو حق نصف النہار کے سورج کی طرح چمکتا ہوا نظر آئے گا۔

ایک تلخ حقیقت!

خاتم المحدثین حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ الاصابۃ فی تمییز الصحابہ کے دیباچہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔ مخضرمین کے بارے میں

و ھولاء لیسوا صحابہ باتفاق من اھل العلم بالحدیث

حدیث کا علم رکھنے والوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ لوگ صحابی نہیں ہیں۔

الاصابۃ ج اصفحہ ۷

چند سطر بعد ان کی مروی احادیث کے بارے میں لکھتے ہیں

واحادیث هؤلاء عن النبی صلی الله علیه وسلم مرسلة بالاتفاق بین اهل العلم بالحدیث

کہ ان حضرات کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ احادیث مرسل ہوں گی حدیث کا علم رکھنے والوں کا اس پر اتفاق ہے۔ (الاصابہ ج اصفحہ ۷)

پھر چند سطر بعد کچھ دیگر حضرات کے تذکرہ کرنے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یعوّل علیه علی طرائق اهل الحدیث

اس سلسلہ میں اہلحدیث کے طریقوں پر اعتماد کیا جائے گا یا ان کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ (الاصابہ ج اصفحہ ۷)

امام المحدثین ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک صفحہ پر پہلے دو بار اہل العلم بالحدیث پھر ایک بار اہل الحدیث کے الفاظ ذکر فرماتے ہیں جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اہل الحدیث مختصر ہے اہل العلم بالحدیث کا کہ حدیث شریف کا علم رکھنے والے ہیں۔ لہذا جب لفظ اہلحدیث بولا جائے گا اس کا مطلب ہوگا کہ علم حدیث رکھنے والے جیسے اہل نحو کا مطلب ہے نحو کا علم رکھنے والے، اہل صرف کا مطلب ہے صرف کا علم رکھنے والے۔ اہل فقہ، فقہ کا علم رکھنے والے نیز علم رکھنے سے مراد محض چند مسائل جاننے والے مراد نہیں بلکہ اس علم میں مہارت رکھنے والے مراد ہیں۔ جو اس علم کی گہرائی تک پہنچنے والے اور غواصی کرنے والے ہیں۔ کسی علم کے چند مسائل جان لینے سے کوئی شخص اس علم کا مدعی بنے گا تو جھوٹا قرار پائے گا اس طرح اہل الحدیث / اهل حدیث اس مقدس گروہ کا نام ہے جو عمر بھر حدیث شریف کا علم حاصل کرنے اور

تدریس وتشریح حدیث شریف اور اسکی روایت ودرایت میں مصروف رہے۔

جس طرح علم حدیث شریف دیگر علوم میں امتیازی شان رکھتا ہے اسی طرح اس علم شریف کے ماہرین اور اس علم کی خدمت و تدریس میں مصروف حضرات بھی طبقہ علماء میں امتیازی شان رکھتے ہیں۔

مسائل علم نحو سے ناواقف، مسائل علم صرف سے نابلد، مسائل علم فقہ سے نا آشنا کوئی شخص اگر نحوی، صرفی یا فقیہ ہونے کا دعویٰ کرے گا تو ضرور کذاب قرار دیا جائے گا۔

ایسا شخص خود کو اہلحدیث کہے تو وہ خود جھوٹا ہے اور اگر اسے کوئی شخص اہلحدیث تسلیم کرلے تو تسلیم کرنے والا بھی کذب بیانی کا مرتکب ہوگا۔ اہلحدیث کسی مخصوص فرقے، جتھے یا گروہ کا نام نہیں ہے کہ کوئی کوچوان اس کا رکن بن گیا تو وہ بھی اہلحدیث کوئی کوزہ گر اس کا ممبر بن گیا تو وہ بھی اہلحدیث کوئی کفش دوز ان میں آدھمکا تو وہ بھی اہلحدیث یا کسی کو چند احادیث یاد ہوگئیں تو وہ بھی اہلحدیث۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

دور حاضر کا سب سے بڑا فریب

بلکہ فقیر ایک عرصہ سے کہتا اور لکھتا چلا آرہا ہے کہ اس دور میں اور بہت سے فتنوں کے علاوہ دین کا نام لیکر اور دین کا لبادہ اوڑھ کر جس مکروفریب کو سب سے زیادہ رواج دیا جارہا ہے وہ یہی ہے کہ علم حدیث شریف میں مہارت سے محروم بلکہ ابتدائی معلومات پر دسترس کی نعمت سے بھی خالی طبقہ اہلحدیث ہونے کا مدعی بن بیٹھا ہے اور حدیث شریف کا لفظ اپنی ذاتی اغراض اور گروہ بندی کی ترویج کیلئے استعمال کررہا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے روایت کے الفاظ مختلف ہیں۔ ایک روایت میں ہے

يقولون من قول خير البرية

دین سے بھٹک جانے والے خارجی خیر الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک کی بات کریں گے۔

علامہ عینی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ای السنۃ کہ وہ لوگ حدیث والے کہلائیں گے۔

دوسری روایت کے مطابق الفاظ یوں ہیں۔

یقولون من خیر قول البریۃ۔ اس کا ترجمہ عابد الرحمٰن کاندھوی یوں کرتے ہیں۔

"تمام مخلوقات میں سب سے اچھی بات کریں گے۔ (صحیح مسلم مترجم اردو۔ جلد ا۔ صفحہ ۸۸۲ قرآن محل کراچی۔

سب سے اچھی بات وہ کتاب وحدیث ہے یعنی وہ کتاب اور سنت وحدیث کا لیبل لگا لیں گے۔

اسی طرح مولانا احمد علی سہارنپوری بخاری شریف کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

یقولون قولاً ھو خیر من قول البریۃ ای ھو بعض من کلام اللہ او بعض من کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذافی الخیر الجاری۔

کہ وہ ایسی بات کریں گے جو مخلوق کی بات سے بہتر ہوگی کہ ان کی بات کتاب اللہ سے ہوگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام سے ہوگی۔ (حاشیہ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۷۵۶)

اس کا مفہوم بھی یہی ہے کہ خارجی لوگ کتاب وسنت کو آڑ بنا کر اپنے نظریات کا پرچار کریں گے۔

حدیث شریف میں بیان کردہ علامت کی تلاش کر لی جائے آدمی فی زمانہ جاری

فرقہ واریت اور گروہ بندی سے مکمل نجات پا سکتا ہے۔

سعودی حکومت نے حجاج کرام کو بطور تحفہ قرآن عزیز بمعہ ترجمہ تفسیر دینے کا پروگرام بنایا تو .... کے ترجمہ قرآن اور مولوی شبیر احمد عثمانی کی تفسیر کا انتخاب کیا گیا۔ اہلسنت کو اس تفسیر پر تشویش تو تھی ہی اہل نجد کے کرایہ داروں کو بھی اس پر سخت کوفت تھی۔ انہوں نے شبیر احمد عثمانی کے سورۃ فاتحہ پر تفسیر کی درج ذیل عبارت

اس آیت (ایاک نستعین) سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ سے استعانت ہے۔ الفاتحہ حاشیہ نمبر ۵ کو بنیاد بنا کر اسلام آباد سعودی سفارت خانہ میں شکایات کر دی تو لاکھوں کی تعداد میں طبع شدہ نسخوں کو بیک جنبش قلم منجمد کر دیا گیا واللہ اعلم وہ اب کن حالات میں ہیں اس کی جگہ اہل نجد کے حضور سر نیاز جھکانے والے ثعلب صفت وظیفہ خواروں نے مولوی محمد جونا گڑھی کا ترجمہ اور مولوی صلاح الدین یوسف کا تفسیری حاشیہ منظور کرا لیا۔ جو اب بطور تحفہ سعودی حکومت ہر حاجی کو دیتی ہے اور حرمین شریفین میں بھی اردو زبان کا یہی ترجمہ وتفسیر رکھا ہوتا ہے۔

اس مترجم قرآن کی جھلک تو آپ ملاحظہ فرما چکے کہ سابقہ مذکورہ ایٹم بم حدیث میں اس نے کم از کم سولہ بار غلط بیانی اور دروغ گوئی سے کام لیا ہے۔ اب مفسر کی علمی لیاقت اور قرآن دشمنی کا حال ملاحظہ ہو موصوف سورہ یٰسین شریف کے آغاز میں سورہ مبارکہ کا تعارف کرواتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"سورۃ یاسین کے فضائل میں بہت سی روایات مشہور ہیں مثلاً قرآن کا دل ہے۔ اسے قریب المرگ شخص پر پڑھو وغیرہ مگر سند کے لحاظ سے کوئی روایت بھی درجہ صحت

کو نہیں پہنچتی بعض بالکل موضوع ہیں یا پھر ضعیف ہیں قلب قرآن والی روایت کو شیخ البانی نے موضوع قرار دیا ہے۔ (الضعیفہ حدیث نمبر ۱۹۹)

سعودی حکومت کی طرف سے شائع کردہ قرآن عزیز مع ترجمہ وتفسیر صفحہ ۱۲۳۲ مذکورہ بالا عبارت کو پڑھتے وقت یہ خیال تو فرماؤ کہ لکھنے والا قرآن عزیز کی ترجمانی کررہا ہے یا دشمنی؟

کیا اس شخص کے دل میں سورۃ یاسین کی عظمت نام کی کوئی چیز ہے یا نہیں؟

کیا اس شخص نے سورہ یٰسین کی فضیلت میں وارد تمام مرویات کو دیکھ پرکھ کر یہ بات لکھی ہے یا مسلمانوں کی دلآزاری کی غرض سے محض ایسی بات کہہ دی ہے۔

جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

الغرض یہ بات مولوی صاحب کی دروغ گوئی اور فریب کاری کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ تمام روایات کو ضعیف یا موضوع گردان رہا ہے فقیر کا اس پر مبسوط مقالہ ماہنامہ جلالیہ بھکھی شریف میں شائع ہو چکا ہے سردست حافظ ابن کثیر کے حوالہ میں اس کذاب پر صرف ایک کوڑا برسانے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حافظ ابن کثیر دمشقی تفسیر ابن کثیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

من قرء یٰسین فی لیلۃ اصبح مغفورا لہ و من قرء حم التی یذکر فیھا الدخان اصبح مغفورا لہ ۔ اسنادہ جید

جس نے رات کو سورہ یٰسین کی تلاوت کی وہ بخشا گیا اور جس نے حم الدخان کی تلاوت کی وہ بھی بخشا گیا اس حدیث کی سند جید ہے۔ (تفسیر ابن کثیر آغاز سورہ یٰسین شریف)

اس حدیث کے متعلق حافظ ابن کثیر دمشقی کا اسنادہ جید کہنا صلاح الدین یوسف کے فساد قلبی و بے دینی اور گرگ یوسف ہونے کا ثبوت کافی ہے۔

صلاح الدین یوسف اوران کے تمام بہی خواہوں کوفقیر کا کھلا چیلنج ہے کہ وہ صلاح الدین کی اس بے دینی پر مشتمل عبارت کو صحیح ثابت کر کے منہ مانگا انعام پائیں۔

مدعیان حدیث کی ایک اور جعلسازی

23-1-08 کو نوائے وقت کے کالم ایڈیٹر کی ڈاک میں کسی فضل الرحمٰن بن محمد نامی مدعی حدیث کا ایک مضمون بعنوان ''ایک حدیث پر علمی تحقیق''

شائع ہوا جس میں مضمون نگار نے حدیث شدرحال کو موضوع سخن بناتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے بغض کا اظہار کرتے ہوئے لکھا

امام ابن تیمیہ سے ان کے مجموعہ فتاویٰ ج ۲۷ صفحہ ۲۵ میں پہلی حدیث کے بارے میں منقول ہے کہ یہ ضعیف سند کے ساتھ الدارقطنی نے روایت کی ہے جس بنا پر ایک سے زیادہ ائمہ حدیث نے اس کا ذکر گھڑی گئی روایات میں کیا ہے۔ فضل الرحمٰن بن محمد 187 اپر مال سکیم لاہور۔ روزنامہ نوائے وقت ایڈیٹر کی ڈاک 08-1-23

اس مضمون کا تفصیلی جائزہ محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری زید مجدہ نے نوائے وقت میں شائع کروا دیا ان کا یہی مضمون ماہنامہ اہلسنت ، گجرات کے شمارہ اپریل 2003ء میں بھی شائع ہوا۔ نیز یہی مضمون ماہنامہ ''سوئے حجاز'' لاہور کے شمارہ میں بھی شائع ہوا۔ نیز فقیر کے عزیز از جان حافظ سید عزیز الحسن شاہ مشہدی نے اس دشمن حدیث مدعی اہلحدیثیت سے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے ایک طرف لکھا ہے ''یہ ضعیف سند کے ساتھ الدارقطنی نے روایت کی ہے اس کے متصل بعد لکھا ہے۔ جس بنا پر ایک سے زیادہ ائمہ حدیث نے اس کا ذکر گھڑی گئی (یعنی موضوع۔ جلالی عفی عنہ) روایات میں کہا گیا ہے۔

کیا ضعیف اور موضوع میں کوئی فرق ہے یا نہیں اگر فرق ہے تو آپ ایک طرف ضعیف سند کہہ رہے ہیں اور اسی حدیث کو گھڑی گئی یعنی موضوع کہہ رہے ہیں ایسا

کیوں ہے؟

اور اگر ضعیف اور موضوع میں کوئی فرق نہیں ہے تو بھی وضاحت فرمائیں کہ یہ فرق ائمہ حدیث نے ختم کر رکھا ہے یا آپ حضرات کی خانہ زاد چیز ہے؟

حافظ سید عزیز الحسن مشہدی نے اس مضمون کا پہلا مکتوب 08-1-23 کو دوسرا مکتوب 08-02-25 کو تیسرا 08-03-7 کو اور چوتھا مکتوب 08-04-9 کو رجسٹری کر دیا اور ہر بار با قاعدہ واپسی کیلئے رجسٹری کے ڈاک ٹکٹ روانہ کرتے رہے۔ رجسٹری کی رسیدیں ہمارے ریکارڈ میں موجود ہیں کوئی صاحب بھی ملاحظہ کر سکتا ہے۔

الحمد للہ القہار۔ یہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی صفت غیظ المنافقین کا پرتو جلیل ہے کہ مولوی صاحب مذکور کو ان چاروں رجسٹری شدہ مکتوبات میں سے کسی ایک کا جواب دینے کی ہمت نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ہو بھی نہیں سکتی۔

اسی طرح فقیر کے ایک اور عزیز حافظ محمد محبوب رفیق نے فضل الرحمٰن بن محمد کے مضمون کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک ہی مضمون کے چار مکتوبات رجسٹری کئے ان چاروں مکتوبات کی رجسٹری کی رسیدیں ہمارے ریکارڈ میں محفوظ ہیں مگر مولوی صاحب کو ان کا جواب دینے کی جرأت نہیں ہوئی نیز یہ صاحب بھی ہر بار الگ رجسٹری کیلئے ڈاک ٹکٹ روانہ کرتے رہے جو مولوی صاحب کے درون خانہ بیت المال میں ہم فقراء کا قرض ہے۔ جو ہم ان کی علمی بددیانتی واضح کرتے ہوئے ان سے وصول کرتے رہیں گے۔

یہ مدعیان حدیث ابن تیمیہ کا نام بڑے زور وشور سے استعمال کرتے ہیں اس سلسلہ میں فقیر اپنے استاد گرامی شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی زید مجدہ کا ایک ارشاد نقل کرنا مناسب سمجھتا ہے۔ آپ ابن تیمیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ

وتنازعوا فی السلام علیہ فقال الاکثرون کمالك واحمدو غیرھما :یسلم علیه مستقبل القبر وھو الذی ذکرہ اصحاب الشافعی اظنه منقولاً عنه و قال ابو حنیفه واصحابه بل یسلم علیه مستقبل القبلة بل نص ائمة السلف علی انه لایوقف عندللدعاء مطلقاً

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے کی کیفیت میں اختلاف ہے امام مالک امام احمد کا نظریہ یہ ہے کہ آپ کی قبر کی طرف منہ کرلے امام شافعی اور ان کے اصحاب سے بھی یہی منقول ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرلے بلکہ ائمہ متقدین نے اس کی تصریح کی ہے کہ دعا کیلئے قبر پر مطلقا نہ ٹھہرے۔(شیخ ابوالعباس ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ مجموع الفتاوی جلد ۲۷ صفحہ ۱۱۷ مطبوعہ یاسر فہد بن عبدالعزیز ال سعود سعودی عربیہ

ابن تیمیہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں کہ

شیخ ابن تیمیہ نے امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیا ہے کہ وہ قبر کو پیٹھ اور قبلہ کی طرف منہ کرنے کو کہتے ہیں یہ کذب ہے اور خلاف واقع ہے۔امام ابوحنیفہ نے اپنی مسند میں قبر کی طرف منہ کرنے کی روایت بیان کی ہے اور تمام احناف کا یہی مسلک ہے۔(شرح صحیح مسلم شریف جلد ۳ صفحہ ۱۵۷)

مدعیان اہلحدیث کی خودفریبی کا پردہ چاک ہوگا

25-4-1999 کو میر پور آزاد کشمیر میں ایک شخص مرزا زاہد حسین پروفیسر کے خلاف ایک مقدمہ دائر کیا گیا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کا ارتکاب کیا ہے۔مقدمہ کی ایف۔آئی۔آر میں صرف دفعہ 295 تھی جب سیشن جج اور ضلع قاضی صاحبان کی عدالت میں مقدمہ پہنچا تو انہوں نے مرزا کا انداز

تحریر دیکھ کر فیصلہ دیا کہ اس کیخلاف صرف دفعہ 295 نہیں بلکہ اس سے سخت تر دفعہ 295-C لگتی ہے یہ شخص کسی قسم کی ضمانت کا مستحق نہیں ہے۔

پھر یہ کیس شریعت کورٹ آزاد کشمیر میں پہنچا تو شریعت کورٹ کے اکثریتی فیصلہ میں اس دفعہ 295-C کو برقرار رکھا گیا۔ پھر یہ معاملہ سپریم کورٹ آزاد کشمیر میں پہنچا تو وہاں بھی اکثریتی فیصلہ کی بنا پر 295-C کو ہی نافذ کیا گیا۔

جس کی تفصیل حق کا بول بالا مطبوعہ جامعہ محمدیہ بھکھی شریف ضلع منڈی بہاؤ الدین میں درج ہے۔

سپریم کورٹ کے فیصلہ میں عزت مآب خادم ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پاسبان عظمت نبوت محترم المقام جناب جسٹس بشارت احمد شیخ اوران کے ہمنوا ہمارے لیے انتہائی عزت وکرامت کے لائق ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی جناب جسٹس محمد یونس سرکھری نے فیصلہ لکھتے وقت تحریر فرمایا۔

جسٹس محمد یونس سرکھری اپنے بصیرت افروز فیصلہ میں لکھتے ہیں

تاہم میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ سائل/ملزم کا جرم ایسی دفعہ 295-C پینل کوڈ کے تحت آتا ہے جس میں مجرم کے لئے سزائے موت مقرر کی گئی ہے اور جس جرم میں ملزم کو سزائے موت دی جاتی ہے اس میں ضابطہ کے مطابق تو ضمانت مسترد ہی ہوتی ہے کیونکہ اس میں ضمانت کی گنجائش ہی نہیں میرے پیش کردہ نقطہ نظر کی تصدیق مزید کیلئے حاجی رحمت اللہ اور غلام نبی کے درج کردہ فیصلوں کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے جو کہ 1979ء پی سی آر ایل ج 36 اور 1980ء پی سی آر ج 446 میں محفوظ ہیں۔

سپریم کورٹ کے جسٹس جناب بشارت احمد شیخ اپنے حقیقت رقم فیصلہ میں لکھتے ہیں

میں نے نہایت جزم و احتیاط کے ساتھ متنازعہ کتاب کا ایک سے زائد مرتبہ مطالعہ کیا ہے۔ اور دوران مطالعہ یہ بات بھی میرے پیش نظر رہی ہے کہ مصنف ایک

پروفیسر ہے اُسے چند فتووں کی حمایت بھی حاصل ہے اور میں بلا تامل اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مصنف نے قرآن واحادیث اور کئی فاضل مفسرین کے حوالہ جات نقل کئے ہیں لیکن ان حوالہ جات کو نقل کرنے کے بعد جو اپنا تبصرہ کیا ہے اس میں ایسی زبان ایسا لہجہ اور ایسے دلائل استعمال کئے ہیں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔

مطالعہ کتاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف نے مودبانہ انداز اور مہذبانہ زبان استعمال کرنے کی بجائے ایسی زبان اور ایسا لہجہ اختیار کیا ہے جیسے وہ ایک عام آدمی کا ذکر کر رہا ہے جبکہ وہاں پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس و محتشم ذات مراد ہے۔

(دوران تحریر) متعدد سوالیہ نشانات کے ساتھ مصنف نے جو زبان استعمال کی ہے اس سے توہین مترشح ہوتی ہے۔

ضمانت کے بارے میں میری محتاط اور مضبوط رائے وہی ہے جو 295-C جرم کے تحت لکھی گئی ہے۔ اسی لئے میں اپنے فاضل برادر جناب محمد یونس سرکھری سے اتفاق کرتا ہوں کہ اپیل کو مسترد ہونا چاہیے۔

عدالت کا فیصلہ

اکثریتی فیصلے کے مطابق اپیل مسترد کی جاتی ہے

سپریم کورٹ آزاد کشمیر (میرپور) 25 فروری 2000ء

اصل فیصلہ کی نقل مہیا کی جا سکتی ہے۔

سیشن جج میرپور، ضلع قاضی میرپور، شریعت کورٹ آزاد کشمیر کے دو جج صاحبان اور سپریم کورٹ کے ابتدائی دو جج صاحبان بعد ازاں تین جج صاحبان پر مشتمل فل کورٹ نے مرزا مردود کی ضمانت تک نہیں لی کہ اس کا جرم دفعہ 295-C کے زمرہ میں آتا ہے۔ آج کل حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس کے نام سے دھوکہ دینے

والی قوم نے اس مرتد کی حمایت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ امام کعبہ سمیت ہر کسی کی چوکھٹ پر جبہ سائی کرنے کے باوجود خائب وخاسر ہی رہے۔

آنکہ تقدیر الٰہی وتدبیر خداوندی کے سامنے سب سر جھکائے ہوئے ہیں کہ مرتد مرزا سخت موذی امراض میں مبتلا ہو کر دوران مقدمہ ہی جہنم رسید ہو گیا۔

اس تفصیلی تمہید کے بعد بندہ عرض گزار ہے۔ اس نام نہاد اہلحدیث ٹولی نے اس کی کتاب مقام نبوت پر خود بھی تقاریظ لکھیں، دوسروں سے لکھوائیں اور اس کتاب کو مرکز دعوۃ التوحید اسلام آباد کے پتہ پر چھپوا کر مفت تقسیم بھی کیا۔

اس کتاب کے دیگر مندرجات گستاخانہ کے علاوہ ایک عبارت یہ بھی ہے کہ میر پوری مرتد زاہد مرزا لکھتا ہے

کیونکہ احادیث ساری کی ساری ظنی ہیں

زاہد مرزا۔ ''مقام نبوت'' صفحہ ۷۷ مطبوعہ مرکز دعوۃ التوحید اسلام آباد۔ بندہ ناچیز اس مرتد کے جملہ بہی خواہوں بالخصوص اہلحدیث کا مقدس لیبل لگا کر فریب کاری کا جال بچھانے والوں سے بالعموم اور اس کی کتاب میں درج موید ین۔

محمد بن عبداللہ السبیل المکی مکہ مکرمہ مولوی محمد مدنی رئیس جامعۃ العلوم الاثریہ جہلم نائب امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان

مولوی فضل ربی۔ انچارج اسلامک سنٹر فیصل مسجد اسلام آباد

سینٹر ساجد میر، امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان

مولوی محمد یونس اثری، خطیب اہلحدیث مظفر آباد

محمد عبدالھادی العمری ،امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث برطانیہ

عبدالشکور ،خطیب جامع مسجد میر پور

قاری محمد حسین ،سابق خطیب مسجد اہلحدیث میر پور

قاری اعظم صاحب ،خطیب جامع مسجد اہلحدیث میر پور

محمد صدیق ،خطیب جامع مسجد نانگی اہلحدیث میر پور

مولوی عبدالصبور ،میر پور

سے یہ دریافت کرنے کی جسارت کرتا ہے کہ بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے؟

کہ احادیث ساری کی ساری ظنی ہیں۔

یا یہ غلط ہے اگر یہ کہنا غلط ہے تو تم نے اس ظالم کی حمایت کیوں کی اور اس کتاب کی توثیق میں فتویٰ کیسے جڑ دیا اور یہ کہنا صحیح تسلیم کرتے ہو تو اہلحدیث کے مقدس نام سے دھوکہ دینا بند کرو کیوں کہ دنیائے حدیث شریف میں تم اس ایک بھی ایسے محدث کا نام نہیں بتا سکتے جس نے یہ کہا ہو

کہ احادیث ساری کی ساری ظنی ہیں

اہل العلم بالحدیث مختصراً اہلحدیث تو حدیث متواتر کو قطعی مانتے ہیں۔تم کس نسل کے اہلحدیث ہو جو ساری کی ساری احادیث کو ظنی تسلیم کر رہے ہو۔

قارئین محترم: یہ مختصر سا جملہ احادیث ساری کی ساری ظنی ہیں صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اسلام کی ساری کی ساری عمارت (معاذ اللہ) منہدم ہو جائے گی۔مثلاً نمازوں کی تعداد نمازوں کی رکعات نمازوں میں دو دو سجدے اسی طرح زکوٰۃ کی تفصیل مقدار زکوٰۃ نصاب زکوٰۃ حج کے فرائض وواجبات کی تفصیل۔الغرض کوئی بھی فرض حدیث شریف کے بغیر مکمل شکل میں کوئی نہیں دکھا سکتا کیا یہ سب چیزیں ظنی ہوں گی۔العیاذ باللہ تعالیٰ بات بہت زیادہ طویل ہوگئی غرض صرف اس قدر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

یقولون من قول خیر البریہ۔

کو خارجی لوگ حدیث والے کہلائیں گے کا مصداق صد فیصد یہ لوگ ہیں

اندرون خانہ حدیث شریف کے دشمن ہیں۔ بظاہر حدیث شریف کا نام استعمال کرتے ہوئے اپنے باطل نظریات کو چھپائے ہوئے ہیں انہیں جب بھی موقع ملا ہے انہوں نے خارجیت ہی کی آواز بلند کی ہے اور جب بھی موقع ملے گا خارجیت ہی کا ہو کہ دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد برحق ہے

کنز العلماء کی سعی مشکور

گزشتہ دنوں ماہ مارچ میں عزیز از جان ظہور بالضرور سلمہ الغفور الشکور عزیزم کنز العلماء ڈاکٹر علامہ محمد اشرف آصف جلالی سلمہ اللہ نے غائبانہ نماز جنازہ سیمینار منعقد کر کے جو علم و تحقیق کا دریا رواں کیا تھا وہ علم حدیث سے بے بہرہ نام کے اہل حدیث حضرات پر کوہ گراں بن کر گرا ہے۔ کیونکہ اس وقت غائبانہ نماز جنازہ انکی دوکان داری چمکانے کا عظیم ذریعہ ثابت ہو رہا ہے۔ وقت آنے کے ساتھ ساتھ یہ حقائق قوم کے سامنے آجائیں گے کہ یہ قوم کس طرح نوجوانوں کو جہاد کے نام پر لے جاتی ہے اور پھر خود انہیں تہہ تیغ کر کے غائبانہ نماز جنازہ کا اشتہار دے دیتے ہیں اور لوگوں کو بے وقوف بنانے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔

ان حضرات نے کنز العلماء کے خلاف ایک محاذ کھول لیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ عزیزم کنز العلماء کو اللہ جل مجدہ نے یہ صلاحیت استعداد سے مالا مال کر رکھا ہے وہ انکے جملہ اعتراضات کا مسکت جواب بھی دیں گے اور انکی علمی بے مائیگی سے پردہ بھی اٹھائیں گے اور حدیث شریف میں انکی بد دیانتیوں کو بھی بے نقاب کریں گے۔

بندہ ناچیز کنز العلماء اور انکے تمام رفقاء کو ہدیہ تبرک پیش کرتا ہے جنھوں نے اس سیمینار کا اہتمام کیا۔

اور بندہ ان حضرات سے یہ بھی توقع رکھتا ہے۔ وہ اپنے علمی تحقیقی پروگراموں

سے اہل علم وخدامِ علم کے قلوب واذھان کی تازگی کا سامان فراہم کرتے رہیں گے۔

آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ظہور احمد جلالی عفی عنہ

دارالعلوم محمدیہ اہلسنت مانگامنڈی لاہور۔08-7-17۔13رجب المرجب1429ھ

علامہ محمد منشاء تابش قصوری

معلم کتاب وحکمت، سراپا رحمت وبرکت جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی ذات ستودہ صفات نے جس انداز میں خدا شناسی اور اس کی بارگاہ وصمدیت میں قرب وقبولیت کا درس دیا اس پر قرآن وسنت ناطق ہیں۔

اطاعت خدا اور رسول فرض عین ہے ایمانیات میں اسے اولیت حاصل ہے۔ دین اسلام ہی انسانی طہارت پاکیزگی کا ضامن، دنیوی ودینی امور کا جامع۔ ظاہری وباطنی اوصاف کا حامل اور دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی کا وسیلہ ہے۔

مگر اس کا جاننا، پہچاننا، سمجھنا اور ماننا لازم ہے۔ اس کی جب تک تفہیم نہ ہوگی محض تسلیم سے بات نہیں بنے گی، زمانہ خیر سے مسلمان جیسے جیسے دور ہوتے گئے اسلام و شریعت کی شناسائی ان کے لیے ایک مسئلہ بن گئی۔

اکابر اسلام نے خداداد علم وقلم سے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا اور وہ بڑی حد تک کامیاب رہے۔ مگر جیسے جیسے اسلام وسعت اختیار کرتا گیا انسانی مسائل و معاملات بھی بڑھتے چلے گئے۔ دین پر دنیا کو ترجیح دی جانے لگی اور احکام واقدار اسلامی کو پس پشت ڈالا جانے لگا، نوبت بایں جارسید کہ اس نام نہاد ترقی یافتہ دور میں دین وشریعت کی تفہیم نہ صرف غیر مسلموں بلکہ خود مسلمانوں کے لیے ایک بھیانک صورت اختیار کرگئی۔ بدعقیدگی کے جراثیم اس تیزی سے پھیلنے لگے کہ صاحبان ثقاہت بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ تاہم حاملان استقامت نے عزیمت کا راستہ اپنایا اور علم وقلم سے اسلاف کی راہ پر گامزن ہوئے۔ زبان وقلم کو بروئے کار لائے اور عوام وخواص کی خدمت میں اپنے درد وسوز کو کتابی صورت میں پیش کردیا، ہمارے ان عالی مرتبت اہل قلم وبیان میں حضرت علامہ مولانا

الحاج الحافظ القاری ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی دامت برکاتہم العالیہ بھی ہیں جنہوں نے اپنی زندگی افہام دین کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ بلاشبہ وہ ایسے نوجوان قائد ہیں جن کی قیادت میں علوم وفنون اسلامیہ کا ہر شعبہ پھل رہا ہے۔ موصوف درس وتدریس، تحریر وتقریر میں ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ ظاہری حسن اور باطنی خوبیوں سے مرصع ہیں۔ ان کا علم وعمل ایک دوسرے پر نازاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا حلقۂ احباب روز بروز بڑھتا چلا جارہا ہے۔ وہ اعتدال کی راہ پر گامزن ہیں مگر باطل کیلئے تیغ براں ہیں۔ مسند تدریس کی شان اور میدان مناظرہ میں جلالیت کا مظہر اتم اور قلم کے دھنی، ہر شعبۂ تبلیغ کی زینت ہونے کے باعث خواص کی مشاورت سے اب ''ادارہ صراطِ مستقیم'' کے بانی وسرپرست اور چیئرمین ہیں۔

مصروفیت کے اس عالم میں نہ جانے قلم وقرطاس کے لیے کہاں سے وقت نکال لیتے ہیں کہ اب تک مارکیٹ میں آپ کی متعدد تصانیف قبولیت کا شرف حاصل کرچکی ہیں۔

فقہ حنفی کی حمائت ونصرت میں انکا خاصہ جلال وجمال پھر سرپٹ دوڑتا نظر آرہا ہے۔ دراصل غائبانہ جنازہ ایک سیاسی شو سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ جو لوگ اس کی حمایت کررہے ہیں وہ سستی شہرت اور مفاد پرستی کا راستہ اپنائے ہوئے ہیں۔

مولانا محترم نے اس مسئلہ پر قلم اٹھا کر پوری ملت حنفیہ کا قرض چکایا ہے۔ اور علمائے احناف کی نمائندگی اور فقہ حنفی کی ترجمانی فرمائی ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہٗ کی علمی، ادبی، دینی، ملی، قلمی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے اور جس نہج پر حضرت صاحب دین اسلام مسلک حق اور مذہب مھذب فقیہ حنفیہ کی تبلیغ وافہام میں مصروف ہیں اس میں مزید ترقی وعروج مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

مشتے ازخروارے

دانے ازانبارے

استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی محمد الیاس رضوی اشرفی

مہتمم نضرۃ العلوم ڈیوس روڈ کراچی

صاحب رسالہ میرے ہمعصر بھی ہیں اور ہمسفر بھی کہ قائد ملت اسلامیہ مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی قدس سرہ الربانی کے سایہ عاطفت وشفقت میں غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ رحمۃ الباری کے مسکن و مدفن بغداد شریف کی جامعہ میں ان کے ساتھ پڑھنے کا موقع میسر آیا یوں ہم جماعت بھی ہیں لیکن اس کے باوجود میں ان کی علمی وتحقیقی قابلیت وصلاحیت، لیاقت و ذکاوت اور تقوی وطہارت کا معترف ہوں۔

موصوف ممدوح اپنی حد میں جامع الصفات ہیں اس پر کسی خارجی شہادت کی نہ حاجت نہ ضرورت کہ اس پر محنت شاقہ ومحبت تامہ سے پرخودان کا وظیفہ شب وروز شاہد عدل کہ انتہائی قلیل وقت جسمانی وبدنی آرام کا باقی سارا وقت علمی وتحقیقی، فکری ونظری، تنقیحی وتدقیقی کام کا اور وہ بھی اس شان اور آن بان سے کہ میدان تعلیم وتدریس کے شہسوار، صحیفۂ فقہ اسلامی کے مدبر ومحقق، مفتی باکردار، بحر تالیف وتصنیف کے ماہر غواص، چمنستان خطابت ونصیحت، تبلیغ وتذکیر کے گل آفتاب، آسمان مناظرہ کے بلند پرواز عقاب، بزم شعروسخن میں صاحب انقلاب، علوم نقلیہ وفنون عقلیہ کے عالم جلیل وفاضل نبیل میری مراد جامع المعقول حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ

العالی ہیں۔

رسالہ سنیہ بعنوان ''غائبانہ جنازہ جائز نہیں'' علامہ موصوف ہی کے رشحات قلم کی ایک بوند ہے جس سے رسالہ مذکورہ کے سینتالیس صفحات تحقیق بالغ وتعمیق بازغ سے تربتر ہیں جو دراصل عنوان مزکور پر تحقیقات رائقہ وتعمیقات بازغہ سے لبریز ایک مقالہ مستطابہ ہے۔ ھذا ظاھر علی کل من له حظ من عقل صفی

مقالہ منیفہ بصورت رسالہ سینتالیس صفحات کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ کما مرانفا

اظهر من الشمس و ابين من الامس ہے کہ صفحات مذکورہ میں ہفوات باطلہ وخرافات عاطلہ، ضلالت عقائد و بطالت مکائد کے حاملین طائفہ باطلہ وضالہ کا محض سیاسی غائبانہ نماز جنازہ سڑکوں یا پارکوں میں پڑھنے، اسے مشتہر کر کے رائج کرنے نیز اسے بازیچۂ اطفال بنانے کی تردید دلائل باہرہ وبراہین قاہرہ سے کی گئی ہے۔ کما لایخفی علی من له المام بالکتاب والسنة

ذکر کردہ عجالہ وافیہ کافیہ شافیہ نافعہ میں صفحات مقالہ کے علاوہ آئینۂ مضامین کے دو، افتتاحیہ کے پانچ، ماخذ ومراجع کے چار اور سابقہ ولاحقہ کے چھ صفحات بھی منسلک ہیں یوں چونسٹھ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ نادرہ مثل صدف ہے جس پر علامہ موصوف کے ابر نیساں کا ایک چھینٹا پڑا تو اس نے مسئلہ صحیحہ رجیحہ محققہ منقحہ کے مروارید کو اپنے ظرف میں محفوظ کرلیا جو بند آنکھ کو کھولنے اور کھلی آنکھ کو ٹھنڈک پہنچانے کا سبب و باعث ہے یہ سب رب کریم کی عطا ہے۔ ان الفضل بيدالله يوتيه من يشآء

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب باب اول میں ''نماز

جنازہ کا مختصر پس منظر" کے تحت ثمر تحقیق لکھتے ہیں: مطلقاً نماز جنازہ کو اس امت کی خصوصیت کہنا تو محل نظر ہے کیونکہ شرائع قدیمہ میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

ہاں! یہ صحیح ہے کہ کہا جائے ان شرائط وارکان اور اس کیفیت کے ساتھ جنازہ اس امت کی خصوصیت ہے۔ (غائبانہ جنازہ جائز نہیں ص ۱۱،۱۲)

نیز "پہلی نماز جنازہ" پر کتب ثلاثہ "سیر اعلام النبلاء" تحفۃ الحبیب علی شرح الخطیب" "طبقات ابن سعد" سے ان کے مقتبسات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس سے ایک ماہ قبل حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کا وصال ہو چکا تھا چنانچہ رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام حضرت براء بن معرور کی قبر پر تشریف لے گئے اور ان کی قبر پر نماز جازہ ادا کی یہ پہلی نماز جنازہ تھی جو مدینہ شریف میں اسلام میں ادا کی گئی"۔

امام اہلسنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واما بدء صلاۃ الجنازۃ فکأن من لدن سیدنا ادم علیہ الصلاۃ والسلام اخرج الحاکم فی المستدرک والطبرانی والبیہقی فی سننہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اخر ما کبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الجنازۃ اربع تکبیرات و کبر عمر علی ابی بکر اربعا و کبر ابن عمر علی عمر اربعا و کبر الحسن بن علی علی علی اربعا و کبر الحسین بن علی علی الحسن بن علی اربعا و کبرت الملئکۃ علی ادم اربعا۔

(المستدرک للحاکم التکبیر علی الجنائز اربع مطبوعہ دار الفکر بیروت ج ۱ ص ۳۸۶)

باقی رہی جنازہ کی ابتداء تو یہ سیدنا آدم علیہ السلام کے دور سے ہے۔ حاکم نے

مستدرک طبرانی اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پر جو آخری عمر میں تکبیرات کہیں وہ چار تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنازۂ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر چار تکبیرات کہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جنازۂ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر، امام حسن رضی اللہ عنہ نے جنازۂ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے جنازۂ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پر چار تکبیرات کہیں، ملائکہ نے سیدنا آدم علیہ السلام پر چار تکبیریں کہیں۔ (فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ ج ۵ ص ۳۷۵)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے جنازہ مقدسہ پر اس لئے نماز نہ ہوئی کہ اس وقت تک اس کی فرضیت ہی نہ تھی۔

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ ج ۹ ص ۲۸۰)

انساب الاشراف ج ۱ ص ۴۰۶ میں ہے: حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے پینسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ حجون کے قبرستان میں آپ کو دفن کیا گیا، ابھی تک نماز جنازہ کا آغاز نہیں ہوا تھا جب مرقد مبارک تیار ہوگئی، حضور پرنور خود اس میں تشریف لے گئے اور پھر اس مرقد میں ان کو اللہ کے سپرد کردیا گیا۔ (ضیاء النبی ج ۲ ص ۴۳۰)

اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۳۹ میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت خدیجہ رمضان میں فوت ہوئیں اور ان کو حجون میں دفن کیا گیا، اس وقت ان کی عمر پینسٹھ سال تھی۔ (شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۱۰۰۱)

فی الواقع کتب سیر میں علماء نے یہی لکھا ہے کہ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے جنازہ مبارکہ کی نماز نہ ہوئی کہ اس وقت یہ نماز فرض ہوئی ہی نہ تھی اس کے بعد اس کا حکم ہوا ہے۔ زرقانی علی المواہب میں ہے:

فی رمضان بعد البعث بعشر سنین ماتت الصدیقة الطاھرة خدیجة رضی اللہ عنہا ودفنت بالحجون ونزل صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حفر تھا ولم تکن یومئذ الصلوٰة علی الجنازة۔(شرح الزرقانی علی المواھب ج۱ص۲۹۶)

صدیقہ طاہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بعثت کے دس سال بعد ماہ رمضان میں وفات پائی اور مقام حجون میں دفن کی گئیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کی قبر میں اترے اس وقت نماز جنازہ نہ تھی۔(فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ ج۹ص۳۶۹)

معلوم ہوا کہ نبوت کے دسویں سال تک اسلام میں وجوب نماز جنازہ کا حکم نہیں تھا اور اس کے تین سال بعد نبی مکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی کہ یہی مشہور ہے۔

المشھور انہ (ای ابا طالب) (الرضوی) مات قبل موت خدیجة وکان موتھما فی عام واحد قبل مھاجرة رسول اللہ ﷺ الی المدینة بثلاث سنین۔

(سبل الھدیٰ ج۲ص۵۶۳)

مشہور یہ ہے کہ ابو طالب کی وفات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے پہلے ہوئی یہ دونوں وفاتیں ایک ہی سال میں ہوئیں، رسول اللہ ﷺ کے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمانے سے تین سال پہلے۔

اسلام میں وجوب نماز جنازہ کا حکم رسول اللہ ﷺ کا مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمانے پر مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

حضور ﷺ کی مدینہ طیبہ میں آمد کے بعد حضرت اسعد بن زُرارہ سب سے

پہلے مسلمان تھے جنہوں نے وفات پائی۔ (ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۹)

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ حضرت کلثوم نے پہلے وفات پائی ان کے بعد ابوامامہ اسعد بن زرارہ نے رحلت فرمائی۔

(سیرت ابن کثیر ج ۲ ص ۳۳۰، ضیاء النبی ج ۳ ص ۲۰۴)

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ہجرت کے پہلے سال ''حضرات صحابہ کرام میں سے تین نہایت ہی شاندار اور جانثار حضرات نے وفات پائی جو درحقیقت اسلام کے سچے جانثار اور بہت ہی بڑے معین و مددگار تھے''۔ اول: حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ، دوم: حضرت براء بن معرور انصاری رضی اللہ عنہ، سوم حضرت اسعد بن زرارہ انصاری رضی اللہ عنہ۔

(سیرت مصطفیٰ ص ۱۳۸)

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ انہوں (یعنی حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ) نے سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں رونق افروز ہونے سے ایک ماہ پہلے وفات پائی اور حضور نے مدینہ منورہ میں رونق افروز ہونے کے بعد صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ ان کی قبر کے کنارے نماز پڑھی۔ (مدارج النبوت مترجم ج ۲ ص ۱۲۴)

حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی وفات بھی اسی سال (اول سنہ ہجری) واقع ہوئی.......... ان کی وفات اول سنہ ہجری کے ششماہی کی ابتداء میں تعمیر مسجد شریف کے دوران ہوئی۔ (ایضاً ج ۲ ص ۱۲۴، ۱۲۵)

اسی سال (اول سنہ ہجری) کلثوم بن الھدم اور مہاجرین میں سے عثمان بن مظعون نے وفات پائی۔ (ایضاً ج ۲ ص ۱۲۵)

مذکورہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب نے بالاتفاق ہجرت کے پہلے سال وصال فرمایا البتہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے متعلق علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے: هو اول رجل مات بالمدينة من المهاجرين مات سنة اثنتين من الهجرة قيل توفي بعد اثنين و عشرين شهرا بعد شهوده بدرا۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۸۶)

آپ مہاجرین میں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ میں وصال فرمایا، آپ ہجرت کے دوسرے سال فوت ہوئے۔ کہا گیا کہ آپ نے غزوہ بدر میں حاضر ہونے کے بائیس ماہ بعد وفات پائی۔

صاحب مشکوٰۃ لکھتے ہیں: هو اول من مات بالمدينة من المهاجرين في شعبان على رأس ثلثين شهرا من الهجرة۔ (الاکمال مع المشکوٰۃ ص ۶۰۲)

حضرت عثمان مظعون رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ میں ہجرت سے تیس ماہ کے آخر پر شعبان میں وصال فرمایا۔

اسد الغابہ اور الاکمال سے واضح ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا وصال ہجرت کے پہلے سال میں نہیں ہوا اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے جبکہ حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کا وصال، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے ایک ماہ قبل ''صفر'' میں ہوا جیسا کہ اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۷۴، پر ہے جبکہ مدارج النبوت میں ''صفر'' لکھا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر سے قبل شوال میں ہجرت کے پہلے سال وفات پائی جیسا کہ اسد الغابہ ج ۱ ص ۷۱، پر ہے اور ان سے پہلے حضرت کلثوم رضی اللہ عنہ

نے وفات پائی جیسا کہ اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۵۲ پر ہے۔

وقار الفتاویٰ میں ہے: سب سے پہلے نماز جنازہ ہجرت کے بعد مدینہ شریف میں پہنچ کر حضرت براء بنا معروب (براء بن معرور۔ رضوی) کی قبر پر حضور ﷺ نے پڑھی تھی اس میں نو ۹ صحابہ کرام نے شرکت کی، ان صحابی کا انتقال حضور ﷺ کے مدینہ شریف پہنچنے سے کچھ دن پہلے ہو گیا تھا اس کے بعد حضرت اسعد ابن زورارہ (اسعد بن زرارہ۔ رضوی) کا ہجرت کے پہلے سال انتقال ہوا تو سب سے پہلے ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ یہ ساری تفصیل سیرت حلبیہ جلد ثانی صفحہ ۱۴۱ پر ہے۔ (ج ۲ ص ۳۴۲)

فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ میں ہے: ولم تشرع فی الاسلام الا فی المدینة المنورة اخرج الامام الواقدی من حدیث حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فی ام المومنین خدیجة رضی اللہ عنہا انها توفیت سنة عشر من البعثة بعد خروج بنی هاشم من الشعب و دفنت بالحجون و نزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حفرتها ولم تکن شرعت الصلاة علی الجنائز اھ۔ (الاصابة فی تمیز الصحابة ج ۴ ص ۲۸۳)

وقال الامام ابن حجر العسقلانی فی الاصابة فی ترجمة اسعد بن زرارة رضی اللہ عنہ ذکر الواقدی انه مات علی رأس تسعة اشهر من الهجرة رواه الحاکم فی المستدرك وقال الواقدی کان ذلك فی شوال قال البغوی بلغنی انه اول من مات من الصحابة بعد الهجرة و انه اول میت صلّی علیه النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(الاصابة فی تمیز الصحابة ج ۱ ص ۳۴)

اور اسلام میں وجوب نماز جنازہ کا حکم مدینہ منورہ میں نازل ہوا، امام واقدی نے حضرت ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت

کیا ہے کہ آپ کا وصال بعثت کے دسویں سال شعب ابی طالب سے خروج کے بعد ہوا اور آپ کو حجون کے قبرستان میں دفن کیا گیا اور نبی اکرم ﷺ خود ان کی لحد میں اترے اور اس وقت میت پر جنازہ کا حکم نہیں تھا۔ اھ

اور امام ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے احوال میں واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان کا وصال ہجرت کے بعد نویں مہینے کے آخر میں ہوا، اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور بقول واقدی یہ شوال کا مہینہ تھا، بغوی نے کہا کہ ہجرت کے بعد سب سے پہلے اسی صحابی کا وصال ہوا اور یہ پہلے صحابی کی میت تھی جس پر نبی اکرم ﷺ نے نماز جنازہ پڑھی۔ اھ (ج ۵ ص ۳۷۵، ۳۷۶)

المختصر: اسلام میں وجوب نماز جنازہ کا حکم مدینہ منورہ میں نازل ہوا، نبی مکرم ﷺ کے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں رونق افروز ہونے سے ایک ماہ قبل حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کا وصال ہو چکا تھا سو حضور پرنور سید عالم ﷺ نے سب سے پہلے انکی قبر پر نماز جنازہ پڑھی اور بعد ہجرت صحابہ کرام میں سب سے پہلے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو یوں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ نے ان کی میت پر نماز جنازہ پڑھی۔

بہر حال آپ ﷺ کا نماز جنازہ پڑھنا خواہ قبر پر ہو یا میت پر یہ حاضرانہ نماز جنازہ ہے نہ کہ غائبانہ کیونکہ اگر غائبانہ نماز جنازہ جائز ہوتی تو رسول اللہ ﷺ قبر پر محض نماز جنازہ پڑھنے کیلئے کیوں تشریف لے جاتے نیز اس میں رسول اللہ ﷺ کی حقیقت دوسروں سے جداگانہ ہے جیسا کہ صاحب مقالہ و رسالہ نے بالتفصیل بحث کی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقال البغوی: اول من مات من الصحابة بعد الهجرة: اسعد بن زرارة وھو اول میت صلی علیه النبی ﷺ واخرج ابن سعد عن عبدالله بن ابی قتادہ قال: اول من صلّٰی علیه النبی ﷺ حین قدم المدینة: البراء بن معرور انطلق باصحابه فصف علیه۔ واخرج عن حمید بن ھلال ان البراء بن معرور توفی قبل قدوم النبی ﷺ المدینة فلما قدم النبی صلی علیه۔ واخرج عن ابی بشر قال: حدثنی رجل من اھل المدینة ان رسول الله ﷺ صلی علی قبر رجل من النقباء۔ قال الواقدی: فکان البراء بن معرور: اول من مات من النقباء۔ (کتاب الوسائل الی معرفۃ الاوائل ص ۷۷)

مذکورہ بالا اقوال و روایات کا خلاصہ وہی ہے جو "المختصر" کے تحت لکھا جا چکا ہے۔

فی زماننا غائبانہ نماز جنازہ کے عاملین طائفہ باطلہ وضالہ کی سب سے بڑی اور مضبوط دلیل، حدیث نجاشی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب نے اس پر محققانہ سیر حاصل گفتگو کی ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ حدیث نجاشی، بخاری شریف میں تیرہ (۱۳) مرتبہ آئی ہے آٹھ (۸) مرتبہ کتاب الجنائز میں اور پانچ (۵) مرتبہ کتاب مناقب الانصار میں پھر ہر حدیث کا رقم، باب، متن، ترجمہ نیز حدیث نجاشی کے جوابات اس سے ثابت شدہ مسائل نادرات، اعتراضات کا ایہان واسکات، خصوصیت کا احقاق واثبات، تکرار نماز جنازہ کے عدم جواز سے غائبانہ نماز جنازہ کے عدم جواز پر استدلالات اور نتیجۃ البحث کے ثمرات سے مرصع ومزین خزائن علمیہ وذخائر فقہیہ نے مخالفین ومعاندین کا حدیث نجاشی سے غائبانہ نماز جنازہ کے جواز

پر استدلال کے تار و پود بکھیر دیئے۔

تکرار نماز جنازہ اور غائبانہ نماز جنازہ:

غالبًا نماز غائب کو تکرار صلوٰۃ جنازہ لازم۔ بلاد اسلام میں جہاں مسلمان انتقال کرے نماز ضرور ہوگی اور دوسری جگہ خبر اس کے بعد ہی پہنچے گی لہذا امام اجل نسفی نے ''کافی'' میں اس مسئلہ کو اس کی فرع ٹھہرایا اگرچہ حقیقۃً دونوں مستقل مسئلے ہیں۔

(ص ۳۴۱)

نماز جنازہ کی تکرار ہمارے ائمہ کرام رحمہم اللہ کے نزدیک تو مطلقاً ناجائز و غیر مشروع ہے مگر جب کہ اجنبی غیر احق نے بلا اذن و بلا متابعت ولی پڑھ لی ہو تو ولی اعادہ کر سکتا ہے۔

امام اجل برہان الملۃ والدین ابوبکر ''ہدایہ'' میں فرماتے ہیں:

رأينا الناس تركوا من اخرهم الصلوٰة على قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو اليوم كما وضع۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام جہان کے مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر نماز چھوڑ دی حالانکہ حضور آج بھی ویسے ہی ہیں جیسے جس دن قبر مبارک میں رکھے گئے تھے۔ (ص ۲۷۰)

امام محقق علی الاطلاق ''فتح القدیر'' میں فرماتے ہیں:

لو كان مشروعا لما اعرض الخلق كلهم من العلماء و الصالحين و الراغبين فی التقريب اليه عليه الصلوٰة و السلام بانواع الطرق عنه فهذا دليل ظاهر عليه فوجب اعتباره۔ یعنی اگر نماز جنازہ کا تکرار مشروع ہوتا تو مزار اقدس پر نماز پڑھنے سے تمام جہان اعراض نہ کرتا جس میں علماء و صلحاء اور وہ بندے ہیں جو طرح

طرح سے نبی ﷺ کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہیں تو یہ تکرار کی مشروعی (نامشروعی۔ رضوی) پر کھلی دلیل ہے پس اس کا اعتبار واجب ہوا۔

(ص ۲۷۰، ۲۷۱)

اگر حق کا لحاظ کیجئے تو محمد رسول اللہ ﷺ کے حق کے برابر تمام جہان میں کس کا ہوسکتا ہے اور فضل کو دیکھئے تو افضل المرسلین ﷺ کے نماز پڑھنے کے برابر کس مقبول پر نماز پڑھنی ہوسکتی ہے، ہاں! قبر پر نماز پڑھنے سے مانع یہ ہوتا ہے کہ اتنی مدت گزر جائے جس میں میت کا بدن سلامت ہونا مظنون نہ رہے اسی کو بعض روایات میں دفن کے بعد تین دن سے تعبیر کیا گیا اور صحیح یہ کہ کچھ مدت معین نہیں، جب سلامت و عدم سلامت مشکوک ہوجائے نماز ناجائز ہوجائے گی مگر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں معاذ اللہ اس کا اصلاً احتمال نہیں وہ آج بھی یقیناً ایسے ہی ہیں جیسے روز دفن مبارک تھے۔

وہ خود ارشاد فرماتے ہیں: ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔ رواہ احمد و ابوداؤد و النسائی و ابن ماجۃ و ابن خزیمۃ و ابن حبان والحاکم والدارقطنی و ابو نعیم و صححہ ابن خزیمۃ و ابن حبان والحاکم و الدارقطنی و ابن دحیۃ و حسنہ عبدالغنی و المنذری وغیرھم۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جسم مبارک کھانا اسے امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، دارقطنی اور ابونعیم نے روایت کیا۔ ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، دارقطنی اور ابن دحیہ نے صحیح کہا اور اسے عبدالغنی اور منذری وغیرہم نے حسن کہا۔ (ت)

جب مانع مفقود اور مقتضی اس درجہ قوت سے موجود تو اگر نماز جنازہ کی تکرار

شرع میں جائز ہوتی تو صحابہ وتابعین سے لے کر آج تک تمام جہان تمام طبقات کے تمام علماء اور اولیاء وصلحاء اور عاشقان مصطفےٰ ﷺ کا اس کے ترک پر اجماع کیا معنیٰ؟ جن میں لاکھوں بندے خدا کے وہ گزرے اور اب بھی ہیں جنھیں دن رات یہی فکر رہتی ہے کہ جہاں تک مل سکیں وہ طریقے بجالائیں کہ مصطفےٰ ﷺ کی بارگاہ میں تقرب پائیں، لاجرم تیرہ سو برس کا یہ اجماع کلی دلیلِ ظاہر ہے کہ تکرار نماز جنازہ جائز نہیں۔ اس لئے مجبوراً سب باقیماندہ کو اس فضل عظیم سے محروم ہونا پڑا۔ (ص ۲۷۱، ۲۷۲)

مخالفین ومعاندین، غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے پر سیاسی عاملین'' کوئی حدیث دکھائیں کہ حضور پرنور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہو: نماز جنازہ کئی کئی بار پڑھا کرو، یا اتنا ہی ارشاد فرمایا ہو کہ جب نماز جنازہ پڑھ لو پھر اعادہ کرو، اسی قدر سہی کہ پڑھنے والو! جو ولی احق کے ساتھ یا اس کے اذن سے ادا کر چکے ہو پھر اعادہ کرو تو بہتر ہے، یا اسی قدر کہ تمہارے لئے حرج نہیں یا نہ سہی، اتنا ہی آیا ہو کہ حضور اقدس ﷺ نماز جنازہ بار بار یا دو ہی بار پڑھا کرتے یا اس سے بھی درگزر کرے اسی قدر ثابت ہو کہ ولی احق پڑھ چکا تھا بعدہٗ پھر اسی نے اور دیگر پڑھ چکنے والوں یا صرف اسی نے یا صرف اور بعض مصلیوں نے حضور اقدس ﷺ کے سامنے دوبار پڑھی اور حضور نے منع نہ فرمایا، حضور کو خبر پہنچی اور حضور نے جائز رکھا۔ یہ سات صورتیں ثبوت کی ہیں جن میں چار پہلے ثبوت قولی، پانچویں فعلی اور دو باقی تقریری۔ ان میں جس ہلکی سے ہلکی، آسان سے آسان صورت پر قدرت پاؤ پیش کرو اور جب جان لو کہ سب راہیں بند ہیں تو پھر شرع مطہر پر افتراء یا اقل درجہ احکام اللہ میں بے باکی واجتراء کا اقرار کرنے سے چارہ نہیں۔ (۲۷۹، ۲۸۰)

شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۱۵ھ میں تکرار نماز جنازہ کے

عدم جواز پر رسالہ "النھی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز" تصنیف فرمایا اور ۱۳۲۶ھ میں غائبانہ نماز جنازہ کے عدم جواز پر رسالہ "الھادی الحاجب عن جنازۃ الغائب" تحریر فرمایا۔

رسالہ اولیٰ نیز رسالہ ثانیہ کے نصف اول میں تکرار نماز جنازہ کے عدم جواز پر تحقیق انیق وتدقیق عمیق اس عمدہ طریق طویل پر فرمائی ہے کہ فریق علیل کیلئے بھاگنے کی کوئی سبیل نہ چھوڑی۔

خود لکھتے ہیں: النھی الحاجز میں چالیس کتابوں کی اکاون عبارتیں تھیں، یہ پچاسی کتب متون وشروح وفتاوی کی دوسوسات عبارات ہیں۔ غرض صورت مذکورہ استثناء کے سوا نماز جنازہ کی تکرار ناجائز وگناہ ہونے پر مذہب حنفی کا اجماع قطعی ہے اور اس کا مخالف مخالف مذہب حنفی ہے بعض نام کے حنفی برائے جہالت یا مغالطہ عوام ان تمام روشن وقاہر تصریحات مذہب کو چھوڑ کر یہاں دو کتب تاریخ تصنیف شافعیہ سے سند لیتے ہیں۔ (ص ۳۴۰) ان سے استدلال محض خام خیال نہ کہ وہ بھی اجماع قطعی تمام آئمہ مذہب کے رد کرنے کو، جس پر جرأت نہ کرے گا مگر نا اہل، شدید الجھل ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (ص ۳۴۱)

تکرار نماز جنازہ کے ناجائز ہونے کے بعد غائبانہ نماز جنازہ کے عدم جواز سے متعلق لکھتے ہیں: مذہب مہذہب حنفی میں جنازہ غائب پر بھی محض ناجائز ہے۔ ائمہ حنفیہ کا اس کے عدم جواز پر بھی اجماع ہے۔ (ص ۳۴۱) نیز پہلی دوسوسات عبارات کے علاوہ خاص اس مسئلہ کے عدم جواز پر تیئیس عبارات سے تائید مزید فرمائی، یوں کل دوسوتیس عبارات ہوئیں۔

نجاشی، معویہ لیثی اور شہدائے موتہ رضی اللہ عنہم پر غائبانہ نماز کی توجیہ پھر ان وقائع ثلاثہ کا بالتفصیل تصفیہ فرمایا بخوف طوالت اول ہی پر اکتفا اگرچہ ثانی بھی قابل اعتنا فرماتے ہیں: صدہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دوسرے مواضع میں وفات پائی، کبھی کسی حدیث صریح سے ثابت نہیں کہ حضور نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی۔

کیا وہ محتاج رحمت والا نہ تھے، کیا معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر یہ رحمت و شفقت نہ تھی، کیا ان کی قبور اپنی نماز پاک سے پرنور نہ کرنا چاہتے تھے، کیا جو مدینہ طیبہ میں مرتے انہیں کی قبور محتاج نور ہوتیں اور جگہ اس کی حاجت نہ تھی۔

یہ سب باتیں بداہۃً باطل ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عام طور پر ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا ہی دلیل روشن و واضح ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن تھی ورنہ ضرور پڑھتے کہ مقتضی بکمال وفور موجود اور مانع مفقود۔ لاجرم نہ پڑھنا قصداً باز رہنا تھا اور جس امر سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ ضرور امر شرعی و مشروع نہیں ہوسکتا۔

دوسرے شہر کی میت پر صلوٰۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے۔ واقعہ نجاشی و واقعہ معٰویہ لیثی و واقعہ امرائے موتہ رضی اللہ عنہم ان میں اول دوم بلکہ سوم کا بھی جنازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھا تو نماز غائب پر نہ ہوئی بلکہ حاضر پر، اور دوم وسوم کی سند صحیح نہیں اور سوم صلوٰۃ بمعنی نماز میں صریح نہیں .... اگر فرض ہی کر لیجئے کہ ان تینوں واقعوں میں نماز پڑھی تو باوصف حضور کے اس اہتمام عظیم و موفور اور تمام اموات کے اس حاجت شدیدہ رحمت و نور قبور کے صدہا پر کیوں نہ پڑھی، وہ بھی [illegible] حضور [illegible] حاجتمند رحمت و نور، اور حضور ان پر بھی رؤف و رحیم تھے۔

نماز سب پر فرض عین نہ ہونا اس اہتمام عظیم کا جواب نہ ہوگا، نہ تمام اموات کی اس حاجت شدیدہ کا علاج، حالانکہ حریص علیکم ان کی شان ہے۔ دو ایک کی دستگیری فرمانا اور صدہا کو چھوڑنا کب ان کے کرم کے شایان ہے۔ ان حالات و اشارات کے ملاحظہ سے عام طور پر ترک اور صرف دو ایک بار وقوع خود ہی بتادے گا کہ وہاں خصوصیت خاصہ تھی جس کا حکم عام نہیں ہوسکتا۔ حکم عام وہی عدم جواز ہے جس کی بنا پر عام احتراز ہے۔

اب واقعہ بئر معونہ ہی دیکھئے۔ مدینہ طیبہ کے ستر جگر پاروں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص پیاروں، اجلہ علمائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کفار نے دغا سے شہید کر دیا۔ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا سخت و شدید غم و الم ہوا۔

ایک مہینہ کامل خاص نماز کے اندر کفار ناہنجار پر لعنت فرماتے رہے مگر ہرگز منقول نہیں کہ ان پیارے محبوبوں پر نماز پڑھی ہو۔ (ص ۳۴۶)

عرض ختامی:

۔ مقالہ و رسالہ اور صاحب مقالہ و رسالہ سے متعلق گفتگو سپرد قرطاس کی جا چکی ہے آخر میں عرض ختامی یہ ہے کہ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی زیر نظر رسالہ سے قبل بھی متعدد کتب اور رسائل کثیرہ تصنیف فرما چکے ہیں، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس سے امید واثق ہے کہ آئندہ بھی علمی و تحقیقی مواد بصورت کتب و رسائل، اہل اسلام کو فراہم کر کے انظار کو منور، قلوب کو معطر اور اذہان کو مطمئن کرتے رہیں گے۔ انشاء اللہ

درحقیقت علامہ موصوف نے ذوات قدسیہ کی سچی و پکی نسبت روحانیہ، علمیہ اور سیاسیہ کے زیر سایہ جب شب و روز مخلص و مگن ہو کر پوری لگن و جدوجہد سے علوم نقلیہ وعقلیہ اور قدیمہ و جدیدہ کو پڑھا تو رب کریم نے انہیں اپنے فضل و کرم سے کتاب و سنت

کا علم، دین قیم کا فہم عطا فرما دیا اور انہوں نے علم نافع و فہم رافع کی نعمت غیر مترقبہ کا شکر و حق ادا کرنے میں نہ کوئی کسر چھوڑی نہ دقیقہ بلکہ ''لکل شئی حق'' کے پیش نظر آغاز ہی سے علم دین متین کے اولین حق، عمل بالاخلاص کو عقیدۂ راسخہ کی جھرمٹ میں ادا کرتے رہے۔

ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز کی مانند واضح ہے کہ جب ادائے حق کامل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ جل و علا دینی و دنیوی عزت و بھلائی، بلندی و سرخروئی اور کامیابی و کامرانی کی راہیں کشادہ اور ذلت و رسوائی، ناکامی و نامرادی کی راہیں مسدود فرما دیتا ہے۔ ذا ظاھر لا غبار علیه اصلاً

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیزم محمد اشرف آصف جلالی کو حاسدوں کے حسد شریروں کے شر اور ظالموں کے ظلم سے اپنی حفاظت میں رکھے اور قوت علمیہ، عملیہ اور دافعیہ کے ساتھ ہر شعبہ اسلامیہ میں انہیں خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے رحمت بھرے پیغام اسلام کی احسن طریق پر خدمت کرنے کی مزید توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استاذ العلماء حضرت مولانا بشیر احمد فردوسی

ناظم اعلیٰ جامعۃ الفردوس حاصل پور

اللہ تعالیٰ نے بندوں پر دو قسم کے حقوق لازم فرمائے ہیں۔

ا۔ حقوق اللہ تعالیٰ ۲۔ حقوق العباد

حقوق العباد کی فہرست بہت طویل ہے ان میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ جب مسلمان فوت ہو جائے اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔

نماز جنازہ کی شرائط میں ایک شرط حضور میت بھی ہے یعنی میت سامنے ہو تو نماز جنازہ پڑھی جائے گی، خیر القرون سے لے کر آج تک امت محمدیہ ﷺ کا اس پر عملاً اجماع رہا ہے البتہ ماضی قریب میں ایک نیا فرقہ پیدا ہوا جو گورنمنٹ برطانیہ کی سرپرستی میں پروان چڑھتا رہا انہوں نے امت مسلمہ میں انتشار پیدا کرنے کے لئے مختلف مسائل کو متنازعہ بنا دیا انہی مسائل میں سے ایک غائبانہ نماز جنازہ بھی ہے پھر ستم یہ ہے کہ ہر ایک کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھائی جاتی بلکہ حاکم یا مشہور سیاسی آدمی یا بزعم خویش شہید کشمیر کا جنازہ بار بار پڑھایا جاتا ہے اور اخبارات میں باقاعدہ طور پر تصاویر کا اہتمام ہوتا ہے اور اگر کوئی غریب مر جائے تو پھر غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھائی جاتی۔ یا للعجب

حالانکہ مذہب اسلام میں ہر ایک چیز کے اصول وضوابط باقاعدہ طور پر مقرر ہیں ان کو پس پشت ڈال کر کوئی بھی کام کیا جائے تو وہ جائز نہیں ہوگا۔ اسی لئے اس موضوع پر عصر حاضر کے عظیم مذہبی سکالر مفسر قرآن ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی نے قلم

اٹھایا اور تحقیق کا حق ادا کر دیا فریق مخالف کے پاس ایک ہی دلیل ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی حالانکہ اولاً یہ ان کی دلیل نہیں بنتی ہے اس پر قبلہ ڈاکٹر صاحب نے بڑی تفصیل کے ساتھ گفتگو فرمائی ہے۔

ا۔ وہ جنازہ آپ سے غائب نہیں تھا۔

عن ابن عباس قال کشف للنبی صلی اللہ علیہ وسلم سریر النجاشی حتی راٰہ وصلّٰی علیہ۔

(ترمذی شریف جلد اول ص ۱۲۳ حاشیہ نمبر ۵، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان شریف)

حضور علیہ السلام کے لئے حضرت نجاشی کی چارپائی سے پردہ ہٹا دیا گیا آپ ان کو دیکھتے ہوئے نماز جنازہ پڑھا رہے تھے۔

قائلین نماز جنازہ کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے شاگرد حافظ ابن قیم زاد المعاد جلد ا ص ۱۴۵ میں لکھتے ہیں۔

"ومن الجائز ان یکون رفع لہ سریرہٗ ا فصلّٰی علیہ وھو یری صلاتہ علی الحاضر المشاھد وان کان علی مسافۃ من البعد و الصحابۃ و ان لم یروہ فھم تابعون للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلاۃ"۔

یہ توضیح قاضی شوکانی نے بھی نیل الاوطار جلد نمبر ۴ ص ۵۴ میں نقل کی ہے۔

بحوالہ توضیح السنن جلد دوم ص ۶۶۴ مطبوعہ ادارۃ العلم والتحقیق اکوڑہ خٹک۔

۲۔ آپ کی خصوصیات میں شامل ہے اگر غائبانہ نماز جنازہ اتنی ہی ضروری ہوتی تو آپ کی حیات مبارکہ میں کتنے صحابہ کرام میدان جہاد میں شہید ہوئے یا ان کی رحلت ہوئی کسی کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی پھر خلفائے راشدین علیہم الرضوان نے بھی کسی کی

غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھائی حالانکہ ان کے زمانے کو بھی حضور علیہ السلام نے خیر القرون میں شامل فرمایا اور خلفائے راشدین تو آپ کی ایک ایک سنت پر عمل کرنے والے ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس اہم سنت کو ترک فرمادیتے۔

پھر تعجب یہ ہے کہ جس حدیث کو دلیل بناتے ہیں خود ان کا عمل اس حدیث پاک کے جمیع لوازمات کے مطابق نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس ہے مثلاً قبلہ ڈاکٹر صاحب نے اس حدیث پاک کو صرف بخاری شریف سے ۱۲ مقامات سے نقل کیا ہے جن میں سے ۶ مقامات پر الیوم کا لفظ موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس دن وصال ہوا اسی دن تدفین سے پہلے نماز جنازہ پڑھائی جبکہ یہ لوگ بعداز تدفین کئی دنوں کے بعد پڑھتے ہیں۔

نمبر۲۔ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کفار کے ملک میں تھے جہاں ان کا جنازہ کسی نے نہیں پڑھایا تھا جب کہ ان کا جنازہ پڑھتے ہیں جن کا جنازہ پڑھا جاچکا ہوتا ہے۔ فافھم و تدبر

بحمدہ تعالیٰ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے اس مسئلہ کے تمام متعلقات پر بڑی علمی و تفصیلی بحث فرمائی ہے اگر آدمی تعصب کی عینک اتار کر اس کا مطالعہ کرے تو ان شاء اللہ حق واضح ہوجائے گا۔

اللہ کریم آپ کی سعی جمیل کو شرف قبولیت عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ بشیر احمد فردوسی گولڑوی

ناظم اعلیٰ جامعۃ الفردوس حاصل پور

خادم اللہ رئیس: مدرسہ احیاء العلوم بورے والہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام جیلانی اشرفی زید مجدہ

شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم ڈیوس روڈ کراچی

غائبانہ نماز جنازہ پر اصرار کیوں؟ ذرا سوچئے!

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین اور آخرین میں خاتم النبیین ﷺ کے ذریعے اپنے بندوں کی رشد وہدایت کے لئے کامل واکمل نظام حیات واقدار عطا فرما کر رہتی دنیا تک کی انسانیت پر احسان عظیم فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے وحی جلی وخفی کے ذریعے اس نظام کو لیکر عملاً نافذ فرمایا، اور اسی نظام کے نفاذ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کی نبوت کے بنیادی مقاصد میں شمار فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون۔ (التوبہ ۳۳، الصّف ۹)

یعنی وہی (قادر مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو (کتاب) ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ غالب کردے اسے تمام دینوں پر اگرچہ ناگوار گزرے (یہ غلبہ) مشرکوں کو۔

اور اسی مقصد عظیم کو سورہ الفتح آیت نمبر ۲۸ میں بیان کرنے بعد فرمایا: وکفی باللہ شھیدا۔ اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔

حضور ﷺ نے اس نظام ہدایت میں جن امور کو عملاً نافذ کر کے انکو معاشرے کا حصہ بنانا تھا اور ان کو رواج دینا تھا انہیں کامل شرح وبسط کے ساتھ نافذ ورائج کیا، از

خود عمل کر کے اور اپنے مخلص صحابہ کرام سے عمل کروا کے رہتی دنیا تک کے آنے والے انسانوں کے لئے انمٹ نقوش چھوڑے۔

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنہرے مدنی دور میں غائبانہ نماز جنازہ عام سطح پر رائج تھا؟ ذرا سوچئے!

اگر فوت ہونے والے مسلمان کے حقوق میں سے غائبانہ نماز جنازہ اس کا حق ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اسے پوری شدت کے ساتھ نافذ فرماتے اور رواج دیتے کیا یہ حقیقت نہیں؟ ذرا سوچئے!

ذخیرہ احادیث میں بجز حضرت نجاشی کے واقعہ کے اور کتنے واقعات ہیں جن میں غائبانہ نماز جنازہ کا ثبوت ملتا ہے؟ ذرا سوچئے! اور جہاں تک حضرت نجاشی کا واقعہ ہے وہ خود مؤول اور محتمل ہے جس کی متعدد تاویلات اور احتمالات ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب نے اپنے مقالہ ''غائبانہ نماز جنازہ'' میں قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں اسے غور سے پڑھیے اور ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کیجئے، توقع ہے کہ حقیقت تک رسائی ممکن ہو سکے گی۔

ذرا غور فرمایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مدنی دور میں مختلف مہمات میں صحابہ کرام شریک ہوتے، جنگوں میں شرکت کرتے اور کاروبار سمیت مختلف اغراض و مقاصد کے لئے سفر اختیار کرتے ان میں متعدد شہید ہوئے، کئی ایک سفر میں وصال فرما گئے۔

کیا وہ لوگ اس بات کے مستحق نہ تھے کہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھاتے؟ آپ کو کتنے ایسے واقعات سیرت طیبہ میں ملتے ہیں۔ ذرا

ڈھونڈ یئے، تلاش کیجئے اور اگر غائبانہ نماز جنازہ وصال فرمانے والے صحابہ کرام کے حوالے سے نہ ملے تو اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہوسکتی ہے اسلام میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کے حقوق ادا نہ کئے ہوں یا ان کا کوئی حق تلف کیا ہو، کیا غائبانہ نماز جنازہ فوت ہو جانے والے مسلمان کا حق ہے؟ ذرا سوچئے!

رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات ظاہری میں غائبانہ نماز جنازہ کو رائج نہ کیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اسی طریقے کو اپنا کر غائبانہ نماز جنازہ کے طریقہ کو نہیں اپنایا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک تعامل الناس یہی ہے۔ کہ وہ غائبانہ نماز جنازہ کو درست نہیں سمجھتے، سوائے ان محدود لوگوں کے جو اپنی مخصوص فکر و نظر اور طرز عمل کے تحت اسے اپناتے ہیں۔ بلکہ مشاہدہ یہ ہے کہ سیاسی مفادات کے تحت حاضرانہ کے مقابلے میں غائبانہ کو پوری شدت سے اپناتے ہیں اور جگہ جگہ اس کا عملی مظاہرہ کرتے نظر آتے ہیں، کیا یہ طرز عمل اسلامی کہلانے کا مستحق ہے؟ ذرا سوچئے!

ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب نے اپنے اس بہترین مقالہ میں یہ بتایا ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں حضرت نجاشی کے واقع کو تیرہ مرتبہ بیان کیا ہے اور ڈاکٹر صاحب زیر نظر تحقیقی مقالہ غائبانہ نماز جنازہ میں کہتے ہیں کہ حدیث نجاشی میں غائبانہ کا لفظ موجود ہی نہیں ہے۔

بخاری شریف پڑھنے پڑھانے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اصل کمال عنوان باب اور ترجمہ باب قائم کرنا ہے اور ترجمہ باب میں امام بخاری درحقیقت حدیث مبارک سے ثابت ہونے والے مسائل کی نشاندہی یا اپنے

اجتہاد سے استنباط کر کے مسائل بیان کرتے ہیں۔

ڈاکٹر اشرف آصف صاحب اس حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ حدیث نجاشی رضی اللہ عنہ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کل تیرہ مرتبہ نقل کیا، آٹھ مرتبہ کتاب الجنائز میں اور پانچ مرتبہ کتاب مناقب الانصار میں، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نجاشی کے اس واقع سے چھ مسائل ثابت کئے ہیں۔

نمبر ا۔ میت کے رشتہ داروں کو اس کی موت کی خبر دینا جائز ہے۔

نمبر ۲۔ نماز جنازہ میں امام کے پیچھے مقتدی دو ہوں یا تین

نمبر ۳۔ نماز جنازہ کیلئے متعدد صفیں بنانی چاہیئں

نمبر ۴۔ جنازگاہ اور مسجد میں نماز جنازہ کا حکم

نمبر ۵۔ نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہنی چاہیئں

نمبر ۶۔ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی وفات کا بیان

حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے اس واقع میں اگر غائبانہ نماز جنازہ کی گنجائش ہوتی تو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بصیرت اور اجتہادی صلاحیت کا تقاضا تھا کہ وہ کم از کم ایک باب یوں بھی قائم فرماتے ''باب الصلوٰۃ علی المیت الغائب'' مگر بخاری شریف میں اس باب کا کوئی وجود نہیں، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی بخوبی یہ سمجھتے تھے کہ حضرت نجاشی کے واقع میں غائبانہ نماز جنازہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے نہ وہ اسکے قائل ہوئے نہ عامل۔ لہٰذا بات بات میں بخاری کا ورد کرنیوالوں کو اس پر کامل غور وفکر کرنا چاہیے شاید کہ ہدایت نصیب ہو جائے۔

کیا مرنے والے کی مغفرت کیلئے علاوہ نماز جنازہ کے کوئی عمل نہیں ہے، یقیناً

ہے اور وہ جسمانی اور مالی عبادات کا ایصال ثواب ہے۔ لہذا دعائے مغفرت کیجئے، اپنے مرحوم کی طرف سے صدقہ وخیرات کیجئے اور صدقات جاریہ اپنایئے یہی آپ کے مرحوم کا آپ پر حق ہے اور اسی طرح ٹھیک سنت کے مطابق آپ اس حق کو ادا کر سکتے ہیں اور احسن طریقے سے ادا کر سکتے ہیں، پھر غائبانہ نماز جنازہ پر اصرار کیوں؟ ذرا سوچئے!

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب کی اس کاوش کو اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے قبول فرمائے۔ (آمین)

فقط والسلام

غلام جیلانی اشرفی غفرلہ

استاد جامعہ نضرۃ السلام کراچی

۲۹ مئی ۲۰۰۸ء بروز جمعرات

غائبانہ نماز جنازہ کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں

از: سعید بدر، سینئر ایڈیٹر روزنامہ پاکستان لاہور

وطن عزیز پاکستان میں آج کل "غائبانہ نماز جنازہ کا مسئلہ" زیر بحث ہے۔ غیر مقلدین اسے جائز قرار دیتے ہیں جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلدین اسے جائز نہیں سمجھتے۔ دراصل بعض وجوہ کی بناء پر ایک گروپ نے نہ صرف اسے جائز قرار دے رکھا ہے بلکہ بعض اوقات اس پر عمل بھی کیا ہے۔ 1988ء میں پاکستان کے سابق صدر جنرل محمد ضیاء الحق جب فضائی حادثہ میں اپنے تیں جرنیلوں سمیت حادثہ فاجعہ کا شکار ہو گئے تو ان کی غائبانہ نماز جنازہ نہ صرف پاکستان کے مختلف مقامات پر ادا کی گئی بلکہ مکہ معظمہ میں بھی پڑھی گئی۔ حال ہی میں پاکستان کی سیاسی رہنما محترمہ بے نظیر بھٹو کو راولپنڈی میں گولی ماردی گئی اور انجام کار موت سے ہمکنار ہوئیں تو ملک میں بہت بڑا ہیجان پیدا ہو گیا، ہر دوست، دشمن خواہ اس کا تعلق کسی بھی فرقہ یا مسلک سے تھا۔ وہ غمزدہ اور ملول تھا۔ یہی وجہ ہے کہ محترمہ بے نظیر بھٹو کی غائبانہ نماز جنازہ بھی مختلف مقامات پر ادا کی گئی۔ یہ درحقیقت ایک اعزاز تھا جو انہیں پیش کیا گیا۔ ان ہر دو واقعات میں سیاسی شخصیت ملوث تھیں۔ اس لئے غائبانہ نماز جنازہ کا نہ صرف سلسلہ چل پڑا بلکہ یہ اندرون و بیرون ملک پھیل گیا۔ کسی نے اس کے جواز یا عدم جواز پر غور کیا اور نہ تحقیق کی بلکہ ستم ظریفی کا یہ عالم بھی دیکھنے میں آیا کہ حنفی مسلک سے تعلق رکھنے والے بعض حقیقت حال سے بے خبر یا پھر شہرت پسند مولویوں نے بھی نہ صرف بے نظیر کی نماز جنازہ پڑھی بلکہ خود بھی پڑھائی۔ ان غیر مقلد اور بعض مقلد علماء کا

مقصد ہمارے خیال میں محض سستی شہرت کا حصول تھا کیونکہ اس طرح اخبارات میں ان کی تصویر اور نام چھپ گیا کہ فلاں مولوی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ یا پھر انہوں نے نادانی اور کم علمی کی بناء پر ایسا کیا۔ ان حضرات نے غور و فکر کی تکلیف گوارا کی اور نہ تحقیق و تفتیش سے کام لیا۔ رہے بے چارے عوام تو ان کا کام ہی بھیڑ چال ہے۔ وہ بلا تحقیق ان کم علم اور کم فہم علماء کے پیچھے چل پڑتے ہیں کیونکہ وہ خود دین کے مسائل کے بارے میں بخوبی معلومات نہیں رکھتے۔ یہ بعض حضرات اوقات حالات کے جبر کے تحت ایسا کرتے ہیں یا پھر حالات حاضرہ رو میں بہہ جاتے ہیں، یا پھر بعض دفعہ مفادات کے اسیر ہو کر ایسا کرتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ علماء حق و باطل کے درمیان ہمیشہ جنگ جاری رہی۔ خلق قرآن کے واقعہ پر جہاں حق پرست علماء بھی تھے جنہوں نے ساہان وقت کی ہاں میں ہاں ملائی اور ان کا کہا حق قرار دیا۔ انہیں لوگوں کو علماء سُو کہا جاتا ہے۔

اس قبیل کے علماء اور فقہاء کے بارے میں حکیم الامت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے نہایت سوزی کے ساتھ اسرار خودی میں لکھا ہے کہ

کعبہ آباد است از اصنام ما	خندہ زن کفر است بر اسلام ما
پیر ہا از بیاض مُو شدند	سخرہ بہر کودکان کوسد ند
می شو دہر مو درازے خرقہ پوش	آہ! ازیں سوداگر ان دیں فروش
بامریداں روز و شب اندر سفر	از ضرورت ہائے ملت بے خبر
دیدہ ہا بے نور مثل نرگس اند	سینہ ہا از دولت مفلس اند
واعظان ہم صوفیاں منصب پرست	اعتبار ملت بیضا شکست

واعظ ما چشم بربت خانہ دوخت　　　　مفتی ، دینِ مبیں فتویٰ فروخت

"یعنی (اب) کہ کعبہ ہمارے بتوں کی بدولت آباد ہے اور (آج) کفر ہمارے اسلام پر خندہ زن ہے (ہمارے) شیخ (شیخ الاسلام) نے بتوں کے عشق کے عوض اسلام ہار دیا۔ اس نے زُنّار کو اپنی تسبیح کا دھاگا بنالیا۔ اب ہمارے بزرگ صرف اپنے سفید بالوں کی وجہ سے بزرگ ہیں۔ (علم دین کی بدولت نہیں) ورنہ ان کے کام ایسے ہیں کہ گلی کوچوں کے بچے بھی ان پر ہنستے ہیں۔ علامہ فرماتے ہیں کہ (ان کا) دل لا الٰہ کے نقش سے خالی ہے اور ہوس کے بتوں کے باعث بت خانہ بنا ہوا ہے۔ ہو مُو دراز خرقہ پوش یعنی بزرگ بنا ہوا ہے۔ افسوس ہے کہ ان دین فروشوں سوداگروں پر! آج کل پیر مریدوں کے ساتھ ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں، وہ ملت کے حالات وضروریات سے بالکل بے خبر ہیں۔ ان کی آنکھیں نرگس کے پھول کی مانند بے نور ہیں ان کے سینے دل کی دولت نہ ہونے کی وجہ سے خالی ہیں یعنی وہ سوز دروں سے محروم ہیں"۔

"کیا وعظ اور کیا صوفی سب چاہ پرست ہیں (انہوں نے) ملت بیضا کا وقار ختم کر دیا ہے۔ ہمارے وعظ کی آنکھ بت خانے پر لگی ہوئی ہے اور ہمارے مفتیان دین متین فتوے فروخت کر رہے ہیں۔ دوستو! اب ہمارے لئے کیا چارہ کار باقی رہ گیا ہے جب کہ ہمارے پیر نے بت خانے کا رخ اختیار کر لیا ہے"۔

گزشتہ آٹھ سال سے ہمارے چند مشہور علماء کا سیاسی اور دینی کردار آپ کے سامنے ہے۔ عام مسلمان ان کے کردار سے مایوس ہو چکا ہے، چالبازوں، مکاروں اور کذب وافتر میں یہ حضرات دوسرے سیاسی لوگوں سے کس طرح پیچھے نہیں رہے ۔صوبہ سرحد میں پانچ سال حکمران رہ کر بھی یہ لوگ عام مسلمانوں کو دیندار بنا سکے اور نہ

ان کی معاشی تقدیر بدل سکے۔

مولانا ڈاکٹر محمد آصف اشرف جلالی جو اپنے سینے میں دردمند دل رکھنے والے انسان ہیں اور علم دین متین کے معاملے میں بہرۂ وافر رکھتے ہیں۔ انہوں نے کتاب و حدیث اور اسلامی لٹریچر کے وسیع مطالعہ کے بعد مستند اور ٹھوس دلائل و براہین کی روشنی میں ''غائبانہ نمازِ جنازہ جائز نہیں کے عنوان سے حال ہی میں تحقیقی رسالہ قلمبند کر کے شائع کیا ہے جس میں حدیث کی روشنی میں بتایا گیا ہے کہ ''غائبانہ نمازِ جنازہ'' کسی بھی اعتبار سے جائز نہیں اور جو لوگ اسے پڑھتے ہیں یا پڑھاتے ہیں یا اسے روا سمجھتے ہیں وہ اسلام میں نئی چیز کے اختراع یا اضافہ کا باعث بنتے ہیں جسے دراصل بدعت کہا جا سکتا ہے اور یہ معاملہ ملت میں انتشار و افتراق کی وجہ بن سکتا ہے۔ نماز اور دعا میں فرق کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب اپنی تحقیق کے مطابق لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ کے لئے وضو کرنا اور کپڑوں کی طہارت ضروری ہے جس کے بغیر نماز ہو ہی نہیں سکتی جبکہ دعا کے لئے وضو اور لباس کی طہارت کی وہ حیثیت نہیں جو نماز کے لئے ہے۔ نماز کے لئے قبلہ رو ہونا ضروری ہے جبکہ دعا کے لئے قبلہ کی پابندی لازم نہیں۔ اسی طرح مروجہ نماز جنازہ جو بشکل جماعت ادا کی جاتی ہے اس کے لئے امام کی امامت ضروری ہے جبکہ دعا کے لئے امام کی موجودگی لازمی نہیں۔

نمازِ جنازہ جو کہ فرض نمازوں میں سے ایک ہے، اس لئے اس کے لئے ایک ''وقت'' ہوگا دعا کسی وقت بھی کی جا سکتی ہے۔

فرض نمازِ جنازہ کا سبب ہی چونکہ فوت شدہ جسم ہے چنانچہ اس کے ہوتے ہوئے یہ نماز ادا کی جائے گی۔ گویا نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے ''حضورِ میت'' شرط ہے۔

حقیقت ہے نمازِ جنازہ محض دعا نہیں۔ یا تو اسے نماز نہ کہا جائے یا پھر اس کی نماز ہونے کا لحاظ کیا جائے اور میت کے موجود ہونے کی صورت میں ہی اسے ادا کیا جائے۔

غیر مقلدین جو نمازِ جنازہ غائبانہ کو سنت قرار دیتے ہیں، ان کے اپنے امام اور پیشوا امام ابن قیم جوزی نے اسے جائز قرار نہیں دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ

ہر کسی کی نمازِ جنازہ ادا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا اور نہ آپ کی سنت، صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم میں سے کثیر حضرات دور دراز علاقوں میں فوت ہوئے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا نہیں کی"۔ اس فتویٰ کے باوجود غیر مقلدین کا نمازِ جنازہ کے جواز اور وجوب پر اصرار حیران کن ہے۔

غائبانہ نمازِ جنازہ کے جواز میں غیر مقلدین زیادہ سے زیادہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی نمازِ جنازہ کی مثال پیش کرتے ہیں جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد مبارک میں ادا فرمائی تھی۔ اس سے قبل مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد آپ نے حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کی قبر پر بھی نمازِ جنازہ پڑھی تھی۔ یاد رہے کہ حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد سے صرف ایک ماہ قبل فوت ہوئے تھے۔

ڈاکٹر محمد آصف اشرف جلالی نے اپنے مقالہ میں لکھا ہے کہ "حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ والی حدیث بخاری شریف میں ۱۳ مرتبہ درج کی گئی ہے۔ لیکن ان تمام حوالوں میں "صلی علیہ وھو غائب" کے الفاظ کہیں موجود نہیں جس کا صاف مطلب ہے کہ حضرت نجاشی کی نمازِ جنازہ غائبانہ نہیں تھی اور "صلوٰۃ" کے الفاظ سے بعض آئمہ نے محض "نماز" مراد لیا ہے البتہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز مدینہ میں ادا کی اور حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ وفات کے وقت ملک حبش میں تھے، اس لیے لا محالہ

"غائبانہ" نماز کا تصور ابھرتا ہے لیکن ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اور بے بیشک! خدا کی قسم! "میں اپنے حوض کوثر کو مسلسل دیکھ رہا ہوں"۔

صرف یہ ایک حدیث ہی نہیں بلکہ ایسی احادیث اور بھی موجود ہیں جن میں آپ واقعات کو بالکل سامنے دیکھتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ واقعات اور مناظر انہیں دکھاتا تھا معراج کے بعد بیت المقدس کا دکھایا جانا تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔ جس میں آپ کفار کو بیت المقدس کی سیڑھیاں، کھڑکیاں اور دروازے سے دیکھ کر اور گن گن کر بتاتے رہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے صحیح بخاری اور مسلم کے باب الا اسراء کے حوالے سے لکھا ہے کہ "جب کفار نے بیت المقدس کا نقشہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا، مجھے اچھی طرح یاد نہ تھا۔ دفعتہً اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میری نگاہوں کے سامنے کر دیا چنانچہ آپ ﷺ سے وہ لوگ ایک ایک چیز کو پوچھتے جاتے تھے اور آپ ﷺ ان کے جواب ان کو دیتے جاتے تھے۔

اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ سینکڑوں میل دور بیت المقدس آپ کے سامنے کر دیا گیا۔ گویا ان کے لئے زمین سکڑ گئی۔ اس عظمت کا کیا کہنا!

مسند امام احمد بن حنبل میں بسند جابر بن عبداللہ روایت ہے جسے علامہ شبلی نے سیرت النبی کی جلد سوم، ص ۳۴۳ پر لکھا ہے۔

"عمرو بن عامر خزائی عرب میں پہلا شخص تھا جس نے جانوروں کو دیوتاؤں کے نام نذر کرنے سے بدعت کا آغاز کیا۔ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "میں جہنم کو دیکھا کہ اس کے شعلے ایک دوسرے کو توڑ رہے ہیں اور میں نے اس میں عمرو بن عامر کو دیکھا کہ اپنی آنتیں گھسیٹ رہا ہے"۔

اس حدیث سے یہی پتا چلتا ہے کہ مدینہ منورہ کہاں؟ اور دوزخ کہاں؟ لامتناہی فاصلہ لیکن حضور ﷺ اُسے بالکل "نزدیک" سے دیکھ رہے تھے۔

گویا یہ حقیقتِ اظہر من الشمس ہے کہ رسالت مآب ﷺ کے لئے بُعد، دوری یا فاصلوں کی کوئی اہمیت نہ تھی، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ دور دراز کے مقامات اور واقعات کو اس طرح دیکھ سکتے ہیں جیسے وہ ان کے سامنے وقوع پذیر ہو رہے ہوں۔

جنگِ احزاب (خندق) کے واقعات مشہور ہیں جن کو سبھی مسالک کے لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ نے جب ایک پتھر پر کدال ماری تو شعلہ برآمد ہوا جس پر آپ نے فرمایا کہ "میں دیکھ رہا ہوں کہ فارس فتح ہو گیا"۔ دوسری کدال ماری تو پھر شعلہ نمودار ہوا جس پر آپ نے فرمایا "میں دیکھ رہا ہوں کہ روم فتح ہو گیا اور مسلمانوں کے قبضہ میں ہے"۔ ایک دوسری روایت کے مطابق تیسرے کدال پر فرمایا کہ یمن فتح ہو گیا ۔مزید فرمایا کہ کسریٰ ختم ہو گیا۔ اب کوئی کسریٰ نہ مٹ گیا اب کوئی روم نہ ہو گا"۔

معترضین کے لئے عرض ہے کہ یہ واقعات تو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئے تھے اور آپ فرماتے ہیں "میں دیکھ رہا ہوں" گویا آپ کی چشم بینا، عہد حاضر اور عہد ماضی کے علاوہ مستقبل کے واقعات کو بھی دیکھ سکتی تھی اور دیکھ لیتی تھی۔ علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے۔

مجھے راز دو عالم دل کا آئینہ دکھاتا ہے
وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے

یہ دعویٰ عہد حاضر کے ایک فلاسفر شاعر کا ہے اور نبی ﷺ کا مقام تو بہت بلند ہے نبی تو کنعان میں بیٹھ کر بھی مصر سے آنے والی قمیض کی خوشبو سونگھ لیتا ہے۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ تو افضل الانبیاء ہیں شب معراج، بیت المقدس میں تمام انبیاء نے ان کی

قیادت میں نماز ادا کی تھی۔

علامہ اقبال نے رسالت مآب ﷺ کے اس "عالم دید" کو یوں بیان کیا ہے۔

آنکہ عین ذات را بے پردہ دید

ربّ زدنی از زبان او چکید

یعنی آپ ﷺ نے عین ذات کو بے حجاب اور بے پردہ دیکھا، قرآن پاک بھی تو یہی کہتا ہے کہ "صرف ہاتھوں، یا دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا"

اب ان حوالوں کے بعد ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نے شاہ حبشہ نجاشی کی نماز جنازہ کس طرح پڑھائی تھی؟ گویا جنازہ ان کے سامنے تھا، حضرت عمر نے خطبہ جمعہ دیتے ہوئے ساریہ کو حکم دیا تھا "یا ساریہ! الی الجبل" ساریہ! پہاڑ کی طرف دیکھو! تو ساریہ نے یہ آواز سن لی اور اس پر عمل کیا گویا حضرت عمر کے لئے بھی فاصلے دور ہے، وہ سمٹ گئے۔

گویا عطاء الٰہی سے آپ ﷺ مدینہ میں رہ کر حوض کوثر کو مسلسل دیکھ سکتے ہیں تو انہوں نے اسی عطائے ربانی کی بدولت ہی مدینہ میں رہ کر حبشہ میں حضرت نجاشی کی موت کا پتہ لگا لیا تھا۔ نتیجہ ظاہر ہے کہا آپ ﷺ حضرت نجاشی کے فوت شدہ جسم کو بھی دیکھ رہے تھے۔

اس لئے رسالت مآب ﷺ چونکہ میت کو سامنے دیکھ رہے تھے اس لئے یہ نماز جنازہ غائبانہ ہرگز نہیں قرار دی جاسکتی۔

ڈاکٹر اشرف جلالی صاحب نے اپنے مقالہ میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ نمازِ جنازہ درحقیقت حاضرانہ تھی، غائبانہ نہیں تھی۔ انہوں نے اپنے نتائج بحث یوں

ثابت کئے ہیں۔

۱۔ حدیث نجاشی میں غائبانہ کا لفظ موجود نہیں اور نہ ہی امام بخاری نے اپنے استنباط میں یہ لفظ درج کیا ہے۔

۲۔ غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنے والے اسے دلیل نہیں بنا سکتے کیونکہ حضرت نجاشی کی نمازِ جنازہ اسی دن پڑھی گئی تھی جس دن وفات ہوئی جبکہ یہ لوگ بہت بعد میں پڑھتے ہیں۔

۳۔ حضرت نجاشی کی نمازِ جنازہ تدفین سے قبل تھی جبکہ یہ حضرات بعد میں پڑھتے ہیں۔

۴۔ غائبانہ نمازِ جنازہ کو اگر مان لیا جائے تو پھر قبر پر نمازِ جنازہ بطریق اولیٰ ہمیشہ کے لئے جائز قرار پائے گی۔ پھر اس کے سب سے زیادہ مستحق رسول اللہ ﷺ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارکہ نمازِ جنازہ نہ پڑھنے کا ہر دور میں اجماع رہا ہے تو اس لحاظ سے غائبانہ نمازِ جنازہ نہ پڑھنے کا مدار بھی اسی اجماع پر ہے۔

۵۔ جمہور امت عملاً اس موقف پر ہمیشہ قائم رہی ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت نجاشی کی خصوصیت ہے۔

☆ خلفائے راشدین نے خود کسی کا غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھایا اور نہ ان کا کسی نے پڑھایا۔

☆ بدری صحابہ نے خود کسی کا غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھایا اور نہ ان کا کسی نے پڑھایا

☆ اصحاب بیعت رضواں نے خود نہ کسی کا غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھایا اور نہ ان کا کسی نے پڑھا۔

☆ تابعین نے خود کسی کا پڑھایا اور نہ ان کا کسی دوسرے نے پڑھا۔

☆ آئمہ اربعہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل نے خودکسی کا پڑھایا ہے اور نہ ان کا کسی نے پڑھا۔

☆ آئمہ اربعہ مجتہدین کے شاگردوں نے خودکسی کا پڑھایا اور نہ کسی نے ان کا پڑھا۔ گویا بلاد اسلامیہ میں ہر دور اور ہر زمانے میں ہمیشہ یہی عمل رہا تو پھر آج امت میں یہ انتشار کا نیا دروازہ کیوں کھولا جارہا ہے اور نیا سلسلہ کیوں شروع کیا جارہا ہے؟

کیا یہ بدعت نہیں؟

مولانا ڈاکٹر محمد آصف اشرف جلالی کے اس مقالہ کی اشاعت کے بعد تو اور بات تھی۔ صحافت کا پیشہ اور اس کی دیانت رطب ویابس لکھنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ یہ حضرت متنازعہ رپورٹ لکھنے میں کافی مشہور ہیں۔ آئے دن لوگوں کو وضاحت آمیز تردید چھپوانا پڑتی ہیں۔

بہرحال ڈاکٹر مولانا آصف اشرف جلالی ہر لحاظ سے تعریف وتحسین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے دین میں ایک غلط روش اور غلط رواج کا قلع قمع کرنے کے لئے احادیث مبارکہ اور آئمہ کرام کے مستند حوالوں پر مبنی مقالہ شائع کیا ہے جس سے دین متین کے مسائل سے دلچسپی رکھنے والے اہل ذوق وشوق نہ صرف کما حقہ، استفادہ کریں گے بلکہ یہ معلومات دوسروں تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ پہلی کاوش نہیں، وہ اس سے قبل بھی متعدد دینی مسائل پر اظہار خیال کر چکے ہیں اور ان کی یہ تقاریر اور تحاریر متعدد پمفلٹوں، کتابچوں اور کتابوں کی صورت میں منصۂ شہود پر آچکی ہیں جن سے اہل ذوق استفادہ کررہے ہیں

زاویۂ نگاہ

نماز جنازہ غائبانہ یا حاضرانہ

ممتاز صاحب قلم علامہ عبدالحق ظفر چشتی صاحب

کسی دیدۂ کور کی بات نہ کر۔ اور نہ ان کی بات کر۔ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا۔ کہ جن کی آنکھیں ہیں۔ لیکن ان سے دیکھتے نہیں۔ ایسے انسان بھی ہزاروں، لاکھوں، اربوں اور کھربوں کی تعداد میں موجود تھے، ہیں، اور ہوں گے۔ جو چاند ستاروں اور سورجوں کی ظاہری شان دیکھ کر ان کے حضور سرافگندہ ہو گئے۔ ان سب کے محلے میں، خاندان میں، پلنے والا، ایک ہی تھا۔ جس نے ان ستاروں چاندوں اور سورجوں کی بے بسی اور بے چارگی بھی دیکھ لی کہ اتنی بلند مرتبت مسند پر بیٹھ کر بھی نہ تو خود طلوع ہو سکتے ہیں، نہ غروب۔ بلکہ ان کی بے بسی کی ڈور ہاتھ میں رکھنے والا بھی دیکھ لیا۔ اس نے ہزار دلائل دیئے، سمجھایا لیکن دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے۔

محبوب کو دیکھنا جن کے نصیب میں نہ ہو، محبوب ان کی گود میں، ان کے گھر میں، ان کے محلے میں، گلیوں میں، بازاروں میں، حسن کی خیرات بانٹتا پھرتا بھی نظر نہیں آتا۔ اس لئے ان کی بات نہ کر۔ بات ان کی کر، جو اس محبوب کی چوکھٹ کی خاک چوم کر، منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھ کر، سینکڑوں میل دور اپنے ایک مجاہد بھائی ساریہ کو دیکھ لیتے ہیں۔ اس کے پیچھے دشمن کا گھات لگا کر حملہ آور ہونے کی پوزیشن میں ہونا بھی دیکھ لیتے ہیں۔ جو اسے بغیر موبائیل کے، بغیر تار کے، بغیر مواصلاتی نظام کے، آواز دے کر کہہ بھی سکتے ہیں۔ کہ ساریہ! پیچھے دھیان کر، دشمن تیرے سر پر چڑھ آیا ہے۔

ضروری نہیں کہ ہر بات کی گتھی عقل رسا سلجھائے۔ کئی ہزار باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کو عقل تسلیم کرنے میں کبھی ہچکچاتی ہے۔ کبھی محو تماشائے لب بام ہوتی ہے۔ اور کبھی عقل رسا کی نارسائی کے باوصف ماننی بھی پڑتی ہیں۔ اس لئے ایسے عقلمندوں کی عقلمندی کو سلام۔ ہاں! سنت ابوبکر اختیار کر۔ اور "صدیق" جیسا خوبصورت، باکمال

اور باوقار لقب حاصل کر۔ کہ یہ مرتبہ کمال ہر کسی کے نصیب میں نہیں ہوتا۔ راز کی بات کھل کر بیان نہیں کی جاتی۔ اشاروں میں، کنائیوں میں بیان کر دی جاتی ہے۔ سمجھنے والے سمجھ جائیں اور نہ سمجھنے والے جائیں بھاڑ میں۔

جب وہ اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جو نماز پڑھتے پڑھاتے ہوئے بھی اپنے مقتدیوں کے رکوع وخشوع پر یکساں نظر رکھتے ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اس کے فیضان کا بٹتا ہو بارہ پیچھے نماز پڑھنے والوں کو کب محروم رکھتا ہوگا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بھی انہی کی صف میں تھے۔ اور ان کی کیفیت دید میں ڈوبا ہوا جملہ، یونہی زبان سے تھوڑا نکل گیا تھا کہ "لَا یَظُنُّوْنَ اِلَّا اَنَّ جَنَازَتَهٗ بَیْنَ یَدَیْهِ"۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یوں لگا کہ حضرت نجاشی کا جنازہ ان کے سامنے پڑا ہوا ہے۔ یہی صحابی ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں۔ "وَمَا نَحْسَبُ الْجَنَازَةَ اِلَّا بَیْنَ یَدَیْهِ"۔ کہ ہم یہی سمجھتے تھے کہ جنازہ ان کے سامنے پڑا ہے۔

جس کی نظروں میں، عین نماز کی حالت، جنتی باغات کے پھل یوں قریب آجاتے ہوں کہ ہاتھ بڑھائیں اور توڑ لیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ ان کے پیچھے شرف اقتداء حاصل کرنے والے ۔ وہ اپنی کیفیتِ دید ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ "فَصَلَّیْنَا خَلْفَهٗ وَ نَحْنُ لَا نَرٰی اِلَّا اَنَّ الْجَنَازَةَ قُدَّامَنَا"۔ کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے وہ نماز پڑھی۔ (جس کو بعد میں آنے والے جھلے لوگ ایک عام سا امام اور ایک عام سی نماز سمجھنے لگیں گے) حالانکہ ہم یہی دیکھ رہے تھے کہ جنازہ ہمارے سامنے ہے۔

ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں سلام ہوں۔ اس عظیم ذات پر جن کیلئے حضرت جبرائیل علیہ السلام جیسی عظیم ہستی بھی حضرت معاویہ بن معاویہ الحزنی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کے لئے فَضَرَبَ بِجَنَاحِهِ الْاَرْضَ ۔ کہ زمین پر اپنے پر مارتے پھریں۔ کہ اے اللہ تعالیٰ کے محبوب! آپ کے اور آپ کے وہ غلام جو ہمہ وقت جَائِیًا وَّ ذَاهِبًا وَّقَائِمًا وَّ

قَاعِدًا آتے جاتے اٹھتے بیٹھتے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ کی سورہ مبارکہ صرف محبت الٰہی میں ڈوب کر پڑھتا رہتا تھا۔ اس کے اور آپ کے درمیان کی تمام دوریاں درخت اور پہاڑ وغیرہ دور کرتے ہوئے اس کی میت آپ کے سامنے کر دیتے ہیں۔ کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں وَ رَفَعَ لَہٗ سَرِیْرًا اس کی چارپائی اٹھا کر آپ کے حضور حاضر کر دیتے ہیں۔ ہم خادم، کس کام کیلئے ہیں میت آپ کے سامنے ہے اور جنازہ پڑھائیں۔

اے دور حاضر کے بے حضوری کی نمازیں پڑھنے والے! اگر تیرے لئے بھی جبرائیل علیہ السلام یہ ساری دوریاں، دور کر دیتے ہیں، پر مارتے پھرتے ہیں، پہاڑوں اور درختوں کی رکاٹیں دور کرتے پھرتے ہیں تو آ۔ پڑھ نماز جنازہ۔ کسی کی بھی پڑھ لے ہمیں کیا اعتراض ہے۔ لیکن چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قبا دیکھ

حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اعلیٰ سے ملاقات کے بعد، بلند ترین نگاہ رکھنے والے آپ کے کسی بھی غلام نے کسی بھی عظیم شخصیت کی نماز جنازہ غائبانہ نہیں پڑھی حالانکہ یہ کیفیتِ دید سینکڑوں سال بعد میں آنے والے آپ کے غلاموں کو نصیب ہوئی، اور نصیب رہی۔ حضرت سیدنا پیران پیر الشیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا
کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالِیْ

کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام (کے تمام) ملک یوں دیکھ لئے ہیں، جیسے ہاتھ پہ رکھا ہوا رائی کا دانہ۔ اتنا صاحب نظر ہو کر بھی آپ نے اس مسند پر قدم رکھنا سوئے ادب سمجھا۔ کہ جس سے خود خدا بھی نہ چھپا ہو۔ اس پہ کروڑوں درود۔ اس کے منصب پر کھڑا ہو کر کسی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھ لیں۔ تو آج کسی کو کیسے زیب دیتا ہے کہ وہ اس

مقام پر کھڑا ہو کر غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے لگے۔

حیرت تو اس بات کی ہے کہ جس نے خود یہ عقیدہ گھڑ لیا ہو۔ کہ دیوار کے پیچھے کی کسی کو خبر نہیں۔ وہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے لگے۔ تو بار بار تف کرنے کو جی چاہتا ہے۔

میں سلام کرتا ہوں حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب کو جنہوں نے ہمارے عہد میں اس حقیقت کو آشکار فرمایا۔ اور عوام کالانعام یا بھیڑ چال چلنے والے سادہ لوح لوگوں کو حقیقت حال سے آگاہ فرمایا۔ مجھے یقین ہے کہ عوام و خواص حضرات نہ صرف آپ کی اس کاوش کو سراہیں گے۔ بلکہ نااہل لوگوں کے دام تزویر میں پھنسنے سے بچ جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

آخر میں ایک بار پھر اس بے عیب آنکھ رکھنے والے ماہی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کروڑوں بار سلام۔ جس نے اپنے غلاموں کو ایسی آنکھ عطا کر دی۔ کہ وہ پھول کی ہر پنکھڑی پر کسی کے کندہ کئے ہوئے نام کو پڑھ بھی لیتے ہیں۔ اور نام لکھنے والے عزوجل کی دید سے بھی محروم نہیں رہے۔

پھول کی ہر پنکھڑی پر نام کندہ کس کا ہے
کس کے اُجلے نام نے رنگ اس کا اُجلا کر دیا

عبدالحق ظفر چشتی

مدیر اعلیٰ، ماہنامہ نور العرفان، لاہور

باب چہارم

تاثرات

استاذ العلماء حضرت علامہ جمیل احمد نعیمی

ناظم تعلیمات، واستاذ الحدیث جامعہ نعیمیہ کراچی

الحمد لله الذى هدانا الىٰ طريق اهل السنة و الجماعة بفضله العظيم و الصلوٰة والسلام على سيدنا محمد الذى كان علىٰ خلقٍ عظيمٍ و على آله الطيبين الطاهرين واصحابه المكرمين المعظمين الداعين الى صراط مستقيم

آج 2008ء تک احقر کی نظر اور مطالعہ سے جو کتب ورسائل گزرے، اسؑ کی روشنی میں احقر کہہ سکتا ہے کہ ہم اہلسنت وجماعت اور بظاہر غیر مقلدین مگر حقیقتاً (ابن تیمیہ اور ابن قیم) کے مقلدین کے درمیان جو اصولی اور فروعی اختلافات ہیں۔ ان میں سے ایک جنازے کی نماز غائبانہ بھی ہے۔ غیر مقلدین کی یہ دلیل ہے کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی مرحوم ومغفور کی نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی۔ اس دلیل کا جواب احقر کے مطالعہ کے مطابق یہ ہے کہ پورے ذخیرہ حدیث میں صرف اور صرف یہی ایک روایت ملتی ہے۔ اس کے متعلق علماء اہلسنت کا یہ ارشاد ہے کہ جنازہ غائب نہیں تھا بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھا۔ اسی حقیقت کو ثابت کرنے کیلئے فاضل جلیل عالمِ نبیل خطیب شیریں بیاں محقق ذی شان علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی حفظہ اللہ تعالی نے کتاب وسنت کی روشنی میں دلائل قاطعہ وبراہین ساطعہ سے اس مسئلے یعنی (نماز جنازہ غائبانہ) کے عدم جواز کو مدلل اور مبرھن انداز میں بیان فرمادیا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء،

''اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ''

مولائے کریم اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

زید مجدہٗ الکریم کو صحت و عافیت اور سلامتی ایمان کے ساتھ تادیر قائم و دائم رکھے، نیز آپ کے ادارے صراط مستقیم اور آپ کے احباب کو مذہب مسلکِ اہلسنت کی بیش از بیش خدمات سرانجام دینے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی رحمت اور اپنے محبوب مکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے علامہ موصوف کی اس مساعی جمیلہ و جلیلہ کو اپنی بارگاہ عظمت پناہ میں شرف قبول سے ہمکنار فرمائے (آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ الامین)

احقر اپنی علالت اور قلت وقت کے پیش نظر اس مختصر تحریر پر اکتفا کرتے ہوئے علامہ موصوف کے افتتاحیہ اور نتیجۃ البحث پر امت مسلمہ کو خصوصی توجہ کرنے کی اپیل کرتا ہے۔ احقر، عزیز محمد صلاح الدین سعیدی زید مجدہ کے اس شعر پر اپنی تحریر کو ختم کرتا ہے۔

علم کی پھیلا رہا ہے ہر طرف یہ روشنی
ظلمتِ شب کا ازالہ ہے صراط مستقیم

﴿احقر جمیل احمد نعیمی ضیائی غفرلہ﴾
ناظم تعلیمات واستاذ الحدیث دار العلوم نعیمیہ
بلاک 15 فیڈرل 'بی' ایریا، کراچی

26 جون 2008ء
موافق 21، ربیع الآخر 1429ھ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مفتی ہدایت اللہ پسروری صاحب

مہتمم مدرسہ غوثیہ ہدایت القرآن ممتاز آباد ملتان

نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے اور یہ مسلمان کا ایک مسلمان پر حق ہے کہ کسی مسلمان کی موت کا سنے اور جنازے میں شریک ہو تو وہ اجر و ثواب کا حقدار ہوگا اور اگر شامل نہ ہو تو گنہگار نہیں۔ دورِ حاضر میں اس فرضِ کفایہ کو غیر مقلدین نے ایک سیاسی مہم کے طور پر شروع کر رکھا ہے ایک دن ایک شہر میں اور دوسرے دن دوسرے شہر میں الغرض ایک شخص کا کئی مقامات پر جنازہ پڑھا جارہا ہے اس کی مثال قرونِ اولیٰ سے لیکر آج تک کسی دور میں نہیں ملتی، ہاں غائبانہ نمازِ جنازہ کی مثالیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں ملتی ہیں ان کا جواب اس مطبوعہ رسالہ کے اندر بڑی شرح وبسط کے ساتھ دے دیا گیا ہے۔

غائبانہ نمازِ جنازہ کی اگر کوئی شرعی حیثیت ہوتی تو امتِ مسلمہ میں خلفائے راشدین اور اکابرینِ ملت کے غائبانہ نمازِ جنازہ کا ضرور اہتمام کیا جاتا۔ غائبانہ نمازِ جنازہ کے عدمِ جواز کے بارے میں فاضل مؤلف، حضرت العلام، ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی حفظہ اللہ نے بڑے بھرپور انداز سے تحریر کیا ہے جس میں مخالفین کے تمام دلائل کا جواب موجود ہے۔

علامہ موصوف کو اللہ تعالیٰ نے زبان و بیان کی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا ذوق عطاء کیا ہے اور وہ فلکِ سنیت پر ابھرتے ہوئے ستارے کی طرح ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں نظرِ بد سے محفوظ رکھے اور ان کا علمی و عملی اور تدریسی و تالیفی میدان میں کامیابی و کامرانی سے ہمکنار فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم)

محمد ہدایت اللہ پسروری

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد جان نعیمی صاحب

مہتمم جامعہ مجددیہ نعیمیہ ملیر کراچی، امیر مرکزی جماعت اہل سنت سندھ پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين سيدنا محمد و على آله وأصحابه

امابعد: حضرت العلام فاضل جلیل ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی زید مجدہ۔ شہرہ آفاق علمی و مذہبی شخصیت ہیں، شعلہ نواء مقرر و مبلغ اور صاحب قلم ہیں، جو اپنی بساط کی مطابق خوب سے خوب تر دینی فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

رسالہ ھذا غائبانہ نماز جنازہ کے عدم جواز پر بہترین علمی تحقیق و تدقیق ہے۔ خصوصاً حدیث حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کو جس خوش اسلوبی کے ساتھ تصریح و تشریح فرمائی اور معترضین کے اعتراضات اور ان کے جوابات دلائل قاھرہ و براھین قاطعہ سے بیان کیا یقیناً لائق تحسین ہے۔

رسالہ مختصر ہے لیکن جامع ہے اور منفعت کا باعث ہے، خدا کرے موصوف کے قلم میں زور بیانی اور زیادہ ہو، اور دین متین کے لئے انکی مساعی جمیلہ مستجاب فرمائے، اور اجر کثیر و جزائے جزیل نصیب فرمائے آمین۔

بجاہ سید الانبیاء والمرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

مفتی محمد جان نعیمی

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد معین الدین نقشبندی

مہتمم جامعہ نقشبندیہ ڈسکہ سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی وفق العلماء اتباع الحق وابطال الباطل والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین الذی بین المائل الٰی یوم الدین

حضرت مولانا بالفضل اولٰینا علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب بانی ادارہ صراط مستقیم پاکستان کی تحریر شدہ کتاب ''غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں'' کا چیدہ چیدہ مقامات سے مطالعہ کیا۔ اس مسئلہ کے بارے جس تحقیق کے ساتھ وضاحت پیش کی گئی ہے اور اہل اسلام کو باطل کے مکروفریب سے آگاہ کیا گیا ہے یہ ان ہی کا حق ہے اور اہل سنت کے لئے باطل کے حملوں کا جو سد باب کیا موجودہ دور میں عام مسلمانوں کو جو دھوکہ دیا جا رہا ہے۔

اور اسلام کے نام پر گمراہی کی آندھیوں کی لپیٹ میں لیا جا رہا ہے۔ حضرت کی تحریر نے جن دلائل اور تحقیق کے انداز میں بند باندھا ہے بے شک اس پر آپ صد تحسین کے مستحق ہیں۔

بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ موصوف کے علم، عمل اور عمر میں برکت فرمائے اور آپکا سایہ اھل سنت پر تادیر قائم ودائم رکھے آمین ثم آمین

احقر العباد محمد معین الدین قادری

خادم دار العلوم نقشبندیہ کالج روڈ ڈسکہ

ضلع سیالکوٹ

استاذ العلماء شیخ الحدیث مفتی محمد اسماعیل صاحب

رئیس دارالافتاد دارالعلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کراچی

مکرم و محترم حضرت علامہ مولانا محمد اشرف آصف جلالی صاحب (شیخ الحدیث مدرسہ جلالیہ لاہور) کا کتابچہ بنام غائبانہ نماز جنازہ اول تا آخر پڑھا یہ رسالہ عام فہم اردو سلیس انداز بیان نہایت عمدہ ہے یہ رسالہ مسلک حنفیہ کے مدعی کیلئے ہے اور اس رسالے میں مولف نے صحہ ستہ کی کتب سے دلائل دئیے ہیں ان دلائل کی روشنی میں کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہوگی جو اپنے آپ کو حنفی کہے اور ان دلائل کو نہ مانے وہ حنفی کیسے کہلائے گا؟

غائبانہ نماز جنازہ امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک جائز نہیں جیسا کہ رسالے میں وضاحت کی گئی ہے اور یہ تمام اہل سنت کا موقف ہے بڑے بڑے مفتیان کرام مثلاً: امام احمد رضا خاں بریلوی، مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان، علامہ کاظمی صاحب، مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ، مفتی وقار الدین وغیرہ نے اپنی تحریروں میں غائبانہ نماز جنازہ کو نا جائز کہا ہے۔

کچھ عام فہم لوگ کتاب پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ صرف مولف کا موقف ہے ان کا یہ اعتراض غلط ہے جید علمائے کرام سب اسی کے قائل تھے کسی حنفی امام کو ہرگز غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھانی چاہیئے بعض ائمہ مساجد لوگوں کے دباؤ میں آ کر غائبانہ جنازہ پڑھا دیتے ہیں غائبانہ نماز جنازہ سے متعلق مذکورہ رسالہ عوام وخواص و علماء سب کیلئے مفید ثابت ہوگا اور اسکے عدم جواز پر جو دلائل موصوف نے جمع فرمائے ہیں مزید دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

محمد اسماعیل غفرلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقیہ العصر حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم قادری

مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ باغ حیات علی شاہ سکھر

ہمارے ہاں ایک مدت سے غائبانہ جنازہ فیشن کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ بلکہ اب تو غائبانہ جنازے سیاست چمکانے کا بڑا ذریعہ بن گئے ہیں۔ اس لیے ان جنازوں کو سیاسی جنازہ کہنا بالکل بجا ہوگا۔ ہمارے ملک کے غیر مقلدین بڑے شدومد کے ساتھ ان سیاسی جنازوں کی حمایت کرتے ہیں۔ اس پر تقریریں کی جاتی ہیں۔ کتابیں چھاپی جاتی ہیں۔ فاضل شہیر خطیب بے مثل علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی نے ضرورت محسوس کی کہ اس موضوع پر قلم اٹھایا جائے اور اصل مسئلہ کی شرعی حیثیت واضح کر کے امت مسلمہ کی صحیح سمت میں راہنمائی کی جائے۔ سو انکی کاوش ''غائبانہ جنازہ جائز نہیں'' آپ کے پیش نظر ہے۔ مجدہ لثانی فاضل مؤلف موصوف نے مفصل انداز میں احناف کا موقف پیش فرمایا اور غیر مقلدین کے اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے۔

دین کا ذوق رکھنے والوں خصوصاً علوم عربیہ کے طلباء کو اس کتاب سے ضرور استفادہ چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کی اس علمی کاوش کو اجابت کا درجہ عطا فرمائے اور اس کتاب کو نافعِ خلائق بنائے۔

آمین

محمد ابراہیم القادری الرضوی

خادم جامعہ غوثیہ رضویہ باغ حیات علی شاہ سکھر

بدر الفقہاء حضرت مفتی اصغر علی رضوی
سابق مفتی جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

حامدا و مصلیا و مسلما: عزیزم علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف حفظہ اللہ عن موجِبَاتِ التَلَهُّف وَالتأسِفُ،

کا تازہ مضمون نظر سے گذرا۔ جس کا عنوان ہے۔ ''غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں''۔

منصف مزاج، ذی فہم کیلئے غائبانہ نماز جنازہ کے عدم جواز کیلئے نماز جنازہ کی مشروعیت جبکہ بظاہر وہ بت پرستوں کے عمل سے مشابہت رکھتی ہے اور پھر اسکا فرض کفایہ ہونا ہی کافی دلیل ہے۔

کیونکہ نماز جنازہ کی جو حکمت واضح طور پر ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس جسد خاکی کی عظمت کا اظہار ہو جو مومن کی پاک روح کیلئے مسکن رہا۔ اور لواحقین کے ساتھ تجہیز و تکفین میں تعاون اور انکے غم میں شرکت ہو۔ اور یہ میت کے پاس حاضر ہوئے بغیر نہیں ہوتا۔ پھر ہر خبر پانے والے کے لئے حاضر ہونا دشوار تھا۔ اس لئے اسے فرض کفایہ قرار دیا گیا۔

لیکن علامہ موصوف نے قدر کفایت پر اکتفاء نہ فرمایا بلکہ اپنے سابقہ مضامین میں اپنی روش کے مطابق اس مضمون کو بھی شرح وبسطہ سے بیان فرمایا اور ہر پہلو پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے کوئی گوشہ تحقیق طلب باقی نہیں چھوڑا۔ اور حدیث نجاشی، حدیث غزوہ موتہ اور حدیث معاویہ مزنی کو جلیل القدر محدثین وفقہاء کرام کے بیانات سے واضح کیا کہ ان سے غائبانہ نماز جنازہ کا ثبوت تو درکنار اسکا وہم بھی حاصل نہیں ہوتا۔ الراجی عفو ربہ القوی

الفقیر اصغر علی رضوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان رضوی صاحب

مہتمم دار العلوم انوار رضا منگٹال روڈ راولپنڈی

ہر آنے والے دور میں کوئی نہ کوئی نیا فتنہ جنم لیتا ہے پاکستان بننے کے بعد جن بدعات نے جنم لیا ان میں غائبانہ نماز جنازہ بھی شامل ہے۔ بلکہ آئے دن اس کو اس اہتمام سے ادا کیا جا رہا ہے کہ آنے والے وقت میں جہلا اس کو سنت لازم قرار دینے لگیں گے ولی اقرب نے اگر جنازہ پڑھ لیا ہے تو اب کسی کو دوبارہ جنازہ پڑھانے کی اجازت ہی نہیں۔ وگرنہ آج صلحاء، علماء، صحابہ، و اہل بیت جیسی شخصیات کا جنازہ تواتر اور تسلسل سے پڑھایا جا رہا ہوتا اسکی علت یہی ہے کہ غائبانہ یعنی بدون حاضری میت جنازہ ہوتا ہی نہیں ملاحظہ ہو نجاشی کے جنازہ کو دلیل بنانے والے حضرات کے اجوبہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ

رُوِیَ اَنَّ الْاَرْضَ طُوِیَتْ لَہٗ وَلَا یُوجَدُ مثل ذَالِكَ فی حَقِّ غَیْرِہٖ وَعَلٰی ھذا قال اَصْحابُنَا لَایُصلیٰ علی مَیِّتٍ غائبٍ

بیان من یصلی علیہ بدائع الضائع جلد ۲ ص ۴۸

ملاحظہ ہو معاویہ مزنی کا جنازہ جبکہ وہ مدینہ منورہ میں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تبوک میں تھے۔

ان جبریل علیہ السلام نزل ورسول اللہ ﷺ بتبوكَ فَقَالَ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان معاویة المزنی مات

باالمدنیة اتحب ان اَطوِی لك الارض فتصلِّی علیه قال نعم فضرب بجناحه علی الارض فظھر لہٗ سریرہ فصلّی علیه الخ

(شیخ محدث دھلوی کی فتح الرحمٰن فی اثبات مذھب النعمان الجزء الثالث ص ۱۵۲)

حاصل یہ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ دنیا نے جنہیں غائب قرار دیا وہ میت مصطفٰے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حاضر کر دیئے گئے یوں کہ وہ غائب رہے ہی نہیں تو غائبانہ کہاں ٹھہرا۔

الحمدللہ اس موضوع پر اس ربع صدی میں لکھا جانیوالا رسالہ عظمٰی از قلم جناب ڈاکٹر علامہ مولانا محمد آصف جلالی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اتنا مبرھن اور مستدل ہے کہ انصاف وتحقیق سے پڑھنے والا یقیناً اس موضوع پر آپ کے موقف کو صحیح قرار دے گا۔ بلکہ جتنے جواب روایۃً اور درایۃً حضرت نے اپنی کتاب ''غائبانہ جنازہ جائز نہیں'' میں دیئے شاید و باید احناف اہلسنت کا موقف بڑے احسن انداز میں پیش فرما کر حق ادا کر دیا مستزاد یہ کہ اس عشرہ در عشرہ میں تو غائبانہ جنازہ پڑھا کرا تنے مردگان کی موت کو کیش کرایا گیا جتنا اس کیلئے۔۔۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت میں شریک ہونا کہاں کا انصاف بایں حالات احقاق حق کیلئے کوئی قلم درکار تھا۔ جو قوم کو صحیح صورت حال سے آگاہ کرتا الحمد اللہ حضرت علامہ جلالی صاحب نے حق ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ آپکی اس عظیم کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے الفقہ الاسلامی اور فتح الرحمٰن نے بھی آپکی تائید میں یہ ہمت مہیا کر رکھی ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو مدتوں مسلک کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اہلسنت آپکے اس کارنامے پہ مشکور ہیں۔

دعا گو محمد سلمان رضوی راولپنڈی

استاذ العلماء شیخ الفقہ حضرت علامہ الحاج مفتی محمد عبداللطیف قادری صاحب

مہتمم وصدر مدرس دارالعلوم جامعہ عطائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم چک جگنہ شریف سیالکوٹ روڈ گوجرانوالہ

نماز جنازہ غائبانہ کے عدم جواز میں مفکر اسلام علامہ ڈاکٹر اشرف آصف جلالی دامت برکاتہم العالیہ نے جو تحریر ارشاد فرمائی ماننے والوں کے لئے کافی ووافی وشافی ہے آپ نے معترضین کے ایک ایک اعتراض کا مسکت جواب ارشاد عطا فرمایا نماز جنازہ غائبانہ کے مجوزین کے پاس سب سے بڑی دلیل حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے حضرات متقدمین نے اس کے کتنے جواب دیئے ماننے والوں کے لئے تو دعا قبل از اشارہ کافی ست ایک دو جواب ہی کافی و وافی ہے۔ مگر اس تحریر میں تو کتنے ہی جواب ارشاد فرمائے اور تحریر پر تاثیر کو دلائل و براہین سے مزین فرمایا اور صاحب نورالایضاح نے فرمایا نماز جنازہ کے لئے شرائط وارکان ہیں اور فرمایا

الصلوةُ عَلَيْهِ فرضُ كِفَايَةٍ وَاَرْكَانُهَا التَّكْبِيرَاتُ و الصيامُ وَ شَرَائِطُهَا ستةٌ اسلامُ الميت وَ طَهَارَتُهُ وُ تَقَدُّمُهُ و حضورُهُ او حضورُ اَكْثَرِ بَدَنه او نصفٌ مع راسِهِ و كونُ المصلى عليها غيرَ رَاكِبٍ بلا عُذْرٍ و كونُ الميتِ على الارضِ فان كان على دابةٍ او على اَيدِي الناسِ لَمْ تَجُزْ الصلاةُ عَلَى الْمُخْتَارِ اِلَّا مِنْ عذرٍ ۔(نورالایضاح ص ۲۲۶)

نماز جنازہ میت پر فرض کفایہ ہے اور نماز جنازہ کے ارکان تکبیرات وقیام ہے اور شرطیں چھ ہیں میت کا مسلمان ہونا اور پاک ہونا اور آگے ہونا اور پوری میت کا حاضر ہونا یا اکثر بدن کا حاضر ہونا یا نصف بدن مع سر اور نماز جنازہ پڑھنے والوں کا سوار نہ ہونا بلا عذر اور میت کی (چارپائی) زمین پر ہونا پھر اگر میت سواری پر ہے یا لوگوں کے ہاتھوں پر ہے تو نماز جنازہ جائز نہیں مذہب مختار میں بغیر عذر جبکہ میت کا تقدم وحضور شرط ہیں تو جب میت آگے۔ اور حاضر نہ ہوگی تو شرطیں مفقود اور جب شرطوں کا تحقق نہ ہوگا تو نماز جنازہ کیسے ہوگی لہذا نماز جنازہ غائبانہ جائز نہ ہوا اس لئے کہ قاعدہ مشہور ہے اذا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ وَاللّٰهُ تعَالىٰ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلىٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

یہ چند الفاظ حاضر خدمت ہیں گر قبول افتد زہے عز وشرف
اگر کوئی غلطی ہو تو اصلاح فرمالیں۔

الفقیر پر تقصیر محمد عبداللطیف غفرلہ

حضرت مولانا غلام مصطفی اویسی

مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ انوار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ملتان

الحمدللہ وکفی والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء محمد ن المصطفیٰ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد:

فاضل اجل، مفسر قرآن، محقق دوراں، حضرت علامہ پروفیسر مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب زیدہ مجدہ واطال اللہ عمرہ کی تصنیف لطیف، تحریر بے نظیر، تحقیق عمیق (غائبانہ جنازہ جائز نہیں) بندہ ناچیز تک پہنچی پڑھ کر دل مسرور ہوا کہ مصنف کی یہ تصنیف اس زمانہ میں پھیلتی ہوئی مرض غائبانہ نماز جنازہ جو کہ عقائد کیلئے زہر قاتل ثابت ہو رہا ہے اس پر ایک ضرب کاری ہے اور عقائد کی پختگی کیلئے انشاء اللہ یہ نسخہ کیمیا ثابت ہوگی۔ مصنف نے عوام اہلسنت پر احسان عظیم فرمایا کہ اس دور میں رواج کرنے والی بدعت سیہ" کے متعلق خبردار کرتے ہوئے تحقیقاتی رسالہ تصنیف فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی اس سعی جملہ کو اپنی بارگاہ میں قبولیت کا شرف بخشے اور عوام کیلئے اس تصنیف کو ہدایت کا سرچشمہ بنائے۔ بالخصوص مصنف کو اس کار خیر کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

غلام مصطفیٰ اویسی

حضرت علامہ مولانا پیر محمد عبد الغفور جھنڈیر الہاشمی

مہتمم جامعہ غوثیہ مہریہ قمر الاسلام، بہاولپور روڈ (ملتان)

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اما بعد!

زادہ اللہ علماء وشرفا

فاضل محقق حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی نے اپنے تالیف کردہ رسالہ ''غائبانہ جنازہ جائز نہیں'' میں جس انداز سے حقائق کو نکھارا اور فقہ واجتہاد کے دروازے سے داخل ہو کر اُمّت مسلمہ کو راہ صواب سے روشناس کرایا کہ ہر وہ شخص جس کا دست طلب بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمہ وقت اُمید جاوید کی حدت میں دراز رہتا ہے اس کیلئے عقائد واعمال، علم وعرفان اور تحقیق وتدقیق کے جو رنگ کھلتے پھول سموئے گئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے اس گلدستہ تحقیق کے ذریعے امت مسلمہ کو ہدایت کا دولہا بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی تحریر وتقریر میں مزید برکت فرمائے۔

آمین ثم آمین

بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

محمد عبد الغفور جھنڈیر الہاشمی

استاذ العلماء علامہ مولانا مفتی محمد مختیار احمد غوثوی

ڈیرہ غازی خان مہتمم مدرسہ غوثیہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد!

حضرت علامہ مولانا پروفیسر ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی صاحب کی غائبانہ نماز جنازہ کے عدم جواز پر تصنیف کا میں نے مکمل مطالعہ کیا ہے، بحمد اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب نے دلائلِ واضحہ اور براہین ساطعہ سے جمہور علماء اور مسلک حق اہل سنت کے موقف کی خوب وضاحت فرمائی ہے۔

میری نظر میں اس موضوع پر اس قدر جامع کتاب تاحال نہیں گزری، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی یہ سعی قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کیلئے مفید بنائے۔

آمین ثم آمین۔

محمد مختیار احمد غوثوی

حضرت علامہ الحاج پیر سید حافظ قمر الدین شاہ صاحب بخاری

سجادہ نشین آستانہ عالیہ مہر آباد شریف لودھراں

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین

امابعد:

مفسر قرآن حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی صاحب کی تصنیف ''غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں'' کا میں نے نظر عمیق سے مطالعہ کیا علامہ صاحب نے اس کتاب کو تحریر کر کے مسلک حق اہلسنت والجماعت کی صحیح رہنمائی فرمائی ہے اور غائبانہ نماز جنازہ کے قائلین کا قرآن وسنت کی روشنی میں بہترین اور عمدگی کے ساتھ رد فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی دیگر تصانیف کی طرح اس کاوش کو بھی منظور و مقبول فرمائے اور اس مسئلہ حق کی تحقیق پر علامہ صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیں آپ کی اس تصنیف سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

سید قمر الدین شاہ بخاری

باب پنجم

رد اوہام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

غائبانہ جنازہ سیمینار کے انعقاد کے بعد جب نوائے وقت کے ایک کالم نگار اصغر علی کوثر وڑائچ نے سیمینار کی گھن گرج دبانے کی کوشش کی اور ایک عدد تبصرہ داغا اس کے جواب ۲۸ مارچ ۲۰۰۸ء کو نوائے وقت ہی میں مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی نے ارٹیکل لکھا اور وڑائچ صاحب کی خوب خبر لی۔ پھر وڑائچ صاحب کی بیٹری تو خاموش ہو گئی لیکن ایک غیر مقلد فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی نامی مولوی صاحب نے اخبار میں چھپنے والے اس مضمون کا جواب دینے کی کوشش کی جو ہفت روزہ غزوہ اور مجلہ الدعوۃ میں شائع ہوا۔

اہلسنت و جماعت کے نوخیز محقق حضرت علامہ محمد عابد جلالی، مولوی مبشر ربانی کا سات اقساط میں جواب دیا۔ جو ہفت روزہ نیوز آف دی ورلڈ ماہنامہ جلالیہ، مجلہ النظامیہ، ماہنامہ عرفات، ماہنامہ الحقیقہ، ماہنامہ اہلسنت، ماہنامہ لا نبی بعدی وغیرہ میں قسط وار چھپ رہا ہے۔ یہاں اسے مجموعی طور پر شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

غائبانہ جنازہ سے متعلق شبہات کا جواب

علامہ محمد عابد جلالی

ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے دربار شریف پر غائبانہ نماز جنازہ کے ناجائز ہونے پر جو تاریخی سیمینار منعقد ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر دوررس اثرات مرتب فرمائے۔

8 مارچ 2008ء کو سیمینار کے موضوع پر محقق العصر مفکر اسلام بانی ادارہ ''صراط مستقیم'' پاکستان قبلہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب حفظ اللہ تعالیٰ نے جو مقالہ پیش کیا ہزاروں سامعین نے اسے کئی گھنٹوں تک بڑی یکسوئی کے ساتھ سماعت کیا۔ مقالہ اپنے موضوع کے لحاظ سے ناقابل تردید حقائق اور براہین پر مشتمل تھا۔

ادارہ ''صراط مستقیم'' پاکستان اور قبلہ ڈاکٹر جلالی صاحب کی یہ کاوش حالات کی روش میں بہہ جانے والوں کیلئے ایک مینارہ نور کی مانند قرار پائی۔ اس سے جہاں اہل حق میں ایک خوشی کی لہر دوڑی وہاں افکار منکرین کیلئے یہ پیغام خزاں بھی ثابت ہوئی اور پروپیگنڈا کے زور پر سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ کہنے والوں کو منہ کی کھانی پڑی اور اب بھی ان کے افکار پریشاں سے دھواں نکلتا دکھائی دے رہا ہے۔

اسی دھویں کی ایک سیاہی اصغر علی کوثر وڑائچ صاحب کا اس سیمینار سے متعلق کالم تھا جو روزنامہ نوائے وقت میں 12 مارچ 2008ء کو شائع ہوا۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے جلد ہی اس کا جواب لکھا مگر نوائے وقت کی کچھ اپنی مجبوریوں کی بنیاد پر جواب شائع ہونے میں کچھ تاخیر ہوئی اور جواب میں قطع و برید بھی کی گئی اس کے باوجود 28 مارچ 2008ء کو نوائے وقت کے ملی ایڈیشن میں یہ جواب چھپا۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب کا جواب ایسا دندان شکن تھا کہ اصغر علی وڑائچ صاحب کو پھر کچھ لکھنے کی جسارت نہ ہو سکی لیکن اپنے وکیل کی ناکامی دیکھ کر مخالف فریق کو خود پردے سے باہر نکلنا پڑا ادھر گیارہ تا سترہ ربیع الثانی کے ہفت روزہ غزوہ میں مبشر احمد ''ربانی'' نامی ایک مولوی صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے آرٹیکل کا جواب دینے کا شوق پورا کرنا چاہا۔

ہمارا خیال تھا کہ غائبانہ جنازہ کو اپنا شعار بنانے والے عادل مزاجی کا مظاہرہ کریں گے اور حق تسلیم کرلیں گے یا پھر ان کی طرف سے بہت جلد اور کوئی قابل ذکر بات سامنے آئیگی لیکن اتنی دیر کے باوجود بھی ایک بچگانہ جوابی کوشش سامنے آئی۔ شاید ان کے ''ترکش'' میں آخری تیر یہی تھا۔

ہم نے اپنے استاد محترم قبلہ جلالی صاحب سے عرض کیا ہے کہ ایسے جوابات کے رد میں آپ اپنا وقت ضائع نہ فرمائیں ہماری طرف سے کھلی دعوت ہے جو بھی جواب دینے کی کوشش کرے گا ہم ڈاکٹر صاحب کے تلامذہ ان شاء اللہ تعالیٰ حق کی حمایت کی خاطر اسکی بولتی بند کریں گے۔ مگر اچھا ہوتا اگر کوئی قابل ذکر بندہ جواب دیتا۔

مولوی مبشر احمد صاحب نے جواب کو تین اقساط تک پھیلایا ہے۔ اس کے اوہام کے تفصیلی رد سے پہلے اجمالی جائزہ یہ ہے۔

1۔ لگتا ہے انہوں نے قبلہ ڈاکٹر جلالی صاحب کا تفصیلی مقالہ بغور پڑھا ہی نہیں ہے۔ اخبار میں چھپنے والے مختصر مضمون کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے جن اوہام کا اظہار کیا ہے ان میں سے بہت سے اوہام کا جواب تو قبلہ ڈاکٹر صاحب خود اپنے مقالہ میں دے چکے ہیں۔

2۔ کچھ مقامات ایسے ہیں جو انہوں نے پڑھے تو شاید ہوں لیکن سمجھ نہیں سکے اور سمجھے بغیر ہی انہوں نے اعتراض بازی کا شغل کیا ہے۔ چنانچہ پانی کے بغیر ہی موزے اتارے نظر آتے ہیں۔

3۔ انہیں یہاں تک بھی خبر نہیں ہے کہ کس مصنف یا کتاب کا حوالہ انہیں سہارا دے سکتا ہے یا ہمارے مقابل کس کی بات کو بطور ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے۔

4۔ جواب کا حجم بڑھانے کیلئے انہوں نے دائیں بائیں کی باتیں بھی شامل کی ہیں بلکہ کتب حوالہ میں اپنے اسلاف کی کتابیں ہمارے مقابلہ میں بطور حوالہ پیش کرتے رہے۔

5۔ جواب میں وہ گھسی پٹی باتیں جو سالہا سال سے ان کے رسائل میں دوہرائی جاتی رہی ہیں ایک بار پھر اس موقع پر اس پٹاری کا منہ کھول دیا گیا۔

6۔ ''قرآن وسنت کی روشنی میں احکام ومسائل'' کا عنوان قائم کرنے کے باوجود

تینوں اقساط میں اپنے موقف کی صلب کی حیثیت سے ایک آیت یا ایک حدیث بھی پیش نہ کر سکے۔

7۔ بازاری زبان استعمال کر کے اپنے شکست خوردہ مزاج کو حوصلہ بخشا گیا اور مختلف مقامات پر علمی خیانت کا ارتکاب کیا گیا۔

8۔ کوثر وڑائچ صاحب کی تقلید میں غائبانہ نماز جنازہ کے ناجائز ہونے کو قبلہ ڈاکٹر صاحب کی عجلت پسندی کا فتویٰ قرار دے کر ملت کے سامنے دجل کذب اور فراڈ کا ارتکاب کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، صحابہ و تابعین کرام رضی اللہ عنہم، حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ہزاروں فقہاء، محدثین، مفسرین اور صوفیاء علیہم الرحمۃ کے اس موقف کو محض ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب زید مجدہ کا موقف قرار دے کر اپنے ہی اسلاف کی تکذیب کر ڈالی جنہوں نے اپنی کتابوں میں یہ تو تسلیم کیا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک کا مذہب ہے کہ غائبانہ جنازہ جائز نہیں ہے۔

9۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم جیسے اپنے آئمہ کی حق بیانی پر تبصرہ نہ کرنے میں عافیت سمجھی اور قبلہ ڈاکٹر جلالی صاحب کے مضمون کے اس حصہ کا جواب نہ دے کر زبان خامشی سے اقرار حق کر لیا گیا ہے۔

11۔ حدیث کی صحت وضعف کے بارے میں یہ معیار کہ جو مطلب کی ہو وہ صحیح ہے جو مطلب کی نہ ہو وہ صحیح نہیں مولوی مبشر صاحب کے جواب سے بالفعل ثابت ہو گیا ہے اور بدقسمتی سے یہ تلخ حقیقت بھی اس جواب سے واضح ہو گئی کہ اگر اپنی خواہش کے ثبوت میں ہو تو حدیث صحیح ہے اور وہی حدیث اگر شان رسالت کے بارے میں ہو تو ضعیف ہے۔(معاذ اللہ)

12۔ قبلہ ڈاکٹر جلالی صاحب کے مقالہ و مضمون اور دلائل مولوی مبشر صاحب کی طویل جدوجہد کے باوجود بھی محفوظ رد ر ہے۔ اصولی دلائل کا کوئی جواب نہ بن سکا۔

پہلی قسط کا تفصیلی جواب

مولوی مبشر صاحب نے قبلہ ڈاکٹر صاحب کی عبارت نقل کی ''نماز جنازہ کی

ادائیگی کیلئے میت کا موجود ہونا ضروری ہے اور غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے" اس کے بعد مولوی مبشر صاحب نے لکھا ہے: "لیکن اس کے ضروری اور لازمی ہونے کی کوئی دلیل شرعی انہوں نے پیش نہیں کی اور نہ ہی یہ بتایا ہے کہ ضروری اور لازمی ہونے کیلئے کس قسم کی دلیل درکار ہوتی ہے"۔

بندہ کہتا ہے: عاقل کیلئے تو یہ دونوں چیزیں قبلہ ڈاکٹر جلالی صاحب نے بیان فرمادی ہیں انہوں نے جواب میں رسول اللہ ﷺ کی سنت اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو پیش کیا۔ جس کو تم نے خود نقل بھی کیا ہے کہ جلالی صاحب لکھتے ہیں: "دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اولین صحابہ انصار و مہاجرین میں سے کئی صحابہ دور دراز شہروں میں جنگوں میں شہید ہوتے رہے رسول اللہ ﷺ نے انکی نماز جنازہ نہیں پڑھائی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دور دراز شہروں میں معرکوں میں شہید ہوتے رہے مگر کسی خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ نے کسی بھی ایسے شہید یا فوت شدہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی جس کا جسم ان کے سامنے موجود نہ ہو.........الخ

بندہ کہتا ہے۔ مولوی مبشر صاحب جواب کے آغاز ہی میں حواس کھو بیٹھے ہیں۔ ایک طرف لکھتے ہیں کہ جلالی صاحب نے نماز جنازہ کیلئے میت کے موجود ہونے پر کوئی دلیل نہیں دی دوسری طرف کہتے ہیں کہ جلالی صاحب کی دلیل یہ ہے۔ خود ان کے اپنے کلام میں تعارض ہے کبھی ان کو قبلہ ڈاکٹر صاحب کے دعویٰ پر دلیل نظر آتی ہے اور کبھی نظر نہیں آتی اور اگر وہ اس دلیل کو دلیل شرعی نہیں سمجھتے تو پھر حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۵۵۳، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور" وفیہ فعلیہ" سنن ابن ماجہ ص ۴، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۴، تصویر بیروت۔ المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۸ ص ۱۲۲، ۲۴۷، ۲۴۹، ۲۵۷، طبعة العراق۔ مسند امام احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۲۲، ۱۲۷، المیمنہ۔ التمہید لابن عبد البر ج ۸ ص ۶۶، ۱۱۶، المغرب۔ فتح الباری لابن حجر عسقلانی ج ۱۳ ص ۲۹۲، دار الفکر بیروت۔

نصب الرایہ للزیلعی ج۱ ص۱۲۶، المکتبۃ الاسلامیہ۔ السنۃ لابن ابی العاصم ج۱ ص۲۹، ۳۰، المکتب الاسلامی۔ الترغیب والترہیب للمنذری ج۱ ص۷۸، مصطفیٰ الحلبی۔ تلخیص الحبیر لابن حجر ج۱۳ ص۲۹۲، دارالفکر۔ الشفاء للقاضی عیاض الاندلسی ج۲ ص۲۴، الفارابی۔ موارد الظمآن للبیہقی ص۱۰۳، السلفیہ۔ اتحاف السادۃ المتقین للزبیدی ج۳ ص۴۱۸، ج۹ ص۳۳۵، تصویر بیروت۔ الاسرار المرفوعہ لعلی القاری ص۳۱۶، موسسۃ الرسالۃ۔ المغنی عن حمل الاسفار للعراقی ج۴ ص۲۲۸، عیسیٰ الحلبی)

''تم پر میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے جو کہ ہدایت یافتہ ہیں اور اسے اپنی داڑھوں کے نیچے خوب دباؤ یعنی مضبوطی سے پکڑے رکھو''۔

جب قبلہ ڈاکٹر صاحب نے ثبوت دیا جس کا تم رد نہ کر سکے۔ دور دراز اولین مہاجرین وانصار شہید ہوتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی نماز جنازہ غائبانہ ادا نہیں فرمائی اور خلفاراشدین نے اپنے عہد میں بھی کسی کی نماز جنازہ غائبانہ ادا نہیں کی تو یہ میت کے موجود ہونے کے لزوم کی دلیل ہے اور اس کا معیار بھی ہے۔ اور میں آپکو یاد دلاؤں کہ قبلہ ڈاکٹر جلالی صاحب کے جن الفاظ پر آپکو اعتراض ہے یہ تو آپکے اپنے امام ابن قیم کے بھی ہیں انہوں نے باقاعدہ فصل قائم کی ہے۔

''فصل فی ھدیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوٰۃ علی الغائب''

''غائبانہ جنازے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بارے میں فصل''

انہوں نے اس فصل میں لکھا ہے جسے قبلہ ڈاکٹر صاحب اپنے مقالہ میں بھی لکھ چکے ہیں۔

''وَلَمْ یَکُنْ مِنْ ھَدْیِہٖ وَسُنَّتِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃُ عَلٰی کُلِّ مَیِّتٍ فَقَدْ مَاتَ خَلْقٌ کَثِیْرٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَھُمْ غَیْبٌ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْھِمْ''۔

(زادالمعاد جلد۱ ص۴۱۴، لابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، طبع دارالفکر بیروت)

''ہر کسی کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا اور نہ ہی آپکی سنت تو کثیر مسلمان دور دراز علاقوں میں فوت ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہیں فرمائی''۔

چنانچہ مولوی مبشر صاحب تمہارے امام ابن قیم میت کے غیر موجود ہونے کی صورت میں نماز جنازہ نہ پڑھنے کو رسول اللہ ﷺ کا طریقہ اور سنت قرار دے رہے ہیں اور میت کے موجود ہونے کی صورت میں جنازہ کو سنت قرار دے رہے ہیں تو تم اس سے راہ فرار کیوں اختیار کیئے ہوئے ہو۔ نماز جنازہ کے مسنون ہونے کیلئے میت کے وجود کے لازمی ہونے پر جو دلیل تمہارے امام ابن قیم کی ہے وہی دلیل نماز جنازہ کے جائز ہونے کیلئے قبلہ ڈاکٹر صاحب کی ہے۔

دیکھئے تمہارے امام ابن قیم نے اس دلیل کو بڑے اطمینان سے رد کیئے بغیر نقل کیا ہے۔

تَرْکُہٗ سُنَّۃٌ کَمَا اَنَّ فِعْلَہٗ سُنَّۃٌ۔ (زاد المعاد ج اص ۴۱۴، لابن قیم جوزیہ دار الفکر)

جیسے رسول اللہ ﷺ کے کسی کام کو کرنے سے اس کا کرنا سنت بن جاتا ہے ایسے ہی آپ ﷺ کے کسی کام کو نہ کرنے سے اس کا نہ کرنا سنت بن جاتا ہے۔

چنانچہ مولوی مبشر صاحب آپ قبلہ ڈاکٹر صاحب کے کہنے پر نہیں کم از کم اپنے امام کے کہنے پر ہی غائبانہ جنازہ کو ترک کر کے راہ سنت پہ آجائیں۔

غائبانہ نماز جنازہ، عید میلاد النبی ﷺ اور درود وسلام

قبلہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے کالم پر تبصرہ کرتے ہوئے مولوی مبشر صاحب لکھتے ہیں کہ جلالی صاحب نے اپنی مذکورہ عبارت (جو دلیل یہ ہے سے شروع ہو رہی ہے)

میں اپنے بہت سارے مسائل اور شعار پر پانی پھیر دیا ہے۔

میں کہتا ہوں اگر ایسی بات ہے تو آپ حضرات کو قبلہ ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے تھا کہ جن شعائر کو مٹانے کیلئے تم نے ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا ہے لیکن ہر لمحہ تمہیں ناکامی اور مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے قبلہ ڈاکٹر صاحب نے وہ تمہارا مشن (معاذ اللہ) بقول تمہارے پورا کر دیا ہے اور تمہیں خوشی کا اظہار کرنا چاہیئے تھا لیکن تمہاری اشکباری سے پتہ چلتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے نہیں بلکہ تمہارے کیئے دھرے اور

شعار پر پانی پھیر دیا ہے۔

بات چلی تھی غائبانہ جنازہ کی لیکن مولوی مبشر صاحب کو عید میلاد النبی ﷺ اور اذان سے پہلے اور بعد میں درود و سلام کا دورہ پڑ گیا نہ جانے انہیں جنازہ اور عید میں کیا مماثلت نظر آئی اور موضوع چھوڑ کر دوسرے تیسرے موضوع پر آ گئے۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ ڈینش گستاخوں کی گستاخیوں کے بعد اگر حرمت رسول ﷺ کانفرنس، چاکنگ اور فلیکس بورڈز کا اہتمام کرنا کسی نئی آیت کے نازل ہوئے بغیر محض حالات کے تقاضے پر جائز بھی ہو گیا ہے اور کارِ ثواب بھی گردانا جا رہا ہے (نیت خدا جانتا ہے) تو شاید عید میلاد النبی ﷺ اور اذان سے پہلے اور بعد درود و سلام کا مسئلہ بھی اب تو سمجھ آ ہی گیا ہو گا مگر پتہ چلا کہ اندر کا معاملہ وہیں کا وہیں ہے۔

غائبانہ جنازہ کے ساتھ ان مسائل کا کوئی تعلق نہیں تھا یہاں ان مسائل کا یوں ذکر کرنا اور اس پر بغلیں بجانا کچھ یوں ہے جس طرح رات کو کوئی پہرے دار کسی کو کسی غلط ارادے پر چلتے ہوئے پکڑ لے تو شاطر کہنا شروع کر دے لوگو اس میں اور مجھ میں فرق کیا ہے اگر میں غلط ہوں تو یہ بھی غلط ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو میں بھی صحیح ہوں لوگ پوچھیں وہ کیسے؟ تم اپنے آپ کو کیسے اس کیساتھ ملا رہے ہو۔ تو وہ کہے میرا بھی جرم یہی ہے کہ میں رات کے اندھیرے میں تنہا جا رہا تھا تو یہ بھی اندھیرے میں تنہا جا رہا تھا لوگ کہیں گے تیرا چلنا اور ہے پہرے دار کا چلنا اور ہے۔

مولوی مبشر صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے اس قول پر کہ "جب خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کسی کا غائبانہ جنازہ نہیں پڑھایا تو تم کیوں پڑھتے ہو (تلخیصا)" لکھا جب خلفاء راشدین نے عید میلاد نہیں منائی تو تم کیوں مناتے ہو۔ کیونکہ مولوی مبشر صاحب کے خیال میں عید میلاد شریف منانے پر کوئی دلیل نہیں ہے تو مطلب یہ بنا جب تم بغیر دلیل عید میلاد مناتے ہو "تو" کچھ نہیں ہوتا ہم بغیر دلیل غائبانہ جنازہ پڑھ لیں تو پھر کیا ہو گا۔ چنانچہ عید میلاد اور درود و سلام کیساتھ اس مسئلے کو اٹیچ کر کے اپنے موقف کو خود بے بنیاد مان لیا ہے۔

جہاں تک ہمارا موقف ہے تو عید میلاد اور درود و سلام کے بارے میں

ہمارے پاس ان کے بیسیوں دلائل موجود ہیں اصل میں اپنی چوری چھپانے کے لئے ڈاکٹر صاحب کے اسلوب بیان پر اعتراض کیا گیا۔ اور ڈاکٹر صاحب نے یہ اسلوب اختیار ہی اس لئے کیا تھا کہ انہیں آئینہ دکھایا جا سکے کہ ایک قانون اگر ان کی اپنی خواہش کو پورا کرتا ہو تو وہ قانون صحیح ہے اور اگر اسی قانون سے شان رسالت کا اظہار ہوتا ہو اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل بنتا ہو تو وہی قانون ان کے نزدیک غلط ہے۔

غیر مقلدین کے بہت بڑے امام ثناء اللہ امرتسری سے غائبانہ جنازے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جائز ہے یا ناجائز ہے انہوں نے جواب میں کہا درست ہے اور دلیل یہ ہے "کسی صحابی سے غائب پر نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت نہیں آئی ہے"۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد دوم ص ۴۳، اسلامک پبلشنگ ہاؤس شیش محل روڈ لاہور)

اب ملاحظہ کیجئے جب ہم دیگر دلائل کے علاوہ یہ کہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اذان سے قبل درود شریف سے ممانعت نہیں آئی اس وقت یہی قانون غلط قرار دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے اگر چہ ممانعت نہیں آئی مگر جائز تب ہوگا جب صحابہ نے پڑھا ہو ورنہ جائز نہیں ہے۔

قبلہ ڈاکٹر صاحب ان حضرات کا دوہرہ معیار ثابت کرنا چاہتے تھے وہ ثابت ہو گیا ہے۔ مولوی مبشر صاحب اب پڑھنا چاہو تو پڑھو "لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا"

جہاں تک قبلہ ڈاکٹر صاحب کی عبارات کا تعلق ہے اگر مولوی مبشر صاحب خیانت نہ کرتے اور مکمل لکھ دیتے تو اعتراض کی گنجائش ہی نہیں تھی مولوی مبشر صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی عبارت سے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہی ثابت کرنا چاہا کہ صحابہ کرام سے اگر ثابت نہ بھی ہو پھر بھی غائبانہ جنازہ جائز ہے منع نہیں ہے تو اتنے تکلف کی ضرورت کیا تھی یہ تو ڈاکٹر صاحب نے خود قانون بیان کیا ہے ڈاکٹر جلالی صاحب لکھتے ہیں "ہاں یہ قانون ذہن میں رکھا جائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کسی چیز کا ثابت نہ ہونا اس کے منع ہونے پر دلیل نہیں ہے لیکن کسی کام کے کرنے کا شریعت میں حکم بھی ہو اور اس کا شدید تقاضا بھی موجود ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کام کرتے صحابہ کرام نے دیکھا بھی ہو اور صحابہ کرام پھر بھی نہ کریں تو یہ اس بات کی دلیل بنے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم کے نزدیک وہ کام جائز نہیں ہے ورنہ شریعت پر عمل پیرا ہونے کی جتنی انہیں تڑپ تھی وہ ضرور عمل کرتے اور پھر جو عمل ادا ہی بشکل جماعت ہوتا ہے وہ اگر پایا جاتا تو اس کا کوئی نہ کوئی راوی ضرور ہوتا''۔

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ کو کسی طرح بھی قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح یہی ہے کہ اس بات پر رب ذوالجلال کا شکر ادا کرنا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر ہم پر کرم فرمایا ہے۔ جہاں تک اس کے عید ہونے کا تعلق ہے تو حدیث شریف ملاحظہ کیجئے۔

عن عمار بن ابی عمار قال قرأ ابن عباس: الیوم أکملت لکم دینکم و أتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الا سلام دینا و عندہ یھودی فقال لو أنزلت ھذہ الآیۃ علینا لا تخذنا یومھا عیدا فقال ابن عباس فانھا نزلت فی یوم عیدین فی یوم الجمعۃ و یوم عرفۃ۔

(جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۰۶، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

''حضرت عمار بن ابی عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلاوت کی ''آج کے دن میں نے مکمل کر دیا تمہارے لئے تمہارے دین کو اور میں نے تمام کر دی تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین'' تو آپ کے پاس یہودی تھا اس نے کہا اگر نازل کی جاتی یہ آیت ہم پر تو ہم اس دن کو عید بناتے پس کہا ابن عباس نے پس بے شک نازل ہوئی ہے یہ دو عیدوں کے دن میں جمعہ کے دن میں اور عرفہ کے دن میں''۔

جب ایک آیت کے نزول کی وجہ سے اس دن کو عید شمار کیا جاتا ہے تو جس دن رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے ہیں اس دن کے عید ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ یہ عید ایک احساس خوشی ہے۔ جو مختصر وقت کیلئے بھی ہو سکتا ہے جو جلوت میں بھی ہو سکتا ہے خلوت میں بھی ہو سکتا ہے جبکہ جنازہ کا ایک خاص طریقہ ہے۔ اور پھر یوں ادائے شکر یہ بعد میں گھڑھا جانے والے عمل نہیں بلکہ شروع سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں موجود رہا ہے اس ولادت کے واقعات ایک ثانوی امر ہے اصل یہی ادائے شکر

ہے اور یہ عمل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے۔ اختصار کے پیش نظر وہ دلائل ذکر نہیں کیئے جارہے۔

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مستحب عمل اور ادائے محبت ہے جس کی کوئی خاص ہیئت نہیں ہے جبکہ نماز جنازہ ایک فرض کفایہ ہے چنانچہ ایک مستحب عمل جسکے کوئی ارکان اور ہیئت نہیں ہے اس پر فرض کفایہ جس کے ارکان و ہیئت ہے قیاس کرنا کیسی جہالت ہے۔ چنانچہ ایک کام شریعت نے اصل کے لحاظ سے جسے فرض قرار دیا ہو اور اس کے احکام اتنے کھول کر بیان کیئے ہوں۔ اور صحابہ کرام جانتے بھی ہوں اور تمہارے فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۱۴۱ کے مطابق وہ غائبانہ صورت میں سنت بھی ہو پھر بھی خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ بلکہ تمام صحابہ کرام سے سند صحیح سے کہیں بھی ثابت نہ ہو تو پتہ چلا وہ جائز ہی نہیں سمجھتے تھے ورنہ صحابہ جس کی اصل فرض اور ثانوی مرحلے میں سنت ہو اس کام کو کبھی بھی ترک نہ فرماتے۔ چنانچہ عید میلاد کی جو روح ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خوشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات کا نظم و نثر میں تذکرہ یہ تو صحابہ سے بارہا ثابت ہے مگر غائبانہ جنازہ پڑھانا سند صحیح سے صحابہ سے کہیں بھی ثابت نہیں ہے۔

ہاں یہ بھی ذہن میں رکھا جائے کہ عید میلاد تو اظہار خوشی ہے جو فرمان الٰہی ''فلیفرحوا'' کا تقاضا ہے آگے انسان کی ذاتی مالی اور زمانی حیثیت سے خوشی کا انداز، اہتمام، اسلوب اور حجم بدل سکتا ہے۔ لیکن کسی حرام فعل کے ارتکاب سے خوشی نہ منائی جائے۔ لیکن نماز جنازہ کا طریقہ، بندے کی ذاتی مالی اور زمانی حالت سے نہیں بدل سکتا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جس طرح کھڑے ہوکر مخصوص طریقے سے ادا کیا تھا آج بھی اسی طریقے پر کمی زیادتی کے بغیر ادا کرنا پڑے گا۔ تو پتہ چلا نماز جنازہ کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس کرنا غلط ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صحابہ نے میلاد کی خوشی منائی ہے۔ کوئی کہے کہ انہوں نے خوشی میں یوں کیوں نہیں کیا تو ہم کہیں گے یہ عمل خوشی کا رکن نہیں ہے۔ لہذا اس کی نفی سے خوشی کی نفی نہیں ہوگی کیوں کہ کیفیت ہی ایسی ہے جبکہ جنازہ کی ایک ھئیت ہے وہ ھئیت جب صحابہ سے ثابت نہیں ہے کہ میت سامنے نہ ہو اور صحابہ نے جنازہ پڑھا ہو۔ تو پتہ چلا ان سے یہ ھئیت ثابت نہ ہونے پر نماز جنازہ غائبانہ تو ناجائز

قرار پائے گی۔ مگر صحابہ سے عید میلاد کی جھنڈیاں ثابت نہ ہونے پر بھی عید میلاد جائز ہو گی کیوں کہ یہ اظہار خوشی ہے جس کا کوئی خاص طریقہ ہی نہیں ہے۔

اسی طرح مولوی مبشر صاحب نے صلوٰۃ وسلام کے بارے میں دل کی بھڑاس نکالی ہے اور صلوٰۃ وسلام کو نماز جنازہ پر قیاس کرتے ہوئے اپنی فقہی جہالت کا ثبوت دیا ہے اور قیاس مع الفارق کا ارتکاب کیا ہے۔

نماز جنازہ ایک فرض کفایہ عبادت ہے اور صلوٰۃ وسلام ایک مستحسن عمل ہے اسکی ھئیت اور ہے اُسکی ھئیت اور ہے۔ اسکی شرائط اور ہیں اُس کی شرائط اور ہیں صلوٰۃ وسلام میں تو عموم اتنا ہے کہ نہ زمان کی قید ہے نہ مکان کی قید ہے نہ زبان کی قید ہے نہ خاص صیغہ وترکیب کی کوئی قید ہے نہ ہی رب ذوالجلال نے کوئی قید لگائی ہے بلکہ فرمان خداوندی ہے "صلّوا علیہ" کے عموم سے اذان کا وقت بھی ہے اور بعد کا وقت بھی ہے، اور نہ ہی رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی قید لگائی ہے بلکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بار بار سوال کرنے پر "ما شئت ان زدت فھو خیر لك" ہی فرمایا ملاحظہ ہو پوری حدیث شریف حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے فرماتے ہیں۔

قلت یارسول اللہ انی أکثر الصلاۃ علیك فکم أجعل لك من صلاتی؟ فقال ما شئت قال قلت الربع قال ما شئت فان زدت فھو خیر لك قلت النصف قال ما شئت فان زدت فھو خیر لك قال قلت فا لثلثین قال ما شئت فان زدت فھو خیر لك قلت أجعل لك صلاتی کلھا قال اذا تکفی ھمك و یغفر لك ذنبك۔ (جامع ترمذی ج ۳ ص ۳۶۱، دارالکتب العلمیہ بیروت۔ مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۴۵۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تم پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں پس تمہارے لئے اپنے درود سے کتنا معین کروں فرمایا جتنا چاہو فرماتے ہیں میں نے عرض کیا چوتھا حصہ فرمایا جو تم چاہو پس اگر تو زیادہ کرے ربع

سے تو تیرے لئے بہتر ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا نصف فرمایا جو تو چاہے اگر تو زیادہ کرے گا نصف سے تو تیرے لئے بہتر ہے فرماتے میں نے عرض کیا دو تہائی فرمایا جو تو چاہے اگر تو زیادہ کرے گا تو تیرے لئے بہتر ہے پس میں نے عرض کیا میں سارا درود ہی پڑھوں گا فرمایا تب تو تیرے غموں کو کافی ہوگا اور تیرے گناہ مٹا دے گا۔

تو کیا جنازہ کے متعلق بھی ماشئت ماشئت فرمایا ہے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی قید نہیں لگائی اب کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں کہ وہ کہے اذان سے پہلے نہ پڑھو یا اذان کے بعد نہ پڑھو اور اگر کوئی اپنی ہٹ دھرمی کی بنا پر کتاب اللہ کے مطلق حکم کو مقید کرنے کی مذموم کوشش کرتا ہے تو اسے صاحب قرآن کا فرمان عالیشان ملحوظ رکھنا چاہئے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فما بال اقوام یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ عزوجل ما کان من شرط لیس فی کتاب اللہ عزوجل فھو باطل وان کان مائة شرط الخ۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۹۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

''فرمایا کیا حال ہے ان قوموں کا جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں جو شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے اگرچہ وہ سو شرائط ہوں''۔

جامع ترمذی والی مذکورہ حدیث میں جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ رہے ہیں کہ میں کل وقت میں آپ پر درود پڑھوں گا تو اس میں اذان سے پہلے کا وقت بھی اور بعد کا وقت بھی داخل ہے۔ پھر صحیح مسلم میں یہ حدیث بھی موجود ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علیّ فانه من صلی علیّ صلوٰة صلی اللہ علیه بها عشرا الخ۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۶ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

فرمایا جب تم مؤذن کو سنو پس اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے پھر مجھ

پر درود پڑھو۔ پس بے شک جس نے مجھ پر درود بھیجا اللہ اس ایک مرتبہ درود کی وجہ سے اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجے گا۔

چنانچہ عید میلاد النبی ﷺ اور اذان سے پہلے اور بعد درود شریف تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کسی نہ کسی شکل میں رائج تھا۔ باقی جو حدود و قیود مولوی مبشر نے لگائی ہیں وہ بے جا ہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دین کی اصل ہیں اور بعد والے فرع ہیں اصل جڑ کو کہتے ہیں اور فرع ٹہنی کو کہتے ہیں جڑ اور ٹہنی کا مسلک ایک ہوتا ہے مگر کچھ تقاضے جڑ کے اور ہوتے ہیں اور ٹہنی کے اور ہوتے ہیں جڑ نیچے جاتی ہے اور ٹہنی اوپر آتی ہے۔ جڑ پر پتے نہیں ہوتے اور ٹہنی پر ہوتے ہیں اگر قلبی عداوت نہ ہو تو سوغات محبت میں جس میں شریعت نے عموم رکھا ہے انکار کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

جبکہ نماز جنازہ شریعت میں معین ہے تکبیر سے شروع ہوتا ہے سلام پر ختم ہو جاتا ہے اس میں کمی زیادتی کی اجازت نہیں ہے۔ اول سے لیکر آخر تک اس کا تمام طریقہ شریعت نے بیان کیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے بھی نہ پڑھانے کی وجہ سے صحابہ میں غائبانہ جنازہ کسی شکل میں بھی موجود نہیں تھا تو آج پڑھنے والوں کو سوچنا چاہیے اگر جائز ہوتا تو صحابہ کرام ضرور پڑھتے۔

کیونکہ یہ عید میلاد النبی ﷺ اور درود و سلام قبل از اذان و بعد از اذان کی طرح نہیں ہے کہ جس کیلئے شرائط اور ارکان نہ ہوں لہذا یہاں صحابہ کرام کا ترک عدم جواز ضرور ثابت کرتا ہے۔

پھر مولوی مبشر صاحب نے اذان سے قبل صلوٰۃ و سلام کے بارے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کی شرح صحیح مسلم سے عبارت پیش کی ہے لیکن ان کو یہ خبر نہیں کہ سعیدی صاحب نے اس عبارت سے رجوع کر لیا ہے اور شرح صحیح مسلم کے نئے ایڈیشن سے اس عبارت کو نکال دیا ہے اور حق والوں کا یہی شعار ہے کہ حق واضح ہو جانے پر ہٹ دھرم نہیں بنتے بلکہ بڑی عاجزی سے اسکو قبول کر لیتے ہیں۔ بلکہ سعیدی صاحب نے یہاں یہ عبارت لکھ دی ہے۔ "اذان سے پہلے یا اس کے بعد آہستہ یا بلند آواز سے درود شریف پڑھنا ارشاد ربانی صلّو علیہ وسلّمو ا تسلیما ٥

کے عموم میں داخل ہے خاص طور پر اذان کے بعد درود شریف پڑھنا مسلم شریف کی حدیث کے مطابق مامور بہ ہے''۔ (شرح صحیح مسلم کی بعض عبارات سے رجوع ص ۱۱)

مولوی مبشر صاحب حدیث نجاشی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام دارالہجرۃ امام مالک رحمۃ اللہ کی الموطا کی شرح مصفیٰ میں اس حدیث پر یوں باب ذکر کیا ہے۔

باب یتقدم الامام و صف الناس خلفہ ویکبرون اربع تکبیرات ولو علی القبر او الغائب۔

یعنی نماز جنازہ میں امام آگے ہوگا اور لوگ اس کے پیچھے صفیں باندھیں گے اور چار تکبیریں کہیں گے اگرچہ یہ جنازہ قبر پر ہو یا غائب پر۔

مولوی مبشر صاحب نے بڑی حسرت سے حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کا نام لکھا مگر امام مالک علیہ الرحمہ کی موطا کی شرح مصفیٰ کا سہارا لینے کی کوشش کی ہے خود امام مالک کی طرف رجوع نہیں کیا۔

امام مالک علیہ الرحمۃ تو غائبانہ جنازہ کو جائز ہی نہیں سمجھتے جیسا کہ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالہ میں بھی اس کا تذکرہ فرمایا ہے اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا موقف اتنا سخت ہے کہ غائبانہ تو غائبانہ رہا اگر کسی کا ہاتھ یا پاؤں یا سر بھی مل جائے پھر بھی انکے نزدیک جنازہ جائز نہیں بلکہ میت کا موجود ہونا ضروری ہے ملاحظہ ہو امام مالک کی مشہور زمانہ کتاب المدونۃ الکبریٰ میں ہے۔

قال مالک لا یصلّی علی ید ولا علی راس ولا علی رجل ویصلّی علی البدن۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۸۰، طبع بمطبعۃ السعادۃ بجوار محافظۃ مصر)

امام مالک فرماتے ہیں۔ نہ پڑھی جائے نماز ہاتھ پر اور نہ سر پر نہ پاؤں پر اور پڑھی جائے نماز بدن پر۔

اور پھر مذکورہ ترجمۃ الباب جو مصفیٰ میں ہے فنی طور پر اس کی حیثیت کیا ہے اعتبار تو مصنف کے اپنے ترجمۃ الباب کا ہوتا ہے نہ کہ کسی صدیوں بعد آنے والے شارح کے ترجمۃ الباب کا پھر یہ ترجمۃ الباب تمہارے لئے دلیل ہی نہیں بن سکتا کیونکہ

اس ترجمۃ الباب کا دو تہائی حصہ تو خود تمہارے خلاف ہے کہ ترجمۃ الباب میں ہے "ویکبرون اربع تکبیرات ولو علی القبر" تو چار تکبیریں بھی تمہارے موقف کے خلاف ہیں اور قبر پر پڑھنا بھی تمہارے موجودہ شعار سے مفقود ہے۔ پھر اگر امانت سے کام لیا جاتا تو مصفّٰی کے اسی صفحہ پر یہ عبارت موجود ہے جس میں شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے احناف کا مذہب بیان کرتے ہوئے حدیث نجاشی کے بارے میں فرمایا "انـــــہ مخصوص بہ صلی اللہ علیہ وسلم" کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔

(مسوّٰی مصفّٰی شرح موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ج ا ص ۱۹۹، محمد علی کارخانہ اسلامی کتب خان محل دستگیری کالونی کراچی)

قارئین کرام! اندازہ کیجئے غائبانہ جنازہ کے ان علمبرداروں کا موقف کتنا ضعیف ہے کہ سارے صحابہ و تابعین اور کبار آئمہ کو چھوڑتے ہوئے سر فہرست حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا سہارا لینا چاہا کہا جاتا ہے "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" مگر یہ سہارا تنکے سے بھی کمزور ثابت ہوا کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں جہاں نماز جنازہ کے باب میں نماز جنازہ کا طریقہ بیان فرمایا ہے وہاں واضح طور پر یہ لکھا ہے کہ میت سامنے موجود ہو۔ ملاحظہ کریں۔

وصفة الصلوٰة عليه ان يقوم الامام بحيث يكون الميت بينه وبين القبلة ويصطف الناس خلفه ويكبر اربع تكبيرات يدعو فيها للميت ثم يتسلم۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ ص ۹۳، داراحیاء العلوم بیروت)

یعنی میت پر نماز کا طریقہ یہ ہے کہ امام اس طرح کھڑا ہو کہ میت اسکے اور قبلہ کے درمیان ہو اور لوگ امام کے پیچھے صفیں بنائیں اور امام چار تکبیریں کہے اور ان میں میت کیلئے دعا کرے پھر سلام پھیر دے۔

مولوی مبشر صاحب نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے ایک قول کا سہارا لینے کی کوشش بھی کی ہے لیکن انکو اتنا شعور نہیں کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ تو سرے سے شہید کی نماز جنازہ ہی کے قائل نہیں ہیں چہ جائیکہ غائبانہ پڑھی جائے ان کی مشہور زمانہ کتاب "الام" میں

قال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ: واذا قتل المشرکون المسلمین فی المعترك لم تغسل القتلیٰ ولم یصل علیھم''الخ

(الام ص ۲۰۵، بیت الافکار الدولیۃ اردن)

امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جب مشرکین مسلمانوں کو قتل کردیں معرکہ میں تو مقتولین (شہداء) کو نہ غسل دیا جائے اور نہ ان پر نماز پڑھی جائے۔

تو پتہ چلا کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک شہداء کی نماز جنازہ ہی نہیں تو مبشر صاحب کس طرح اسکو دلیل بنا رہے ہیں جبکہ مولوی مبشر صاحب کے طبقہ کو ڈاکٹر صاحب کے اظہار حق پر جو شدید پریشانی لاحق ہوئی وہ شہداء کے غائبانہ جنازے کا دھندا ہے۔ اگر چہ مشہور غیر مقلد عالم دین عبدالحفیظ فیصل آبادی کے بقول حقیقت شہداء کچھ اور ہے۔ دیکھئے ماہنامہ صراط مستقیم اکتوبر 1994ء کراچی۔

مولوی مبشر صاحب نے علامہ ابن حجر عسقلانی کے سہارے اپنا موقف ثابت کرنا چاہا ہے حالانکہ وہ بھی شافعی ہیں تو چونکہ وہ شہید کی نماز جنازہ کے قائل ہی نہیں ہیں تو پھر ان کے قول سے یہ غائبانہ جنازہ پر کیسے دلیل پکڑ سکتے ہیں۔ پھر اگر امام ابن حجر عسقلانی کی تمام عبارت ذکر کرتے تو انہیں پتہ چلتا کہ ابن حجر شہید کے سوا بھی اس طرح تھوک کے لحاظ سے غائبانہ جنازہ کے حق میں نہیں ہیں۔ دیکھئے وہ لکھتے ہیں۔

وعن بعض أھل العلم انما یجوز ذلك فی الیوم الذی یموت فیه المیت أو ما قرب منه لا ما اذا اطالت المدۃ حکاہ ابن عبدالبر وقال ابن حبان انما یجوز ذلك لمن کان فی جھۃ القبلۃ فلو کان بلد المیت مستدبر القبلۃ مثلا لم یجز۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر عسقلانی ج ۳ ص ۲۴۰، دار السلام الریاض)

یعنی بعض اہل علم کے نزدیک غائبانہ جنازہ کے جواز کیلئے یہ ضروری ہے کہ جنازہ فوتگی والے دن یا اس کے قریب ہو، اگر زیادہ وقت گزر جائے تو جائز نہیں ابن حبان نے کہا ہے اس میت کی نماز جنازہ غائبانہ جائز ہے جو قبلہ کی جہت میں ہو جس کا شہر قبلہ کی مخالف سمت میں ہو تو اس کی نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔

مولوی مبشر صاحب نے ابن حزم کا حوالہ بھی دیا ہے حقیقت میں اور غائبانہ

جنازہ کے علمبرداروں کا یہی ایک سہارا ہے ان کے جتنے فتاویٰ ہیں ابن حزم کے قول پر جھومتے نظر آتے ہیں ابن حزم کا اپنا قول ہمارے لئے حجت نہیں ہے کیونکہ وہ مذہب ظاہری سے تعلق رکھتے تھے جیسا کہ المحلی کے مقدمہ میں موجود ہے۔

تحول ابن حزم الی المذهب الظاهری۔

(المحلی بالآثار ج ۱ ص ۰۶ ۷ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابن حزم کے قول سے لازم آتا ہے کہ (معاذ اللہ) جناب رسالتمآب ﷺ خلفاء راشدین اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرائض ترک کئے یا کم از کم مستحبات ترک کئے دیکھئے ابن حزم کیا لکھتے ہیں۔

لان قول رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوا علی صاحبکم عموم یدخل فیه الغائب و الحاضر ولا یجوز ان یخص به احدهما بل فرض فی کل مسلم دفن بغیر صلوة ان یصلی علیه من بلغه ذلك من المسلمین لا نها فرض علی الکفایة وعلی فیمن صلی علیه ندب۔

(المحلی بالآثار ج ۳ ص ۳۶۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان "صلّوا علی صاحبکم" عام ہے اس میں غائب بھی داخل ہے اور حاضر بھی اور غائب و حاضر میں سے کسی ایک کو خاص کرنا جائز نہیں بلکہ ہر مسلم جو بغیر جنازہ کے دفن کیا گیا ہو اسکی نماز جنازہ پڑھنا ہر اس مسلمان پر فرض ہے جسکو اسکی خبر پہنچے کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے اور جس کی نماز جنازہ پڑھی گئی ہو اسکی پڑھنا مستحب۔

دوسری طرف غیر مقلدین کے امام ابن قیم نے لکھا ہے۔

فقد مات خلق کثیر من المسلمین وهم غیب فلم یصل علیهم۔

(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد لابن قیم جوزیہ ج ۱ ص ۴۱۴، دار الفکر بیروت)

صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کثیر لوگ دور دراز فوت ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

خلاصہ یہ نکلا کہ ابن حزم کے نزدیک جو بھی کسی دوسرے شہر میں فوت ہو جائے اور اسکی نماز جنازہ نہ پڑھی گئی ہو تو پتہ چلنے پر اس کی نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے اور ابن قیم

کے نزدیک کثیر صحابہ دوسرے شہروں میں فوت ہوتے رہے ان میں سے ظاہر ہے بہت سے ایسے تھے جو دشمنوں کی قید میں شہید کر دیئے گئے جیسے بئر معونہ کے مقام پر ستر انصار صحابہ کرام جنکو قراء کہا جاتا تھا انکو رعل، ذکوان، عصیہ اور بنی لحیان نے شہید کر دیا انکی نماز جنازہ بئر معونہ پر کسی نے ادا نہیں کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انکی خبر بھی دی لیکن نماز جنازہ ادا نہیں کی تو اب ابن حزم کے قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کرام (معاذ اللہ) فرض کے تارک ہوئے۔

صرف سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ غائبانہ جنازہ کو یوں لازم کر کے آج بھی کروڑوں مسلمانوں کو گناہ گار قرار دیا جا رہا ہے جنہیں یہ خبر تو ہو جائے کہ فلاں مسلمان کفار کے محاصرہ میں شہید ہو گیا ہے مگر اسکی نماز جنازہ ادا نہ کریں۔ پتہ چلا ان غیر مقلدین کا غائبانہ جنازہ والا نظریہ قابل عمل ہے ہی نہیں۔

پھر ابن حزم لکھتا ہے۔

فهذا امر رسول الله صلى الله عليه وسلم وعمله وعمل جميع اصحابه فلا اجماع اصح من هذا۔ (المحلی بالآثار ج ۳ ص ۳۶۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی ابن حزم یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ غائبانہ جنازہ پڑھنا اور پڑھانا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی ہے اور عمل بھی ہے اور جمیع صحابہ کرام کا بھی عمل ہے گویا کہ یہ ایسا اجماع ہے کہ اس سے صحیح کوئی اجماع نہیں ہے۔

بندہ کہتا ہے وہ کام جسکو کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں اور خود عمل بھی فرمائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ جمیع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی عمل ہو اور اجماع بھی ہو لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تمام زندگی بعد میں نہ کریں اور غائبانہ جنازہ کو شعار بنانیوالے ایک بھی مثال پیش نہ کر سکیں تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسکو جائز ہی نہیں سمجھتے تھے ورنہ ایک بار تو زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں یا بعد میں ضرور عمل کرتے۔

غیر مقلدین کیا ایک بھی ایسا عمل پیش کر سکتے ہیں جس میں یہ تمام صفات موجود ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم بھی دیں، عمل بھی فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ بھی عمل کریں اور اس کام پر سب سے زیادہ صحیح ترین اجماع ہو جائے اور صحابہ کرام میں

سے کوئی بھی زندگی بھر اس اجماعی عمل کو اختیار نہ کرے۔

اسکی جب کوئی مثال نہیں پیش کی جا سکتی تو پتہ چلا کہ یہ ابن حزم کا بے سروپا اور من گھڑت نظریہ ہے۔

ابن حزم نے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ "غائبانہ جنازہ آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام میں سے کسی نے نہیں پڑھا" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قابل حجت ماننے سے انکار کر دیا۔

لکھتا ہے ثم يقال لهم: لا حجة في احد غير رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (المحلی بالآثار لابن حزم ج ۳ ص ۳۶۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حالانکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے۔

اقتدوا بالذين من بعدی ابی بکر و عمر۔

(جامع ترمذی حدیث ۳۸۰۵، ۳۶۶۲، مصطفی الحلبی۔ سنن ابن ماجہ ص ۱۰ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔ مسند امام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۸۲، ۳۸۵، ۳۹۹، ۴۰۱، ۴۰۲، المیمنہ۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۱۲، ج ۸ ص ۱۵۳، بیروت۔ مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۷۵، بیروت۔ مجمع الزوائد للہیثمی ج ۹ ص ۵۳، ۲۹۵، القدسی۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ج ۹ ص ۱۰۹، الخانجی)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ان دو کی اقتداء کرو میرے بعد یعنی ابوبکر اور عمر کی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

عليكم بسنتي وسنته الخلفاء الراشدين المهديين۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۵۵۳، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور "وفیہ فعلیہ" سنن ابن ماجہ ص ۵ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے جو کہ ہدایت یافتہ ہیں۔

ابن حزم نے غائبانہ جنازہ کے جنوں میں ساری حدیں کراس کر دی ہیں اور صحابہ سے غائبانہ جنازہ ثابت نہ ہونے پر انہیں حجت ماننے سے ہی انکار کر دیا ہے حالانکہ انکا عمل ہی رسول اللہ ﷺ کے حکم کا بہترین شارح ہے۔

لہذا ابن حزم نے اتنی بڑی جسارت کی ہے کہ ایک طرف تو خود رسول اللہ ﷺ کو

(معاذ اللہ) تارک فرائض ومستحب قرار دیا ہے اور پھر جمیع صحابہ کرام کو بھی تارک فرائض قرار دینے کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنکی اقتداء واتباع کا حکم خود رسالتمآب ﷺ نے دیا نا قابل حجت قرار دے دیا تو پھر ابن حزم کی بات کی کیا حیثیت ہے۔

مولوی مبشر صاحب نے حدیث حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غائبانہ جنازہ کے استدلال کرنے والے چند حضرات کے نام گنوائے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ بات صرف استدلال کی نہیں بلکہ استدلال صحیح کی ہے۔ دوسرے نمبر پر انہیں پتہ ہونا چاہئے امام نووی اور امام قسطلانی جیسے شافعی انہیں شہداء کا غائبانہ جنازہ پڑھنے سے روکنے والے ہیں۔ مولوی مبشر صاحب نے انہیں خوامخواہ اپنا حامی سمجھا ہوا ہے۔
تیسرے نمبر پر انہوں نے چند متأخرین کی شروحات کے ناموں سے اپنے جواب کا حجم بڑھانے کی کوشش کی ہے بلکہ قاضی شوکانی جیسے لوگ جو یہاں ہمارے فریق ہیں انہیں ہی بطور گواہ پیش کرنا چاہا یہ تو ایسے ہے کہ مولوی مبشر صاحب خود ہی ایک دعویٰ پیش کریں اور کہیں کہ گواہ بھی میں آپ ہی ہوں۔ ہاں انکی بھی مجبوری تھی کہ جب گواہ نہ ملتے ہوں تو یوں کہنا ہی پڑتا ہے۔ غیر مقلدین اپنے عوام کو قاضی شوکاں کا قول پیش کر سکتے ہیں کیونکہ ان سے تو یہ لوگ غائبانہ مدد مانگنے کے بھی قائل ہیں۔ غیر مقلدین کے امام وحید الزمان نے لکھا۔ قبلہ دین مددی کعبۂ ایماں مدد دے ابن قیم مدد دے قاضی شوکاں مدد دے۔
(کتاب ہدیۃ المہدی ص ۲۳، وحید الزمان، میور پریس دہلی)

کاش کہ یہ قبلہ ڈاکٹر صاحب کے مقالہ سے ان کبار آئمہ کے اسماء کی جھلک دیکھ لیتے جنہوں نے کہا ہے کہ حدیث نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غائبانہ جنازہ کے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے۔ یہ ہزاروں فقہاء، محدثین اور مفسرین نے کہا ہے۔ چند محدثین کے اسماء ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ امام بدر الدین محمود بن احمد العینی۔ عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۶ ص ۲۳، دار الفکر بیروت
۲۔ امام ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک المشہور ابن بطال۔ شرح صحیح بخاری لابن بطال ج ۳ ص ۲۴۳، مکتبۃ الرشید الریاض۔
۳۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی۔ الجامع لاحکام القرآن الجزء الثانی

ص ۸۷، المکتبۃ التجاریہ۔

۴۔ امام حافظ ابی الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی متوفی ۵۴۴ھ۔ اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۴۱۵، دار الوفاء۔

۵۔ امام جمال الدین عبداللہ بن یوسف الزیلعی۔ نصب الرایہ لتخریج احادیث الھدایۃ الجزء الثانی ص ۲۸۳، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور۔

۶۔ امام شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی المصری التوفی ۱۰۶۹ھ۔ نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۲ ص ۵۴، دار الکتب العلمیہ۔

۷۔ امام الحافظ یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبد البر القرطبی التوفی ۴۶۳ھ۔ التمھید لمافی الموطا من المعانی والاسانید ج ۳ ص ۱۳۸، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۸۔ امام محمد الزرقانی التوفی ۱۱۴۴ھ شرح العلامہ الزرقانی ج ۱ ص ۱۹۵، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۹۔ امام علی بن سلطان محمد القاری التوفی ۱۰۱۴ھ۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ۴ ص ۴۵، مکتبہ امدادیہ ملتان۔

۱۰۔ امام قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۴۳، عبد التواب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان۔

مولوی مبشر صاحب نے لکھا ہے کہ ''جلالی صاحب لکھتے ہیں یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا جلالی صاحب کے اس دعویٰ پر کوئی دلیل و برہان موجود نہیں'' اور پھر مولوی مبشر صاحب نے امام ابن العربی کا قول پیش کیا ''وما عمل محمد صلی اللہ علیہ وسلم تعمله امته'' جو عمل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا آپ کی امت بھی اسے کرے گی۔

راقم کہتا ہے امام ابوبکر ابن العربی کا قول اپنی سطح پر صحیح ہے لیکن یہ اس عمل کے بارے میں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہ ہو اور یہ کہنا کہ خصوص پر دلیل نہیں ہے محض باطل ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بعد میں غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھنا

پڑھانا ہی خصوص کی دلیل ہے جسکو قبلہ ڈاکٹر صاحب نے ڈیٹیل سے بیان فرمایا ہے اور یہ قانون خود تمہارے ہاں بھی رائج ہے بخاری شریف کی حدیث نمبر ۱۲۵۴ میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بعد از وصال غسل دینے والی خواتین سے فرمایا:

"فاذا فرغتن فآذنني فلما فرغنا آذناه فأعطانا حقوه فقال أشعرنها اياه تعني ازاره"۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۱۶۷، ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی)

جب فارغ ہو جاؤ (غسل دینے سے) تو مجھے اطلاع دو (حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) جب ہم غسل دے کر فارغ ہوئیں تو آپ ﷺ کو اطلاع دی پس آپ ﷺ نے ہمیں اپنا تہبند دیا فرمایا ان کے بدن پر پہلا کپڑا یہ پہناؤ۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے

" وهو أصل في التبرك بآثار الصلحين۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۶۶ دارالسلام الریاض)

یہ حدیث آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے میں اصل ہے۔

مذکورہ حدیث مسلم شریف ج ا ص ۳۰۵ میں بھی موجود ہے۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے

"ففيه التبرك بآثار الصلحين ولباسهم"۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۳۰۵)

اس میں یہ حکم ہے آثار صالحین اور انکے لباس سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔

اس پر تمہارے پیشوا نجدی محشی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے لکھا جس نے فتح الباری کے صرف ایسے مقامات پر حاشیہ لکھنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔

ان التبرك بآثار الصلحين غير جائز و انما يجوز ذلك بالنبي صلى الله عليه وسلم خاصة لما جعل الله في جسده وماماسه من البركة واما غيره فلا يقاس عليه پھر دلیل یہ دی ان الصحابة رضى الله عنهم لم يفعلوا ذلك مع غير النبي صلى الله عليه وسلم ولو كان خيرا لسبقونا اليه"۔ (فتح الباری ج ۳

ص ۱۶۶، دار السلام الریاض)

بے شک آثار صالحین سے تبرک ناجائز ہے اور سوائے اسکے نہیں کہ یہ جواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے جسم میں اور جو چیز جسم سے لگ جائے اس میں بھی برکت رکھی ہے لیکن آپ ﷺ کے غیر کو آپ ﷺ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ پھر دلیل دیتے ہوئے لکھا کہ بے شک صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے غیر سے تبرک حاصل نہیں کیا اور اگر یہ (نبی ﷺ کے غیر سے تبرک حاصل کرنا) صحیح ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضرور اسکی طرف سبقت کرتے۔

یہاں پر تمہارے اس وقت کے بہت بڑے شیخ نے تبرک کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص کرنے کیلئے دلیل صحابہ کرام کے عدم عمل کو بنایا تو پتہ چلا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کسی کی غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھنا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ میت دوسرے شہر میں ہو اور جنازہ پڑھا جائے رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے۔

اگرچہ نجدی شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کا یہ قول غلط ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی سے تبرک حاصل نہیں کیا۔

ہم آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کے قائل ہیں جس طرح کہ امام علامہ ابن حجر عسقلانی کی عبارت گزر گئی ہے اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

عن ابی جحیفة عن ابیه قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی قبة حمراء من ادم و رأیت بلالا أخذ وضوء رسول الله صلی الله علیه وسلم و رأیت الناس یبتدرون ذلك الوضوء فمن أصاب منه شیئا تمسح به ومن لم یصب منه شیئا أخذ من بلل ید صاحبه۔

حضرت ابو جحیفہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو چمڑے کے سرخ خیمہ میں دیکھا اور میں نے حضرت بلال کو دیکھا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے غسالہ کو پکڑا اور میں نے لوگوں کو اس غسالہ کی طرف لپکتے دیکھا پس جس نے اس میں سے کچھ پالیا اس نے وہ غسالہ مل لیا اور جس نے اس سے

کچھ نہ پایا اس نے اپنے صاحب کے ہاتھ سے تری حاصل کی۔

دوسری طرف عملاً اس وقت آپ کا طبقہ رسول اللہ ﷺ سے مس کردہ چیز سے تبرک کے حصول کو بھی حرام اور شرک کہتا ہے۔

مولوی مبشر صاحب نے لکھا ہے کہ ''نبی ﷺ کے ساتھ اگر یہ عمل خاص ہوتا تو آپ ﷺ اپنے صحابہ کو جنازہ پڑھنے کا حکم نہ دیتے''۔

ہم نے پہلے بھی کہا تھا کہ مولوی مبشر صاحب ''آب ندیدہ موزہ کشیدہ'' کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔ یہ سوال اور اسکا جواب تو پہلے سے ہی قبلہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالہ میں تحریر فرمایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی کچھ خصوصیات ایسی ہیں جنکا تعلق انفرادی معاملات سے ہے اور کچھ ایسی ہیں جنکا تعلق اجتماعی معاملات سے ہے ایسے معاملات میں پہلے اجتماعیت ہوگی اسکے بعد خصوصیت ہوگی یہاں چونکہ خصوصیت حبشہ میں فوت ہو جانے والے کی نماز جنازہ پڑھانے کے لحاظ سے ہے لہذا پہلے تو امامت پائی جائیگی پھر اس میں آپ ﷺ کی خصوصیت متحقق ہوگی۔ صحابہ کا ہونا تو امامت کے لحاظ سے ضروری تھا اب اس اجتماعیت کے ثابت ہو جانے کے بعد خصوصیت رسول اللہ ﷺ کی ثابت ہوگی۔

گویا کہ یہ خصوصیت تو پڑھانے کے لحاظ سے ہے اور صحابہ کرام پڑھانے والے نہیں بلکہ پڑھنے والے تھے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالیشان ہے ''انا قائدهم اذا وفدوا وفيه انا خطيبهم اذاو فدوا۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۰۱، فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۵۱۴، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

جب انبیاء کرام علیہم السلام اور دیگر انسان بارگاہ ایزدی کی طرف چلیں گے تو قیادت میں کروں گا۔

جیسے یہاں محشر کے میدان میں اگرچہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جائیں گے لیکن آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قیادت کی خصوصیت برقرار رہے گی یونہی صحابہ کرام کے نماز جنازہ میں شریک ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ پڑھانے کی

خصوصیت برقرار رہے گی کیونکہ دونوں مقامات پر خصوصیت ایسی ہے جہاں پہلے اجتماعیت ہوگی تو پھر خصوصیت ہوگی۔ اگر چہ رسول اللہ ﷺ کیلئے بھی نماز جنازہ پڑھ دیتے لیکن ارادہ اجتماعی اعزاز کا فرما چکے تھے۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس اقتداء میں خصوصیت رسول اللہ ﷺ کی ہی سمجھ رہے تھے ورنہ کوئی صحابی کسی موقع پر تو کسی کی غائبانہ نماز جنازہ ضرور پڑھاتا پھر بخاری شریف کی تمام روایات میں معین کر کے فرمایا کہ اس (حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ) کی نماز جنازہ پڑھو نہ کہ یہ فرمایا جب بھی کہیں کوئی دوسرے شہر میں فوت ہو جائے اسکی نماز جنازہ غائبانہ پڑھو۔ رسول اللہ ﷺ نے بطور خاص جن کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا صحابہ کرام نے انکی پڑھی۔ جو بھی دوسرے شہر میں فوت ہو جائے اسکی نما جنازہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا ورنہ جن صحابہ کرام کو حکم ہوا تھا وہ کسی اور کی بھی پڑھ کے عمل کرتے تم سے کہیں زیادہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے حکم کا لحاظ تھا۔

آپکی اچھی منطق ہے جو حکم خاص بندے کیلئے تھا اسے ہر ایک کیلئے ثابت کر رہے ہو قبلہ ڈاکٹر صاحب نے اس بات پر بھی باقاعدہ دلائل دیئے کہ یہ حکم حضرت نجاشی کے ساتھ خاص تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نام لیکر ان کی نماز جنازہ کا حکم دیا یہ حکم خاص ہے حکم سننے والوں کا موقف چھوڑ کے اسے کسی اور کے لحاظ سے دلیل بنانا قرآن وسنت کے اسلوب سے جہالت ہے۔ عرف بھی یہی ہے جس کسی کا نام لیکر کوئی کہے اسے ہزار روپیہ دے دو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے ہر ایک کو ہزار ہزار روپیہ دے دو۔

ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ غائبانہ جنازہ کا مسئلہ تو اپنی جگہ رہا لیکن اس مسئلے میں آ کر ساری زندگی رسول اللہ ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہنے والے یہ ماننے پر مجبور ہو گئے کہ ہمارے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ ﷺ بے مثل و بے مثال ہیں اور خود صوم وصال والی حدیثیں پیش کر کے گویا یہ تسلیم کر لیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہنے والا طائفہ گمراہ ہے۔

مولوی مبشر صاحب نے لکھا ہے۔ "نبی کریم ﷺ کا کسی فعل کو ایک بار انجام دینا اس کے جواز کی دلیل ہے اس لئے کہ جواز یا استحباب کیلئے ایک بار کا عمل کافی ہے لہٰذا اگر کسی کام کے جواز پر ایک صحیح حدیث موجود ہو خواہ قولی ہو یا فعلی یا سکوتی تو وہ ہی

کافی ہے اس کے لئے صحابہ کی جماعت کا روایت کرنا یا اس پر بعد میں عمل کا جاری رہنا کوئی شرط نہیں''۔

مولوی مبشر یہ جملے لکھتے ہوئے اپنے مسلک کی بنیاد بھول گئے اور اپنے اکابر اور اپنے نظریے کی نفی کر دی۔

حالانکہ بخاری شریف کی حدیث ۱۲۷۷ میں ہے کہ ایک خاتون نے بارگاہ رسالت میں ایک چادر پیش کی نبی اکرم ﷺ نے اسکو قبول فرمایا اور اس کو زیب تن فرمایا تو ایک صحابی نے عرض کیا مجھے عنایت فرمادیں تو باقی صحابہ کرام نے کہا کہ تمہیں نہیں مانگنی چاہئے تھی تم جانتے ہو کہ مانگنے سے آقا علیہ السلام ضرور عطا فرما دیتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ کو اسکی ضرورت تھی تو صحابی نے کہا

انی واللہ ما سألته لألبسها انما سألته لتكون كفني قال سهل فكانت كفنه۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۰، سعید ایچ ایم کمپنی ادب منزل کراچی)

بے شک خدا کی قسم میں نے یہ چادر پہننے کیلئے نہیں مانگی بلکہ میں نے اس لئے مانگی ہے تاکہ یہ میرا کفن بن جائے حضرت سہل فرماتے ہیں تو وہ چادر انکا کفن بنی۔

اس حدیث شریف پر تبصرہ کرتے ہوئے اسکی شرح میں حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی نے تو لکھا ہے۔

" وفيه التبرك بآثار الصلحين"۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۸۵، دار السلام الریاض)

لیکن تمہارے نجدی شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے جو عہد حاضر کے سعودی نجدی علماء میں سرفہرست ہیں اس مقام پر لکھا۔

هذا خطأ:والصواب المنع من ذلك... أن الصحابة لم يفعلوا ذلك مع غير النبي صلى الله عليه وسلم ولو كان خيرا لسبقونا اليه الخ

یہ خطاء ہے اور صحیح اس سے منع کرنا ہے اور اس پر دلیل یہ دی کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تبرک کسی سے حاصل نہیں کیا اور اگر یہ کام صحیح ہوتا تو صحابہ ضرور اسکی طرف سبقت کرتے۔

گویا کہ مولوی مبشر صاحب ان سطور میں اپنے مسلک اور اپنے شیخ کا خود ہی رد کر

رہے ہیں: جب ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے یہ تبرک ثابت ہو گیا بعد میں صحابہ نہ بھی کرتے مولوی مبشر صاحب کے بیان کردہ ضابطہ کے مطابق یہ کام جائز رہنا چاہیئے تھا۔

رہی یہ بات کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تبرک حاصل کیا یا نہ کیا تو اس کے جواز پر متعدد دلائل موجود ہیں۔

سردست وہ حدیث پیش کر رہا ہوں جسکو غیر مقلدین کے امام محمد بن علی شوکانی نے بھی روایت کیا ہے۔

عن عمير بن اسحاق قال رأيت أبا هريرة لقي الحسن بن علي فقال له اكشف عن بطنك حيث رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل فيه فكشف عن بطنه فقبله وفي رواية فقبل سرته۔ (در السحابہ فی مناقب القرابۃ والصحابہ ج...ص ۲۹۰، دار الفکر دمشق)

حضرت عمیر بن اسحاق سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ کو دیکھا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو ملے اور کہا کہ اپنے پیٹ سے اس جگہ سے کپڑا اٹھاؤ جہاں سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چومتے دیکھا پس انہوں نے کپڑا اٹھایا تو حضرت ابو ہریرہ نے انکو چوما اور ایک روایت میں ہے کہ انکی ناف کو بوسہ دیا۔

اس حدیث کو نقل کر کے تمہارا امام لکھتا ہے اخرجه (الحاكم) في (المستدرك) و صحّحه۔

حاکم نے اسے مستدرک میں روایت کیا اور صحیح قرار دیا ہے۔

قارئین! ہم نے جواب کے شروع میں کہا تھا ایک قانون جب ان کی اپنی خواہش کو ثابت کرے تو صحیح ہے لیکن وہی قانون جب ہمارے مسلک کی دلیل ہو تو غیر صحیح ہے۔ یہ بات فتح الباری کے حاشیہ کے ان مقامات سے ثابت ہے صالحین سے تبرک کو انہوں نے ناجائز کہنا تھا تو اس وقت یہی قانون صحیح تھا۔ کہ صحابہ نبی علیہ السلام کے بعد کوئی کام نہ کریں تو یہ دلیل ہے کہ وہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ خاص ہے لیکن اپنے مذعومہ غائبانہ نماز جنازہ میں اس قانون کو غلط قرار دیا۔ ایسے ہی تبرک بآثار الصالحین کے مسئلہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے بعد صحابہ کا عمل بھی ضروری قرار دیا لیکن مذعومہ غائبانہ نماز جنازہ کے مسئلہ پر

کہ جب یہ قانون اپنے ہی گلے پڑا تو مولوی مبشر صاحب نے لکھ دیا۔

"نبی کریم ﷺ کا کسی فعل کو ایک بار انجام دینا اس کے جواز کی دلیل ہے"۔

پھر لکھا "اس کیلئے صحابہ کی جماعت کا روایت کرنا یا بعد میں عمل کا جاری رہنا کوئی شرط نہیں"۔

قارئین یہ نتیجہ ہے خواہش کی تقلید کرنے کا جسکا نظارہ تمہارے سامنے ہے۔

اصغر علی وڑائچ نے اپنے کالم میں لکھا تھا "جہاں قرآن مجید فرقان حمید کے حکم کے بعد حضرت محمد ﷺ کا عمل مبارک موجود ہو وہاں کسی بھی مسلمان کی اپنی ذاتی فکری تاویلات تصریحات مسلمان امت کو رسالتمآب ﷺ کے عمل پر عمل پیرا ہونے سے گریزاں نہیں کرسکتیں خواہ ان تاویلات وتصریحات کو پیش کرنے والا کوئی کتنا بڑا اور کتنی ہی عالمی شہرت رکھنے والا کوئی عالم دین کیوں نہ ہو"۔

مذکورہ بالا عبارت کا جواب دیتے ہوئے قبلہ ڈاکٹر صاحب نے لکھا۔

"اگر شریعت مطہرہ میں جو رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات ہیں ان کا لحاظ نہ کرتے ہوئے صرف رسول اللہ ﷺ کا عمل مبارک موجود ہونے کی صورت میں اوروں کو اس عمل سے روکنا جائز نہیں ہے تو بیک وقت چار سے زائد عورتوں کے ساتھ شادی سے بھی کسی کو نہیں روکنا چاہئے"۔

قبلہ ڈاکٹر صاحب نے تو اصغر علی وڑائچ کا جواب دیتے ہوئے یہ کہا ہے اگر رسول اللہ ﷺ کے محض عمل کو ہی دیکھا جائے تو عمل چار سے زائد بیویوں کے بارے میں بھی ہے حالانکہ امتی کیلئے جائز نہیں ہے یعنی یہ ثابت کیا کہ صرف رسول اللہ ﷺ کا عمل موجود ہونا کافی نہیں اس عمل کا رسول اللہ ﷺ کیساتھ خاص نہ ہونا بھی ضروری ہے تب امت کیلئے جائز ہوگا جب چار سے زائد عورتوں سے شادی سے جو منع کیا گیا ہے۔ تو اس میں رسول اللہ ﷺ کا عمل موجود ہونے کے باوجود دیگر دلائل کی وجہ سے منع کیا گیا ہے جن کا خلاصہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے تو مولوی مبشر صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی عبارت سمجھے بغیر آگے اس بات پر دلائل دینا شروع کر دیئے کہ امت کیلئے چار سے زائد بیویاں جائز نہیں ہے اور ڈاکٹر صاحب کے بارے میں زبان طعن دراز کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جو بندہ بندے کے کلام کو نہیں سمجھ سکتا وہ خالق کے کلام کو کیا سمجھ پائے گا۔

پھر مولوی مبشر صاحب نے لکھا ہے۔

جلالی صاحب چار سے زائد بیویاں جب رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے تو اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے امت کو چار سے زائد کی اجازت نہیں دی آپ پر لازم ہے آپ کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت کریں کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے جس طرح امت کو چار سے زائد بیویاں رکھنے کی اجازت نہیں دی کیا اسی طرح غائبانہ جنازہ پڑھنے کی بھی اجازت نہیں دی کوئی ایک آیت یا ایک حدیث صحیح پیش فرمادیں یا عورتوں کے مسئلہ کی طرح امت کا اجماع پیش کردیں کہ پوری امت مسلمہ کے علماء مجتہدین کا اکٹھ ہو چکا ہے کہ جنازہ غائبانہ جائز نہیں''۔

اس عبارت میں مولوی مبشر صاحب نے واضح کیا کہ جو میت دوسرے شہر میں ہو اسکی نماز جنازہ کو چار بیویوں سے زائد کیساتھ نکاح کی طرح نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ چار بیویوں کیساتھ نکاح کی طرح سمجھنا چاہئے یعنی چار بیویوں سے نکاح ہر مسلمان کیلئے مشروط طور پر جائز ہے ایسے جو میت دوسرے شہر میں ہو اسکی نماز جنازہ صرف رسول اللہ ﷺ کیلئے نہیں بلکہ ہر امتی کیلئے جائز ہے۔

مولوی مبشر صاحب پر لازم ہے کہ چار بیویوں کیساتھ نکاح پر تو قرآن مجید کی نص موجود ہے تمہارے مذعومہ غائبانہ نماز جنازہ کے بارے میں کس آیت میں حکم موجود ہے یا کسی حدیث صحیح میں یا اس کے پڑھانے پر صحابہ کا کون سا اجماع پایا گیا ہے؟۔

میں کہتا ہوں۔اس کے بارے میں آیت ہے نہ حدیث صحیح بلکہ صحیح کیا ضعیف بھی نہیں۔کیونکہ حدیث نجاشی میں حکم جمیع امت کو نہیں صرف صحابہ کرام کو تھا اور وہ بھی صرف حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تھا اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں تھا جنہیں ان کا جسم نظر آرہا تھا۔

اجماع صحابہ تمہارے مذعومہ غائبانہ جنازہ نہ پڑھنے پر ہے کیونکہ انہوں نے

رسول اللہ ﷺ کے علاوہ ترک سے یہی ثابت کیا ہے۔ مولوی مبشر صاحب اپنے لازم کو بھول کر ہم سے جو ہم پے لازم نہیں وہ پوچھ رہے ہیں۔

مولوی مبشر صاحب ذرا اصول بھی دیکھ لیجئے خاصہ کی تعریف جو ہر کسی نے کی ہے وہ یہ ہے۔ "خاصة الشئ ما یوجد فیه ولا یوجد فی غیرہ"

شئے کا خاصہ اسی شئے میں پایا جاتا ہے اور اس کے علاوہ میں نہیں پایا جاتا۔ آگے اسکی دوسری صورتیں ہیں کبھی تو وہ خاصہ مطلقا اس شئے کے علاوہ میں نہیں پایا جاتا نہ خود نہ ہی اس کا بعض حصہ۔ کبھی وہ خود نہیں پایا جاتا لیکن اس کا بعض پایا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا چار سے زائد بیویوں کیساتھ نکاح کے جائز ہونے والا خاصہ رسول اللہ ﷺ کا دوسری قسم کا ہے۔ میت دوسرے شہر میں ہو تو نماز جنازہ پڑھنا یہ رسول اللہ ﷺ کی پہلی قسم کا خاصہ ہے کیونکہ یہ حکم چار سے زائد بیویوں سے نکاح جو رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے اس کا بعض بھی چار عورتوں سے نکاح یہ امت کیلئے بھی جائز ہے لیکن میت دوسرے شہر میں ہو تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا یہ رسول اللہ ﷺ کا وہ خاصہ ہے کہ جس کا بعض بھی رسول اللہ ﷺ کے بغیر کسی کیلئے جائز قرار نہیں دیا گیا۔

لہذا مزعومہ غائبانہ جنازہ والے خاصہ میں رسول اللہ ﷺ کا پڑھنا اور تقاضا کے باوجود باقی امت کے لحاظ سے خاموشی ہی خاصہ کی دلیل ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا اور بعد والی امت نے ان کی سمجھ سے یہی خاصہ سمجھ لیا ہے لہذا ہم پر اصول کے لحاظ سے اور دلیل لازم نہیں جبکہ مولوی مبشر پر لازم ہے۔ چار کیساتھ نکاح کے جواز کی طرح کی دلیل غائبانہ نماز جنازہ پر بھی لائیں جس کا معیار انہوں نے خود بیان کیا ہے ایک آیت یا ایک حدیث صحیح یا اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم جبکہ ان کے پاس ان میں سے غائبانہ جنازہ پر کوئی دلیل بھی نہیں ہے۔

قبلہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب نے رسول اللہ ﷺ کے خصائص کو ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کندھوں پر بٹھا کر نماز پڑھتے رہے۔ اس پر مولوی مبشر صاحب نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ نہیں ہے بلکہ شارحین حدیث نے تو نماز کی حالت میں بچے کو اٹھانے کا جواز اس حدیث سے ثابت کیا ہے۔ بندہ کہتا ہے قبلہ ڈاکٹر صاحب نے یہ لکھ کر کہ رسول اللہ ﷺ حضرت امامہ بنت زینبؓ کو کندھوں پر بٹھا کر نماز پڑھتے رہے اس متعدد بار کے عمل کو خاصہ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ اس جزوی استمرار کے لحاظ سے ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ "کان یصلی" اس بات پر دلالت کرر ہے ہیں اور مولوی مبشر صاحب نے جو کچھ پیش کیا ہے اس سے محض جواز ثابت ہوتا ہے اور وہ بھی مشروط طور پر ۔ مولوی مبشر صاحب نے اس سلسلہ میں امام عینی کا نام بھی غلط استعمال کیا ہے امام عینی علیہ الرحمتہ نے تو لکھا ہے۔

"وهٰذا الصنيع لم يكره منه صلى الله عليه وسلم لأنه كان محتاجاً الى ذٰلك لعدم من يحفظها أولبيان الشرع بالفعل وهٰذا غير موجب فساد الصلوة ومثل هذا ايضافي زماننالا يكره لواحد منّا لوفعل ذٰلك عندالحاجة أمّا بدون الحاجة فمكروه ۔" عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ۳/۶۰۶ دارالفکر۔ بیروت۔

"اور یہ عمل آقا علیہ الصلوۃ والسلام سے مکروہ نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو یا تو

یہ اس لیے کرنا پڑتا تھا کہ حضرت امامہ کیلئے کوئی محافظ نہ تھا یا اپنے فعل سے شرع کو بیان کرنے کیلئے اور سہو فساد نماز کو واجب نہیں کرتا اور اس طرح ہمارے زمانہ میں بھی ہم میں سے کسی کیلئے یہ مکروہ نہیں ہے اگر ضرورت کے پیش نظر کرے لیکن بغیر ضرورت کے مکروہ ہے۔''

چنانچہ امام عینی تو یہ کہہ رہے ہیں کہ اگرچہ رسول اللہ ﷺ حضرت امامہ کی حفاظت کے محتاج بھی نہ ہوں لیکن بیانِ شریعت کیلئے انہوں نے حضرت امامہ رضی اللہ تعالی عنہا کو اٹھایا مگر آج کوئی آدمی بچی کی حفاظت کی غرض کے بغیر اٹھائے تو مکروہ ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کا عمل مبارک اس حاجت کے بغیر بھی مکروہ نہیں ہے۔ یہی خاصہ ہونے کا مطلب ہے۔ جس صورت میں بچی کا اٹھانا مشروط طور پر جائز ہے۔ وہ بھی تب ہے کہ اس میں عمل کثیر نہ ہو اگر عمل کثیر ہو تو مشروط بھی جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں عمل کثیر سے منع کیا ہے ملاحظہ ہو۔

''انّ النبی ﷺ قال فی الرجل یُسوّی التراب حیث یسجد قال ان کنت فاعلا فواحدۃ'' بخاری ۱۶۱/۱ ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی

''بے شک نبی ﷺ نے ایسے آدمی کے بارے میں جو سجدہ کے وقت مٹی برابر کرتا تھا فرمایا اگر تو کرنے والا ہے تو ایک بار کر''

پھر مولوی مبشر صاحب نے عجیب عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فقہ حنفی پر تنقید کے

شوق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اٹھانے کو اور کسی کے حالت نماز میں کتے کا بچہ اٹھانے کو ایک جیسا بنا دیا اس سلسلہ میں فتاوی شامی کا حوالہ دیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ارادے کے ساتھ حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اٹھاتے تھے اور فقہاء کرام نے تو ایک فرضی صورت بیان کی ہے کہ اگر ایسا ہو گیا تو نماز ٹوٹے گی یا نہیں نہ کہ فقہاء کوئی ترغیب دے رہے ہیں اس کام کی۔ قارئین غور فرمائیں کہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی پیاری نواسی کو پیار سے اٹھانا اور کہاں کسی کا نماز میں کتے کا بچہ اٹھانا ہے۔ لیکن مولوی مبشر صاحب کو اس میں کوئی فرق نظر نہیں آیا اور دونوں باتوں کو ایک زمرے میں داخل کرتے ہوئے ذرا حیا نہیں آئی۔ یہ گندی سوچ کا اور گندے نظریات کا نتیجہ ہے مولوی مبشر صاحب کو ذرا آئینہ دیکھنا چاہیے کہ ان کے امام علامہ وحید الزمان حیدر آبادی (جن سے جتنی بھی جان چھڑائیں چھڑا نہیں سکتے) نے کتے کا ذکر کرتے لکھا ہے "ولا تفسد صلوۃ حاملہ"۔

نزل الابرار من فقه النبی المختار ص۳۰۔

کتے کو اٹھانے والے کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔

اور اسی صفحہ نمبر ۳۰ پر لکھا ہے "ودم السمك طاهر وكذا الكلب وريقه عند المحققين من أصحابنا"۔

"اور مچھلی کا خون پاک ہے اور اسی طرح کتا اور اس کا لعاب (پاک ہے) ہمارے محققین اصحاب کے نزدیک پاک ہے۔

بلکہ اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۴۹ پر لکھا ہے کہ خنزیر کا لعاب بھی پاک ہے اور اس کا جھوٹا بھی پاک ہے اور صفحہ نمبر ۵۰ پر لکھا ہے کہ کتے کا پیشاب بھی پاک ہے۔

اور نہ جانے کیا کیا جائز اور کیا کیا حلال کر دیا ہے۔

لھذا مولوی مبشر صاحب کو پہلے اپنی فقہ پڑھنی چاہیے اور اس کے دلائل کی فکر کرنی چاہیے۔

مولوی مبشر صاحب لکھتے ہیں '' کیا یہ بات حتمی ہے کہ ایک محدث اگر کوئی حدیث اپنی کتاب میں لا کر اس پر جو باب باندھے صرف وہی مسئلے اس حدیث سے اخذ ہوتے ہیں اور کسی کو استدلال واستنباط کا حق نہیں ہے؟''

یہ قانون تو آپ کے طبقے کا بنایا ہوا ہے جو بات بات پر بخاری کے ترجمۃ الباب کی ضد کرتے ہیں ۔ڈاکٹر جلالی صاحب نے تو یہ بات اسی طرح کی ہے جیسے مخالف کے مسلّمات کو سامنے رکھ کے بات کی جاتی ہے۔تو امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اتنی بار اس حدیث کو ذکر کیا لیکن غائبانہ جنازے والا باب ذکر نہ کرنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک غائبانہ جنازہ جائز نہیں ہے۔

ہم تو امام بخاری علیہ الرحمۃ کو فقیہ بھی مانتے ہیں لیکن ہمارے خلاف انکے ترجمۃ الباب کو پیش نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ہم امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مقلد ہیں اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقاہت کو امام بخاری کی فقاہت پر ترجیح حاصل ہے۔

پھر مولوی مبشر صاحب نے اپنی خفت مٹانے کیلئے چند متاخرین آئمہ کے ''ترجمۃ الباب'' کا ذکر کیا کہ انہوں نے حدیث نجاشی پر غائبانہ جنازہ کا باب باندھا ہے۔لیکن ہمیں امام بخاری کی تبویب کی دعوت دینے والے خود تبویب بخاری سے صاف اعراض کیوں کر رہے ہیں اب امام بخاری کے ترجمۃ الباب کی کوئی حیثیت کیوں نہیں؟

پتہ چلا جب حمایت میں ہو تو پھر بخاری بخاری کی رٹ لگی رہتی ہے اور بخاری ہی سب پر مقدم سمجھی جاتی ہے لیکن وہ بخاری اگر خلاف ہو تو سب سے مؤخر بلکہ پھر کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

مولوی مبشر صاحب لکھتے ہیں'' جلالی صاحب کہتے ہیں کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت نجاشی کی نماز جنازہ کو غائبانہ کہہ بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ انکی بخاری ج ا ص ۹ پر یہ حدیث موجود ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف میں بیٹھے فرمایا: اور میں خدا کی قسم اپنے حوض کوثر کی طرف اب دیکھ رہا ہوں۔ کاش جلالی صاحب ان الفاظ پر غور کرتے جو صحیح بخاری میں ہیں تو یہ شگوفہ نہ چھوڑتے۔ صحیح بخاری میں ہے یہ الفاظ تو اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ وہ خاص حالت تھی جب آپکو حوض کوثر دکھایا گیا نہ کہ ہمہ وقت آپ کی نظر حوض کوثر پر رہتی تھی۔ حدیث میں الآن کا لفظ اس کا بین ثبوت ہے''

براین عقل ودانش بباید گریست

یہ فہم اور یہ ادراک اور پھر اہل حدیث کہلوانا کتنا بڑا ظلم ہے۔ اہل حدیث تو ان ائمہ حدیث کو کہا جاتا ہے جنکو فہم حدیث میں اور علم حدیث میں کمال مہارت حاصل ہوتی ہے۔ ''الآن'' کا لفظ تو اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ میں اب بھی دیکھ رہا ہوں یعنی اب کا اثبات مقصود تھا نہ کہ اس کے علاوہ کی نفی بلکہ اس انداز میں ایک عجیب نظارہ تھا کہ اگر رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم صرف یہ فرماتے "وانی واللہ لانظر الی حوضی" کہ بیشک خدا کی قسم میں اپنے حوض کی طرف دیکھتا ہوں تو صحابہ کے دل میں یہ تڑپ رہتی کہ وہ کونسا وقت ہوتا ہے جب زمین پر کھڑے ہو کے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حوض کو دیکھتے

ہیں کیا کوئی خاص اہتمام کرنا پڑتا ہے؟ لیکن جب آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ فرمادیا "الآن" تو اب صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو یہ نظارہ بھی حاصل ہو گیا کہ کوئی خاص اہتمام بھی نہیں کیا گیا اور کوئی تکلف بھی نہیں کرنا پڑا بلکہ جیسے ہم دیکھ رہے ہیں ایسے ہی بظاہر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم بھی نگاہ انور فرما رہے ہیں لیکن ہمیں وہ کچھ نظر نہیں آرہا جو ہمارے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو نظر آرہا ہے تو ایمان اور قوی ہو گئے ہونگے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تو یہ عقیدہ ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما طائر یقلب جناحیہ فی الھوا الا وھو یذکر لنا منه علما"

تفسیر ابن کثیر ۲/۴۱۲ قدیمی کتب خانہ آرام باغ۔ کراچی

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں چھوڑا کہ کوئی پرندہ اپنے پروں کو ہوا میں نہیں کھولتا تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اسکے بارے میں بتادیتے تھے۔

اب اس حدیث شریف میں کسی خاص وقت کے بارے نہیں کہا گیا بلکہ صحابہ کا عقیدہ ہے کہ روئے زمین اور اسکا گوشہ گوشہ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ میں ہے کیا بعید کیا قریب ہے

پھر مولوی مبشر صاحب کتنے بھولے پن سے خود علامہ ابن حجر کے حوالے سے لکھ رہے ہیں کہ خطاب کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کشف کیا گیا تو جن کی خاطر باری تعالیٰ نے حوض کوثر تک کے پردے اٹھادیے ان کیلئے حبشہ تک کے پردے اٹھ جانا کیا بعید ہے پھر کہتے ہیں کہ آپکو حوض کوثر دکھایا جانا یہ اعلام نبوت میں سے ہے۔

میں پوچھتا ہوں پھر حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ ملاحظہ کرنے سے کیا چیز

مانع ہے کہ وہی نبوت ہے وہی رسالت ہے وہی بصیرت ہے وہی بصارت ہے وہی خدا جلّ وعلا ہے اور وہی اسکے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو کیا دلیل ہے اس بات پر کہ زمین پر کھڑے ہو کر سات آسمان پار حوض تو ملاحظہ فرمارہے تھے۔ لیکن حضرت نجاشی کے جنازہ کو نہیں دیکھ رہے تھے۔ اس پر کونسی آیت نازل ہوئی ہے اور کونسی حدیث ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے فضل سے قریب سے بھی دیکھتے ہیں بعید سے بھی دیکھتے ہیں۔ سویرے میں بھی دیکھتے ہیں اندھیرے میں بھی دیکھتے ہیں۔ دن میں بھی دیکھتے ہیں رات میں بھی دیکھتے ہیں۔ ماضی وحال کو بھی دیکھتے ہیں اور استقبال کو بھی دیکھتے ہیں۔ جاگتے بھی دیکھتے ہیں سوتے بھی دیکھتے ہیں۔ ظاہری حیات میں بھی دیکھتے ہیں بعد الوفات بھی دیکھتے ہیں آخر کیا وجہ ہے اور اس خصوص کی کیا دلیل ہے کہ حضرت نجاشی کا جنازہ نہیں دیکھ رہے تھے جبکہ تمھارے امام ابن قیم نے امام اعظم اور امام مالک کے اصحاب کے حوالے سے رد کے بغیر لکھا ہے۔ "ومن الجائز ان یکون رفع له سریره فصلیّ علیه وهویریٰ صلاته علی الحاضر المشاهد وان کان علی مسافة من البعد"۔ (زادالمعاد ۱/۴۱۴ ادارالفکر۔ بیروت)

"یہ جائز ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی چارپائی کو اٹھادیا گیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھتے ہوئے حضرت نجاشی کا جنازہ پڑھا جیسے حاضر اور مشاھد کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے اگرچہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ بہت دور تھے۔"

پتہ چلا کہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حوض کو دیکھ رہے تھے ایسے ہی حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی چارپائی کو دیکھنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ مولوی مبشر صاحب نے لکھا ہے کہ "جلالی صاحب نے نصب الرایہ کے حوالے سے معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ کی جو روایت پیش کی

ہے اس کی سند ہی قابل اعتماد نہیں ہے''

قارئین پہلے اس حدیث کی چند اسناد ملاحظہ ہوں۔

حدثنا ابراهيم بن صالح الشيرازي ثنا عثمان بن الهيثم المؤذن ثنا محبوب بن هلال المزني عن عطا بن ابي ميمونه عن انس بن مالك قال نزل جبريل عليه السلام ..... الخ دوسری سند سے امام طبرانی روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن زهير التستري ثنا احمد بن منصور الرمادي ثنا يونس بن محمد المعلم ثنا صدقة بن ابي سهيل عن يونس عن الحسن عن معاوية بن معاوية ان رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم غازيا بتوك فاتاه جبريل عليه السلام فقال يا محمد هل لك في جنازة معاويه بن معاويه المزني؟ قال نعم ...... الخ العجم الكبير جلد ۱۱۔ص ۴۲۸۔۴۲۹ داراحیاء التراث العربیه بیــــروت شیخ الاسلام امام ابویعلی الموصلی (المتوفی ۳۰۷ ہجری) نے اسی حدیث کو اپنی مسند میں روایت کیا ملاحظہ ہو۔

حدثنا محمد بن ابراهيم الشامي بعبادان حدثنا عثمان بن الهيثم مؤذن مسجد الجامع بالبصرة عبدى عن محمود بن عبدالله عن عطاء بن ابي ميمونة عن انس بن مالك قال نزل جبريل (عليه السلام) على النبي صلى الله عليه و آله وسلم قال مات معاوية بن معاوية...... الخ

مسند ابی ایعلی الموصلی ۳/۴۴۶ دارالکتب العلمیه بیروت

امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی (المتوفی ۴۵۸ھ) نے اس حدیث کو دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے..... سند ملاحظہ ہو

اخبرنا ابو محمد عبدالله بن يوسف الأصبهاني قال أخبرنا ابو سعيد ابن الاعرابي قال حدثنا الحسن بن محمد الزعفراني قال حدثنا يزيد بن

هارون قال أخبرنا العلاء ابو محمد الثقفی قال سمعت انس بن مالك

قال ... الخ،

دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۴۵ دار الکتب العلمیہ بیروت

امام الھیثمی نے اس حدیث کو مجمع الزوائد میں اور علامہ ابن حجر نے الاصابہ میں نقل کیا ہے اور دیگر بہت سی کتابوں میں کئی طرق سے موجود ہے۔

ایسی صورت میں ضعیف حدیث کو ترک نہیں کیا جا سکتا اور فضائل میں تو ضعیف بھی قبول ہوتی ہے۔ اس حدیث سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان کے کئی پہلو نمایاں ہیں اس لیے منکرین کو کب یہ برداشت ہے۔

خود علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے لکھا "وقد ذكرت في ترجمته في الصحابة ان خبره قویّ بالنظر الى مجموع طرقه"

فتح الباری شرح صحیح البخاری ۳/۲۴۱ دار السلام۔ الریاض

"میں نے صحابہ" میں ان کے حالاتِ زندگی میں ذکر کیا ہے بے شک حضرت معاویہ ......والی حدیث اپنے جمیع طرق کے لحاظ سے قوی ہے"

علامہ ابن حجر کے اس قول کو ان کے اپنے امام محمد بن علی بن محمد شوکانی نے نقل کیا ہے

ملاحظہ ہو۔ نیل الاوطار ۴/۸۱ کتاب الجنائز۔ دار الفکر بیروت

قارئین میں نے شروع میں لکھا تھا کہ ایک حدیث سے اس طبقہ کی اپنی خواہش ثابت ہوتی ہو تو پھر ان کے نزدیک معتبر ہے اور اگر اسی حدیث سے شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتی ہو تو پھر ان کے نزدیک وہی حدیث ضعیف ہے اب آپ نے مشاہدہ کر لیا

نہ جب حضرت معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ والی حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اور نظر کی وسعت کا بیان کیا جائے تو کہتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے. جب اسی حدیث سے انہوں نے غائبانہ جنازہ ثابت کرنا ہو تو یہی حدیث معتبر ہے جیسا کہ ان کے امام شوکانی نے غائبانہ جنازہ ثابت کرنے کے شوق میں اس بات کا جواب دیتے ہوئے لکھا کہ غائبانہ جنازہ حضرت نجاشی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اور لوگوں کی بھی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اسی حضرت معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ والی حدیث کو دلیل بنایا ہے اور علامہ ابن حجر کا یہی قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث اپنے جمیع طرق کے لحاظ سے قوی ہے۔

نیل الاوطار ۴/۸۱ کتاب الجنائز۔ دارالفکر۔ بیروت

ایسے ہی غیر مقلد عالم دین احسان الحق شہباز نے اپنی کتاب "غائبانہ نماز جنازہ حدیث وتاریخ کی روشنی میں تحقیقی جائزہ۔ مطبوعہ دارالاندلس ص ۲۸ پر اسی حضرت معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ والی حدیث کو غائبانہ جنازہ کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے اور لکھا ہے تاہم نبی اکرم ﷺ سے نجاشی کے علاوہ دیگر مواقع پر بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہے اور آگے امت سے بھی وقتاً فوقتاً یہ سلسلہ ثابت ہے۔

فتح الباری میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معاویہ بن معاویہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غائبانہ طور پر جنازہ کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس روایت کے تمام طرق وسندیں سامنے رکھی جائیں تو یہ روایت قوی ہے۔

قارئین یہ ہے غیر مقلدیت۔ شان رسالت ﷺ ظاہر ہو تو ہر حدیث غیر معتبر ہے اور اپنی خواہش ثابت کرنی ہو تو حدیث معتبر ہے۔

مولوی مبشر صاحب نے نقل کیا ہے "صحیح ابن حبان مسند امام احمد اور التمہید ابن عبدالبر کے حوالے سے یہ روایت پیش کرنا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا جنازہ ہمارے سامنے موجود ہے انہیں مفید نہیں ہے اس لیے کہ اس کے الفاظ ہیں وہ گمان نہیں کرتے تھے مگر یہ کہ جنازہ ہمارے سامنے ہے اور مسند احمد میں ہے نحسب الجنازة الاموضوعة بين يديه اس روایت میں یہ دلیل قطعاً نہیں ہے کہ جنازہ ان کے سامنے حاضر و موجود تھا۔ ملخصاً

میں کہتا ہوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رویت ثابت کرنا مقصود ہی نہیں ہے اگر چہ اس پر دلائل دیے جاسکتے ہیں ۔ ورنہ ہمارے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نظر آنا ضروری نہیں تھا کیونکہ وہ مقتدی تھے اور یہ موقف تمہارے امام ابن قیم نے بھی پیش کیا ہے ذرا آنکھ کھولیں تو نظر آ جائیگا۔

"ومن الجائز ان يكون رفع له سريره فصلّٰى عليه وهو يرىٰ صلوته على الحاضر المشاهد وان كان على المسافة من البعد والصحابة وان لم يروه فهم تابعون للنبي صلى الله عليه وآله وسلم في الصلوٰة۔

زادالمعاد ۱/۲۱۴ دارالفکر۔ بیروت۔

"اور یہ جائز ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی چارپائی اٹھا دی گئی ہو پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھتے ہوئے جنازہ پڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نماز جنازہ پڑھنا ایسی میت پر تھا جو حاضر تھی اور جسکا مشاہدہ بھی کیا جارہا تھا اگر چہ وہ دور کی مسافت پر تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اگر چہ نہ دیکھا پس وہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع تھے"۔

مولوی مبشر صاحب نے کہا'' یہ کہنا کہ حبشہ میں کوئی دوسرا مسلمان موجود نہ تھا جو انکی نماز جنازہ ادا کرتا بالکل غلط اور تاریخی روایات کے خلاف ہے'' مولوی مبشر صاحب کو غلطی نکالنے کا شوق ہے تو یہ اپنے امام ابن قیم سے پورا کریں جنھوں نے اپنی کتاب زادالمعاد میں اپنے امام ابن تیمیہ کا قول نقل کیا ہے۔

صلى النبی صلى الله علیه و آله وسلم علی النجاشی لأنه مات بین الكفارو لم یصل علیه وان صُلّی علیه حیث مات لم یصلّ علیه صلوة الغائب لأن الفرض قدسقط بصلاة المسلمین علیه

زادالمعاد ۱/۴۱۵ دارالفکر۔ بیروت۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر نماز پڑھی کیونکہ وہ کفار کے درمیان فوت ہو گئے تھے اور ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی تھی اور اگر جہاں وہ فوت ہوئے ان پر نماز پڑھی گئی ہوتی تو پھر ان پر صلوۃ غائب نہ پڑھی جاتی کیونکہ مسلمانوں کی اس پر نماز پڑھنے سے فرض ساقط ہو گیا ہوتا''۔

باقی قبلہ ڈاکٹر صاحب نے تو حقائق کی روشنی میں یہ بات کی ہے کہ وہاں حبشہ میں انکا کوئی جنازہ پڑھنے والا نہیں تھا۔ دیکھئے امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کا ترجمۃ الباب ہی یہی قائم کیا ہے۔

''باب الصلوٰة علی المسلم یموت فی بلاد الشرك''۔

سنن ابی داؤد کتاب الجنائز ۲/۱۰۱ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

''اس مسلمان کی نماز جنازہ جو مشرک ملک میں فوت ہو جائے۔

مولوی مبشر صاحب نے صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی کی تفسیر سے عبارت پیش کی'' نجاشی بادشاہ کی درخواست پر حضرت جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے دربار میں سورۃ مریم اور سورۃ طٰہٰ کی آیات پڑھ کر سنائیں تو نجاشی بادشاہ اور اسکے

درباری جن میں انکی قوم کے علماء موجود تھے سب زاروقطار رونے لگے اسی طرح نجاشی کی قوم کے ستر آدمی جو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سورۃ یٰسین سن کر بہت روئے''

بات تو یہ چل رہی تھی کہ جب حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ فوت ہوئے اس وقت انکا جنازہ پڑھنے والا وہاں کوئی موجود نہ تھا تو مولوی مبشر صاحب جواب میں یہ پیش کر رہے ہیں کہ جب حضرت نجاشی زندہ تھے تو حضرت جعفر سے آیات سن کر وہ بھی اور لوگ بھی رورہے تھے۔ بھلا رونے سے ایمان ثابت ہو جاتا ہے یا اگر کوئی رونے کے بعد کلمہ پڑھ گیا ہو تو کیا سند ہے کہ وہ نجاشی رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت موجود بھی تھا اور فرض کرلیں اگر تھا بھی تو کیا اسکو جنازہ کا طریقہ آتا تھا۔ کیونکہ صحابہ کرام مہاجرین تو ہجرت کر کے خیبر کے سال مدینہ شریف آچکے تھے دیکھئے امام ذھبی لکھتے ہیں''سبب ذلك أنه مات بين قوم نصارىٰ ولم يكن عنده من صلى عليه لان الصحابة الذين كانوا مهاجرين عنده خرجوا عنده مهاجرين الى المدينة عام خيبر''

سیر اعلام النبلاء ۲/ ۴۲۸ دار الفکر بیروت۔

''سبب اس جنازہ کا یہ تھا کہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا وصال قوم نصاریٰ میں ہوا تھا اور وہاں کوئی ایسا نہیں تھا جو آپکی نماز جنازہ ادا کرے کیونکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو ہجرت کر کے وہاں گئے تھے وہ خیبر کے سال ہجرت کر کے مدینہ شریف چلے گئے۔''

ایسے ہی امام خطابی شرح السنہ میں نقل فرماتے ہیں۔

''ليس فيه مستدل لان النجاشي كان مسلماً بين ظهراني قوم كفار فقضى النبي صلى الله عليه وآله وسلم حقه في الصلاة عليه فاما الميت المسلم في البلد الآخر فليست كهؤلاء لإنه قضى حقه في الصلوٰة عليه غيره من

المسلمین فی بلدہ"

شرح السنہ ۴۹۱/۴ دار الفکر۔ بیروت۔

"حدیث نجاشی میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ کفار قوم کے درمیان وہ ایسے ہی مسلمان تھے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ ادا کر کے ان کا حق ادا کیا لیکن وہ میت جو دوسرے مسلمان ملک میں ہو اسکو حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کا حق وہاں کے مسلمانوں نے اس کا جنازہ پڑھ کر ادا کر دیا"۔

اگر مان لیں کہ وہاں مسلمان موجود تھے تو وہ نماز جنازہ کے طریقہ سے نا آشنا تھے جیسا کہ امام قرطبی نے نقل فرمایا ہے۔

والذی عندی فی صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی النجاشی انہ علم ان النجاشی و من آمن معہ لیس عندھم من سنۃ الصلاۃ علی المیت اثر فعلم انھم سید فنونہ بغیر صلاۃ فبادر الی الصلوٰۃ علیہ۔

الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۷۱/۲۹ دار الفکر بیروت

"میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھا کہ نجاشی اور انکے ساتھ ایمان لے آنے والوں کے پاس نماز جنازہ کے طریقے کے بارے میں کوئی اسلامی تعلیمات نہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جان لیا کہ وہ تھوڑی دیر بعد حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بغیر جنازہ ہی دفن کر دیں گے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ ادا کی اور اس میں جلدی کی"

اصل میں مبشر صاحب کو صرف جواب لکھنے کا شوق تھا ورنہ یہ تمام وضاحتیں ڈاکٹر صاحب کے مقالہ میں موجود ہیں۔

مولوی مبشر صاحب نے لکھا کہ غائبانہ نماز جنازہ کو حضرت نجاشی کی خصوصیت قرار دینا صحیح نہیں۔ اس پر دلیل یہ دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد پر آٹھ سال بعد نماز پڑھی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ نماز نہ تھی بلکہ دعا تھی جیسا کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں واضح طور پر لکھا ہے "ای دعا لھم بدعاء صلوٰۃ المیت"۔ شرح صحیح مسلم للنووی ص ۲۵۰ ج ۲ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی۔

ترجمہ: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کیلئے نماز جنازہ والی دعا مانگی"

اسی طرح اس حدیث کی توضیح کرتے ہوئے امام قسطلانی نے کہا۔

"امّا ھٰذہ الصلاۃ فالمراد بھا الدّعاء ولیس المراد بھا صلاۃ الجنازہ المعھودۃ"

المواھب اللدنیہ۔ ج ۴ ص ۳۰۲ المکتب الاسلامی۔ بیروت

"اس صلاۃ سے مراد دعا ہے اور نماز جنازہ مراد نہیں ہے"

علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔ "ویجوز اَن یکون صلی علیھم ای دعا لھم وعلی ھذا یتأول حدیث عقبۃ انہ دعا لھم کما یدعی للمیت بالمغفرۃ والرحمۃ لأنّ الصلاۃ من النبی لامتہ ھی بمعنیٰ الدعا لھم ألا تریٰ قولہ تعالیٰ (وصلّ علیھم ان صلاتک سکن لھم) أن المراد بہ الدعاء لھم......فھٰذا تفسیر حدیث ابن عباس و ابن الزبیر و حدیث عقبہ و أنّ صلوٰۃ فیھا بمعنٰی الدعاء والاستغفار کما دلّ علیہ کتاب اللہ"

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ۳۲۹ ج ۳ دار الکتب العلمیہ بیروت)

"یہ جائز ہے کہ "صلی علیھم" سے مراد "دعا لھم" ہو اور اس بنا پر حدیث عقبہ کی تاویل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی شہداء احد کیلئے جس طرح میت کیلئے مغفرت اور رحمت کی دعا کی جاتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کیلئے

صلوٰۃ بمعنی دعا ہے کیا دیکھتے نہیں ہو اللہ تعالیٰ کا فرمان (اور صلاۃ پڑھیے ان پر بے شک تمہاری صلاۃ ان کیلئے سکون ہے) بے شک اس صلوٰۃ سے مراد دعا ہے ان کیلئے.........پس یہ تفسیر ہے حدیث ابن عباس اور ابن زبیر اور حدیث عقبہ کی اور بے شک صلاۃ یہاں پر دعا اور استغفار کے معنی میں ہے جس طرح کہ کتاب اللہ نے اس پر دلالت کی ہے' اسی طرح علامہ ابن حجر نے بھی نقل فرمایا ہے کہ صلاۃ بمعنی دعا ہے ملاحظہ ہو فتح الباری۔ ج۔۳ ص ۲۶۷۔۲۶۹ دارالسلام ریاض

دوسری بات یہ ہے کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ یہاں صلاۃ سے مراد نماز جنازہ ہے پھر بھی آپ اسکو دلیل نہیں بنا سکتے کیونکہ یہ غائبانہ جنازہ نہیں تھا ورنہ قبروں پر جانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

اس کے بعد مولوی مبشر صاحب نے مصنف عبدالرزاق سے روایت پیش کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھی کا جنازہ غائبانہ پڑھا لیکن یہ روایت ان کو مفید نہیں کیونکہ امام عبدالرزاق کو علامہ ابن حجر عسقلانی نے "طبقات المدلسین ص ۳۴ مکتبہ سلفیہ لاہور" میں تدلیس کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور مذکورہ حدیث کو امام عبدالرزاق نے عنعن سے روایت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ عبدالرزاق عن ابن جریج صلی علی ام کلثوم اخت سودۃ بنت زمعۃ الخ۔ اور یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ مدلس کی معنعن قابل قبول نہیں ہوتی جنازہ صحیح ثابت ہو بھی جائے پھر بھی غیر مقلدین کا موقف ثابت نہیں ہوگا کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کیونکہ آپ کی نگاہ میں ایسی طاقت ہے اگر مقصد نجاشی کی خصوصیت کے لحاظ سے اعتراض کرنا ہے تو پھر ابن قیم نے زادالمعاد میں اسے نجاشی کی ہی خصوصیت سمجھا ہے۔

پھر مولوی مبشر صاحب نے شمس الائمہ سرخسی کی کتاب المبسوط سے عبارت پیش

کی ہے کہ ”جنازہ حقیقی صلوٰۃ نہیں یہ تو محض میت کیلئے دعاواستغفار ہے لہذا اس بناء پر کہتے ہیں کہ حنفی علماء کو غائبانہ جنازہ پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔“

میں کہتا ہوں احناف کے نزدیک بھی نمازہ جنازہ من کل الوجوہ نماز نہیں لیکن اس میں غالب وصف نماز والا ہے۔ بلکہ اس میں کامل نماز کی شرائط کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ امام ابن نجیم مصری نے البحرالرائق شرح کنزالدقائق میں لکھا ہے۔

”واما شرائطها بالنظر الی المصلی فشرائط الصلوٰۃ الکاملة من الطهارة الحقیقه و الحکمیة واستقبال القبلة وستره العورة والنیة“

البحرالرائق ۳۱۵ ج ۲ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

”لیکن نماز جنازہ کی شرائط نمازی کے لحاظ سے تو صلاۃ کاملہ کی شرائط ہیں یعنی طہارۃ حقیقه، طہارۃ حکمیه، استقبال قبلہ، ستر عورۃ اور نیت۔

اورامام بخاری رحمہ الباری نے ”صحیح بخاری۔ ج۔ا۔ص۱۷۶ باب سنۃ الصلوٰۃ علی الجنائز“ میں پندرہ دلیلیں اس بات پر پیش کی ہیں کہ یہ نماز ہے محض دعا نہیں ہے۔ چنانچہ مولوی مبشر صاحب کا نماز جنازہ کو محض دعا قرار دے کر اسے دعا کی طرح غائبانہ پڑھنے سے پہلے امام بخاری کے دلائل کا جواب دینا ہوگا۔

مولوی مبشر صاحب نے منہاج الفتاوی سے مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی کے فتوی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ انہوں نے کہا کہ ہم حنفی المذہب ہیں اور اس پر ہمیں فخر ہے مگر چند مسائل پر ہماری دیانتدارانہ رائے ہے......“

اس عبارت سے خود واضح ہے کہ جن مفتی صاحب کی رائے چند مسائل پر ہی دیانتدارانہ ہو اور باقی مسائل پر غیر دیانتدارانہ ہو تو وہ غیر معتبر مفتی ہیں انکا قول ہمارے خلاف نہیں پیش کیا جا سکتا اس مفتی صاحب نے اپنی فقاہت پر خود ہی جرح کردی ہے اسی لیے پروفیسر ڈاکٹر طاہرالقادری صاحب نے مفتی عبدالقیوم خان کے

اس فتویٰ سے اتفاق نہیں کیا اور اس کا رد ضروری سمجھا۔ اور ماہنامہ منہاج القرآن میں لکھا۔

غائبانہ جنازہ کے بارے میں میری تحقیق اور فتویٰ امام اعظم ابو حنیفہ اور مذہب حنفی کے عین مطابق ہے یعنی میں اسے جائز نہیں سمجھتا۔

ماہنامہ منہاج القرآن جنوری ۲۰۰۱

ہم تو بار بار ثابت کر چکے ہیں کہ یہ نماز ہے لیکن اگر مولوی مبشر صاحب اسکو دعا ہی سمجھتے ہیں۔ اور دعا پر ہی اصرار کرتے ہیں تو دعا زندہ آدمی کیلئے بھی بالکل جائز اور مفید ہوتی ہے۔ لھذا مولوی مبشر صاحب کو چاہیے کہ مفتی عبدالقیوم خان کو بھی ساتھ لے لیں اور کم از کم کسی ایک زندہ شخصیت کا بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھا دیں جس سے انکو زیادہ محبت ہے۔ پھر مولوی مبشر صاحب نے لکھا کہ "جلالی صاحب کو اپنے مفتیان کا تو پاس ولحاظ رکھنا چاہیے" تو کیوں نہیں قبلہ ڈاکٹر جلالی صاحب مفتیان کرام کا ضرور لحاظ رکھتے ہیں مگر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے بلند قامت مفتی کے مقابلے میں ایسے کوتاہ مفتی کا لحاظ نہیں کرتے۔

مولوی مبشر صاحب نے ہانپتے کانپتے ہوئے کچھ صوفیاء کرام کا سہارا لینا چاہا اور لکھا کہ خواجہ نظام الدین اولیاء اور مخدوم جہانیاں جلال الدین بخاری غائبانہ جنازہ کو جائز سمجھتے تھے۔ میں کہتا ہوں صوفیاء کرام ہمارے سروں کے تاج اور اہل سنت و جماعت کا سرمایہ ہیں ہم ان کے زہد و تقویٰ اور تصوف کو سلام عقیدت پیش کرتے ہیں مگر ہر شعبے کا ایک سپیشلسٹ ہوتا ہے تو جس شعبے کا کوئی سپیشلسٹ ہو اس شعبے سے متعلق اسی طرف رجوع کرنا چاہیے دل کے مریض کو ہارٹ سپیشلسٹ کی طرف رجوع کرنا چاہیے نہ کہ ہڈی جوڑ والے سے اور آنکھوں کے معائنہ کیلئے آئی سپیشلسٹ کی

طرف رجوع کرنا چاہیے نہ کہ دندان ساز سے ایسے ہی فقہی مسائل کیلئے فقہاء کرام کی رجوع کیا جائے نحو کا مسئلہ ہو تو نحویوں کی طرف رجوع کیا جائے قرأت کا مسئلہ ہو تو قراأمت سے رجوع کیا جائے۔ علم منطق سے متعلق الجھن ہو تو مناطقہ کی طرف رجوع کیا جائے اور تصوف میں منازل طے کرنے کیلئے صوفیاء کرام کی طرف رجوع کیا جائے اور یہ صرف ہماری رائے ہی نہیں بلکہ حضرت عمر فاروق کا فرمان اس پر دال ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ''ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه خطب الناس فقال من أرا دأن یسألَ عن القرآن فلیأت ابیّ بن کعب و مَنْ أرادأن یسئل عن الحلال و الحرام فلیأت معاذ بن جبل"۔ (المستدرک ۲۰۸۔۴ دارالمعرفت۔ بیروت۔)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا فرمایا جو قرآن کے متعلق پوچھنا چاہے وہ ابی بن کعب کے پاس جائے اور جو حلال وحرام کے بارے میں پوچھنا چاہے وہ معاذ بن جبل کے پاس جائے''

تو پتہ چلا جس شعبہ سے متعلق مسئلہ ہو اس شعبہ کے سپیشلسٹ کی طرف رجوع کرنا چاہیے ورنہ صحابہ کرام سارے ہدایت کے ستارے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ہیں مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تقسیم فرمائی اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات شریف میں اس بات کو واضح فرماتے ہوئے لکھا ہے۔

''اینجا قول امام ابی حنیفہ وامام ابی یوسف وامام محمد معتبر است نہ عملِ ابی بکر شبلی و ابی حسن نوری''۔ (مکتوبات امام ربانی مکتوب ۲۶۶ جلد اول۔ مکتبہ احمدیہ مجددیہ کانسی روڈ کوئٹہ۔ بلوچستان)

''یہاں فقہی مسائل ہیں۔ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول معتبر

ہے نہ کہ ابوبکر شبلی اور ابوحسن نوری کا عمل“

ایسے ہی دوسرے مقام پر فرمایا۔

”وصوفیہ آنچہ بگویند و بکنند مخالف آرائے علماء مجتہدین آنرا تقلید نباید کرد“

(مکتوبات امام ربانی جلد اول مکتوب ۲۷۲ مکتبہ احمد یہ مجد یہ کانسی روڈ کوئٹہ) اور صوفیاء جو کچھ علماء مجتہدین کی آراء کے مخالف کہتے اور کرتے ہیں انکی تقلید نہیں کرنی چاہیے۔ تو پتہ چلا کہ کسی فقہی مسائل میں فقہا کا اعتبار ہے صوفیا حجت نہیں ہیں تو کسی کے استدلال کے مقابلہ میں قبلہ ڈاکٹر صاحب نے محض اپنا نہیں بلکہ امام اعظم کا استدلال پیش کیا ہے۔

مولوی مبشر ربانی نے محض لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کیلئے ایک فہرست تیار کی ہے تا کہ یہ تاثر دیا جاسکے کہ غائبانہ جنازہ پڑھنا جائز ہے لیکن حال یہ ہے کہ حقیقت سے اسکا کوئی واسطہ تک نہیں۔ پہلا شخص جسکا تذکرہ انہوں نے ”البدایہ والنہایہ“ کے حوالہ سے کیا ہے۔ وہ بدرالدین محمد بن ممدوح بن احمد الحنفی ہیں ان کے بارے میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

”وصُلّی علیہ بدمشق صلاۃ الغائب“

البدایۃ والنہایہ۔۱۴۔۵۲۹۔دارالمعرفت بیروت

قارئین ملاحظہ فرمائیے ”صلی علیہ“ کے الفاظ سے واضح ہے کہ مذکورہ قاضی صاحب کا جنازہ پڑھا گیا تو جنکا جنازہ پڑھا جارہا ہے ان کا اس بات میں کیا دخل ہے کہ غائبانہ پڑھا جارہا ہے یا حاضرانہ پڑھا جارہا ہے۔ فاعل تو معلوم ہی نہیں۔ نہ جانے پڑھنے والا کون ہے یا تو یہ بیان کیا جاتا کہ مذکورہ قاضی صاحب نے فلاں فلاں

کا جنازہ غائبانہ پڑھایا ہے۔ لہذا ان کے نزدیک غائبانہ جنازہ جائز ہے۔ جنازہ پڑھنا یہ فعل مذکورہ قاضی صاحب کا ہے ہی نہیں اور پھر جس نے پڑھا ہے وہ معلوم ہی نہیں تو یہ بہتان غائبانہ جنازہ کے جواز کا کس نص کی وجہ سے مذکورہ قاضی صاحب کے سرتھوپہ جارہا ہے کیسی یہ فقاھت ہے اور کیا یہ قوت استدلال ہے قارئین میں نے تو شروع میں ہی کہہ دیا تھا کہ مولوی مبشر نامی کسی شخص نے جواب دینے کی بچگانہ کوشش کی ہے پھر دیکھئے دوسرے نمبر پر انہوں نے قاضی القضاۃ شمس الدین بن الحریری کا تذکرہ کیا ہے "البدایہ والنہایہ" کے حوالہ سے۔ لیکن قارئین کرام بالکل سفید جھوٹ بولا گیا اور سراسر خیانت سے کام لیا گیا ہے۔ "البدایہ والنہایہ" سے مذکورہ قاضی صاحب کے بارے میں عبارت پیش کر رہا ہوں کہ "البدایہ والنہایہ" میں تو انکی وفات کا ذکر ہے جنازے کا ذکر ہی نہیں غائبانہ تو غائبانہ رہا ہے ملاحظہ ہو۔

"توفی رحمه الله یوم السبت رابع جمادیٰ الآخرة و دفن بالقرافة و کان عین لمنصبه القاضی برهان الدین بن عبدالحق فنفذت وصیته بذلك وأرسل الیه الی دمشق فأحضر فباشر الحکم بعده وجمیع جهاته"

البدایہ والنہایہ ۵۵۹۔۱۴ دارالمعرفۃ۔ بیروت

قارئین آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ البدایہ والنھایہ میں مذکورہ قاضی صاحب کے جنازے کا بھی ذکر نہیں ہے چہ جائیکہ غائبانہ ہو۔ لیکن نہ جانے مولوی مبشر صاحب نے اپنے ذہن میں موجود خرافات کو "البدایہ والنھایہ" کا نام دے دیا ورنہ جو "البدایہ والنھایہ" امام ابن کثیر دمشقی کی کتاب ہے اس میں ہرگز اس بات کا ذکر تک نہیں۔

اس کے بعد مولوی مبشر صاحب نے "الکواکب السائرۃ" کے حوالہ سے سولہ آدمیوں کا ذکر کیا ہے۔ مولوی مبشر صاحب کو متقدمین میں سے کوئی ایسا نظر نہیں آیا جو

اس موقف پر ان کی حمایت کرے بالآخر انہوں نے متاخرین سے شیخ نجم الدین محمد بن بدر الدین متوفی ۱۰۶۱ ہجری کی کتاب الکواکب السائرہ باعیان المائۃ العاشرہ کا سہارا لینے کی کوشش کی ہے لیکن بے سود۔

پہلی بات تو یہ ہے جتنے لوگوں کا نام انہوں نے ''الکواکب السائرہ'' کے حوالہ سے ذکر کیا ہے ان تمام کا وصال دسویں صدی ہجری میں ہوا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اتنا تو خود یہ بھی مان چکے ہیں کہ دسویں صدی ہجری سے قبل غائبانہ نماز جنازہ اس طرح نہیں پڑھا گیا ورنہ اس سے پہلے کے بھی حوالہ جات پیش کرتے اور کوئی انہوں نے ایک آدھا پیش کرنے کی کوشش کی وہ بھی قصہ بے سرو پا نکلا۔

دوسری بات یہ ہے کہ دسویں صدی ہجری کے حوالہ سے جتنے انہوں نے نام پیش کیے سارے کے سارے بغیر سند کے پیش کیے جس روات کی سند ہی کوئی نہ ہو اس سے احکامات کب ثابت ہوتے ہیں۔

تیسرے نمبر پر جتنے نام انہوں نے مذکورہ کتاب کے حوالہ سے پیش کیے ہیں ہر ایک کے جنازے کا ذکر صغیہ غائب کے ساتھ ہے۔ سند تو ویسے ہی نہ تھی کم از کم یہ تو پتہ چلتا کہ جنازے پڑھانے والے کون ہیں پھر آگے ان پر جرح کی جاتی کہ انکی حیثیت کیا ہے۔

چوتھے نمبر پر یہ ہے کہ تمام کی نماز جنازہ دمشق میں پڑھی جارہی ہے تو یہ چند کوئی خاص لوگ ہیں جنہوں نے پڑھی اور ہر ایک کی انہوں نے ہی پڑھی اور کسی مقام کا تذکرہ تک نہیں اور جنہوں نے پڑھی ہے ان میں سے کسی ایک بندے کا نام تک معلوم نہیں کہ وہ کون ہے۔

پانچویں نمبر پر یہ ہے مولوی مبشر صاحب تو استدلال ان سے کر رہے ہیں جنکی پڑھی گئی اب ان کا کیا قصور ہے کیا انہوں نے وصیت کی تھی کہ ہمارا جنازہ غائبانہ پڑھا

جائے۔ایسا ایک لفظ بھی موجود نہیں ہے۔تو بے وجہ ہے ان کے اسماء گرامی پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔اگر دھوکہ دہی، غلط بیانی اور خیانت سے ہی کام لینا تھا تو کم از کم یہ تو کہا جاتا کہ ان احباب مذکورہ نے فلاں فلاں کا جنازہ غائبانہ پڑھایا لیکن نہ غائبانہ جنازہ پڑھنے والا کوئی حنفی ملا نہ پڑھانے والا کوئی ملا تو انہوں نے کمال عیاری سے کام لیتے ہوئے "وصلی علیہ" سے سب کچھ ثابت کر دیا۔لھذا اس سے احناف کی طرف سے غائبانہ جنازہ کی حمایت نہیں ہوتی۔اسی طرح انہوں نے حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا نام بھی بڑی حسرت سے ذکر کیا کہ ان کا جنازہ بھی غائبانہ پڑھا گیا لیکن مولوی مبشر صاحب کو اتنا شعور نہیں کہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے خود مرقات میں غائبانہ جنازہ کے ناجائز ہونے پر نہ صرف امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف پیش کیا بلکہ اس موقف پر وارد ہونے والے شبہات کا ازالہ بھی کیا ملاحظہ ہو۔

"وعندابی حنفیه لا یجور لأنه یحتمل ان یکون حاضرالأنه تعالیٰ قادر علیٰ ان یحضره وخصوصیته به علیه الصلوٰة والسلام"۔مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح ۴۔۴۵۔المکتبة الامدایہ۔ملتان۔

"اور امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نزدیک (غائبانہ جنازہ) جائز نہیں کیونکہ یہ احتمال ہے کہ یہ حاضر ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ حضرت نجاشی کے جنازہ کو حاضر کرنے پر قادر ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

اسی طرح یہ اعتراض کہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا جنازہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اگر حاضر مان بھی لیا جائے تو بھی صحابہ کے سامنے میت نہ تھی اس کا جواب دیتے ہوئے۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"قلت هذا الایضرّ فانه یجوزان لایری المقتدی جنازة المیت

الموضوعة بالاتفاق" مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ۴۶۲۔۴ مکتبہ امدادیہ۔ ملتان

"میں کہتا ہوں یہ (صحابہ سے میت کا غائب ہونا) نقصان نہیں دیتا کیونکہ مقتدی کیلئے میت حاضر کا نہ دیکھنا بالاتفاق جائز ہے۔"

حضرت ملا علی قاری نے یہ بھی لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ کسی کا غائبانہ جنازہ نہیں پڑھا حالانکہ بہت زیادہ صحابہ کرام سفروں میں اور غزوات میں فوت ہوئے باوجود اس کے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم بڑی چاہت کے ساتھ ہر فوت ہونے والے صحابی کی نماز جنازہ ادا فرماتے تھے۔ (حوالہ سابقہ)

قارئین حضرت ملا علی قاری کا موقف کتنا واضح ہے لیکن مولوی مبشر صاحب نے انکو بھی غائبانہ جنازہ کے قائلین میں لا کھڑا کیا ہے۔

مولوی مبشر صاحب نے لکھا۔ "شیخ عبدالحق دہلوی حنفی رقمطراز ہیں۔ حرمین شریفین میں ہمیشہ یہ عادت مشہور رہی ہے کہ جب بھی کسی نیک آدمی کے فوت ہونے کی خبر سنتے تو جمع ہو کر غائبانہ جنازہ پڑھتے اور ان کے ساتھ بہت سارے حنفی بھی شریک ہوتے الخ۔

قارئین کرام مولوی مبشر صاحب نے مذکورہ عبارۃ مدارج النبوۃ اور اشعۃ اللمعات کے حوالہ سے پیش کی ہے اور اس میں کتنے جھوٹ بولے ہیں اور کتنی خیانت کی ہے اس بات کا اندازہ اصل عبارت سے ہوگا ملاحظہ ہو۔

الآن در حرمین شریفین زاد ھما اللہ تعظیما و تشریفا متعارف است چوں خبر میرسد کہ فلاں مرد صالح در بلداز بلاد اسلام فوت کردہ است شافعیہ نماز بروی میکنند و بعض حنفیہ نیز

باایشان شریک میشوند الخ مدارج النبوۃ۔۳۷۷/۲

پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے لفظ''الآن''
استعمال فرمایا ہے۔ اس کا معنی ہے''اب'' لیکن مولوی مبشر نے اس کا معنی کیا
ہے''ہمیشہ'' تو لفظ''اب'' اور لفظ''ہمیشہ'' میں زمین اور آسمان جیسا فرق ہے جسکو
مولوی مبشر نے ایک سیکنڈ میں ملا دیا ہے۔ شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ جب یہ کتاب لکھ
رہے ہیں اس وقت کی بات کر رہے ہیں کہ یہ کام اب متعارف ہوا اور مولوی مبشر
صاحب کہتے ہیں کہ ہمیشہ یہ عادت مشہور رہی ہے۔ پھر شیخ علیہ الرحمۃ نے شافعیوں
کے بارے لکھا کہ وہ نماز جنازہ پڑھتے لیکن مولوی مبشر صاحب نے شافعیوں کا نام
بالکل حذف کر دیا کیونکہ شافعیوں کے نزدیک تو شہید کا جنازہ ہی نہیں چہ جائیکہ غائبانہ
ہوتو پھر بزعم خویش شہید کے غائبانہ جنازہ کو شعار بنانے والے اس بات کو کیسے دلیل بنا
سکتے تھے لہذا انہوں نے عبارت سے شوافع کا نام ہی حذف کر دیا اور دوسری طرف
مولوی مبشر صاحب نے لکھا کہ جب بھی خبر پہنچتی تو جمع ہو کر غائبانہ جنازہ پڑھتے
حالانکہ شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ کی پوری عبارت میں یہ لفظ جمع ہو کر نہیں ہیں تو مولوی
مبشر صاحب نے محض بات کا وزن بڑھانے کیلئے اپنی طرف سے پہلے لفظ''چوں'' کا
ترجمہ کیا جب بھی یعنی جب کے ساتھ''بھی'' کا اضافہ کیا اور پھر کہا''جمع ہو کر'' یعنی یہ
تاثر دینا چاہا کہ بڑے اہتمام سے پڑھتے تھے۔ پھر اس کے بعد شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ
علیہ نے لکھا؟؟ بعضی حنفیہ نیز باایشاں شریک میشوند'' یعنی بعض حنفی بھی ان کے ساتھ
شریک ہوتے لیکن اس کا ترجمہ مولوی مبشر نے کیا کہ''بہت سارے حنفی بھی شریک
ہوتے''''تو بعض'' اور''بہت سارے'' میں کتنا بڑا فرق ہے۔ جو بندہ لفظ''الآن'' اور
لفظ''بعض'' کا معنیٰ بھی نہیں جانتا اس بیچارے کو کس نے مشورہ دے دیا کہ وہ علمی
بحثوں میں حصہ لے اور اگر جان بوجھ کر جھوٹ بولا ہے تو لعنۃ اللہ علی الکذبین''

سے ترساں نہیں ہوئے۔

یہ تو مختصر جائزہ پیش کیا ہے مدارج النبوۃ کے حوالہ سے اب ذرا اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ کا موقف ملاحظہ ہو۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ''اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ'' میں حدیث نجاشی کی شرح کرتے ہوئے بڑے واضح الفاظ میں احناف کا موقف پیش کیا جو مولوی مبشر کے پورے طائفہ کے رد میں کافی ووافی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

''وما میگویم که نجاشی نسبت بآنحضرت صلی الله علیه وسلم غائب نبود بلکه برداشته شد سریر وے و آوره شد نزد آنحضرت یاکشف کرده شدو برداشته شد پرده ازوے وروئیت امام کافی است واز آنحضرت درغیر نجاشی مثل معاویةمزنی که در مدینه مرد و آنحضرت به تبوك بود و برزید بن حارثه و جعفر بن ابی طالب که در غزوه موته شهید شدند نیز نماز غائبانه روایت کرده اندو در اسناد آن احادیث سخن است و بر تقدیر صحت مخصوص بحضرت رسالت است صلی الله علیه وسلم والآن در حرمین شریفین زادهما الله تشریفا و تعظیما معتارف است و بعض حنفیه نیز میکنند''

اشعۃ اللمعات ۶۷۷۔۶۷۸۔ اکتب خانہ مجیدیہ ملتان۔

''اور ہم کہتے ہیں کہ نجاشی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت غائب نہیں تھے۔ بلکہ ان کی چارپائی اٹھائی گئی اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لائی گئی یا کشف

کیا گیا اور اس سے پردہ اٹھایا گیا اور امام کا دیکھنا کافی ہے اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت نجاشی کے علاوہ کا بھی نماز غائبانہ روایت ہے۔ جیسے حضرت معاویہ مزنی جو کہ مدینہ شریف میں فوت ہوئے اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں تھے اور زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب جو کہ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔ لیکن ان حدیثوں کی اسناد میں کلام ہے اور بتقدیر صحت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں اور اب حرمین شریفین (اللہ ان کی شرافت وعظمت کو اور بڑھائے)۔ متعارف ہے اور بعض احناف بھی ادا کرتے ہیں۔

قارئین کرام۔ حضرت شیخ علیہ الرحمہ کا موقف کتنا ٹھوس ہے فرما رہے ہیں کہ حضرت نجاشی کا جنازہ غائب نہیں تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یعنی اسکو غائبانہ جنازہ کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ غائبانہ تب کہا جائے جب میت غائب ہو، حضرت شیخ فرماتے ہیں یا تو حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چارپائی اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کر دی گئی یا پھر درمیان سے حجابات اٹھا دیئے گئے۔ بہرحال حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے حاضر تھا لہذا یہ حاضرانہ تھا غائبانہ نہیں تھا۔

باقی اس اعتراض کا جواب بھی ضروری سمجھا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ صحابہ تو دیکھ نہیں رہے تھے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت کافی ہے مقتدی کی رؤیت ضروری ہی نہیں۔

پھر غائبانہ جنازہ کے قائلین جو دیگر دو روایتیں اکثر پیش کرتے ہیں انکا بھی جواب دیا اور فرمایا کہ انکی اسناد میں کلام ہے اور اگر سندیں صحیح تسلیم کر لی جائیں تو بھی غائبانہ جنازہ کے جواز کے قائلین انکو اپنی دلیل نہیں بنا سکتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے کسی اور کیلئے جائز نہیں ہے۔

یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اب آ کر یہ غائبانہ جنازہ حرمین میں

متعارف ہوا ہے اور بعض حنفیہ بھی شریک ہوتے ہیں۔

تو کس طرح مولوی مبشر صاحب نے تمام بحث اور دلائل کو چھپا کر آخری دو جملے پیش کر دیے جس میں حضرت شیخ نے کسی کی بات کی تھی اور رہا ان کا اپنا موقف۔ تو اس کو بالکل اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کی ہے۔

قارئین مزید دیکھئے شیخ عبدالحق محدث علیہ الرحمۃ دہلوی جیسی شخصیت کو اپنی حمایت میں یہ لوگ کس طرح پیش کر سکتے ہیں جنہوں نے مذہب حنفی کو ثابت کرنے کیلئے پوری پوری کتابیں لکھ ڈالی ہیں۔

چنانچہ حضرت شیخ کی معرکۃ الآراء کتاب فتح الرحمٰن فی اثبات مذہب النعمان'' کی اس سلسلہ میں عبارۃ ملاحظہ ہو۔

"ونحن نقول رفع سريره له صلى الله عليه وسلم حتى راٰه بحضرتهِ و كشف له فيكون صلاة من خلفه كا لصلاة على ميت يراه الامام و بحضرته دون المامومين و هذا غير مانع من الاقتداء"

فتح الرحمٰن فی اثبات مذھب النعمان الجزالثالث ص ۱۵۱ المصباح اردو بازار لاہور۔

''اور ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چارپائی کو اٹھایا گیا یہاں تک آقا علیہ الصلاۃ والسلام نے اسکو اپنی بارگاہ میں پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پردہ اٹھایا گیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی نماز ایسی میت کی نماز کی طرح ہوگی جس کو امام دیکھ رہا ہو اور وہ میت اس کے سامنے حاضر ہو سوائے مقتدیوں کے اور یہ اقتداء کے مانع نہیں ہے۔''

پھر اسی کتاب میں حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

"ثم دليل الخصوصية انه لم يصل غائباً الا على هو لاء ومن سوىٰ النجاشي صرّح فيه بانه رفع له و كان المزني منه مع انه قد توفي خلق

منهم رضي الله عنهم غيبا في الاسفار في ارض الحبشة ومن أعزّ الناس عليه كان القراء لم يوثر قط عنه بأنه صلى الله عليه وسلم وكان على الصلوٰة على كل من توفي من أصحابه حريصا حتى قال لايموتن أحدٌ كم الّا اذنتموني به فان صلوٰة عليه رحمة له"

فتح الرحمٰن فی اثبات مذہب النعمان الجزالثالث۔۱۵۲۔۱۵۳المصباح بک لینڈ۔اردو بازارلاہور۔

"پھر دلیل خصوصیت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف انہیں کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی اورنجاشی کے سوا باقی میں صراحت موجود ہے کہ انہیں اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کردیا گیا اورمزنی بھی انہیں میں سے تھے حالانکہ اسکے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم میں سے ایک جماعت فوت ہوئی سفروں میں حبشہ کی سرزمین میں اورلوگوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارے وہ قرأء ہیں (جو بیرمعونہ شہید ہوئے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز ان کی نماز جنازہ ادانہیں کی۔حالانکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہرفوت ہونے والے صحابی کی نماز جنازہ پڑھنے کو بہت پسند فرماتے تھے۔یہاں تک کہ فرمایا تم میں سے کوئی فوت ہوجائے تو مجھے ضروراطلاع دیا کرو کیونکہ میرا اس پرنماز پڑھنا اسکے حق میں رحمت ہے۔"

قارئین آپ نے خوب ملاحظہ فرمایا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے نماز جنازہ غائبانہ کے بارے میں موقف کو اور اس کے ساتھ ساتھ مولوی مبشر صاحب کی دروغ گوئی اور خیانت کو بھی خوب بھانپ لیا ہوگا۔لفظوں کا سہارا لیکر بار بار مولوی مبشر صاحب نے اصغر علی کوثر وڑائچ ڈاکٹر صاحب کے علمی قد کاٹھ اور مقام پر حملے کی جسارت کی ہے اور اصغر وڑائچ کے جہالت آمیز کالم کی بڑی تعریف کی

ہے۔غیر مقلدیت بھی عجیب ہے نہ مانیں تو امام اعظم ابو حنیفہ جیسی شخصیت کا فتویٰ بھی نہ مانیں اور اگر ماننے پہ آجائیں تو اامام اصغر علی کوثر وڑائچ داڑھی منڈے کا معیار فتویٰ بھی مان لیں۔ویسے بھی جو گانٹھ مل جانے پر پنساری بن جانے کے دعویدار ہوں انہیں علم اور علماء کی کیا خبر۔ان کا چنا یوں ہی گھنا باجتا ہے کہ وہ مولانا محمد اشرف آصف جلالی تو کیا صحابہ رضی اللہ عنھم کے علمی مقام کو بھی کراس کرنے کے دعویدار ہیں۔ملاحظہ ہو ان کا پیشوا امام علامہ وحید الزمان لکھتا ہے۔

پھر جو کوئی نیل المرام اور تلخیص یا منطقی اخبار کو خوب یاد کرلے وہ کتاب اور سنت سے بخوبی واقف ہوسکتا ہے۔اور اس کا علم ان صحابہ کے برابر پہنچ جاتا ہے بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے۔

سنن ابن ماجہ شریف علامہ وحید الزمان ۲۵۷۔۲ اسلامی اکادمی ۱۷۔اردو بازار لاہور۔

قارئین جو لوگ دو کتابیں پڑھ کر صحابہ کرام کو کچھ نہیں سمجھتے بلکہ حسد و بغض موروثہ کی وجہ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض کرنے سے باز نہیں رہتے ان سے اور کس کو خیر کی توقع ہوسکتی ہے۔

میں کہتا ہوں۔اصغر علی وڑائچ تو ایک دنیا دار جاہل آدمی ہے اس نے خاک تبصرہ کرنا تھا،نام کے ساتھ علامہ لکھ لینے سے آدمی عالم تھوڑا ہی بن جاتا ہے۔اور عوام الناس تو قبلہ ڈاکٹر صاحب۔کے علمی مقام سے خوب آشنا ہیں اور اللہ کے فضل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت سے قبلہ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت اور علمی وجاہت کا عرب وعجم میں،شرق وغرب میں خوب چرچا ہے لیکن مولوی صاحب کو میرا یہ مشورہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا علمی قد کاٹھ پوچھنا ہے تو مولوی عبدالرشید جلھن سے پوچھیں یا پروفیسر طالب الرحمٰن سے پوچھیں یا صفدر عثمانی وغیرہ سے پوچھیں یا پھر گوجرانوالہ کی وحدت کالونی کے جامعہ نمرہ کے درودیوار سے پوچھیں جنہوں نے وہ

منظر دیکھا کہ پورے پاکستان سے آئے ہوئے وہابی مولویوں نے ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی کے سامنے کیسے گھٹنے ٹیکے اور کس طرح صم بکم عمی“ کا عملی نمونہ پیش کیا۔ وہابی مناظر عبدالرشید جلھمن نے تو کئی بار ٹائیلٹ میں جا کر پناہ لی اور طالب الرحمٰن اور دیگر وہابی مولویوں نے عبدالرشید جلھمن کو سختی سے روک رکھا تھا کہ وہ اپنی شکست لکھ کر نہ دے کیونکہ ایسا کرنے سے پھر انہیں میدان میں اترنا پڑتا تھا جب کہ قبلہ ڈاکٹر صاحب بار بار للکار رہے تھے کہ پہلا مناظر لکھ کر دے کہ میں مناظرہ نہیں کر سکتا تو پھر طالب الرحمٰن وغیرہ سبھی آجائیں اور پھر یہ شرط بھی ختم کر دی گئی تھی مگر طالب الرحمٰن سمیت کوئی بھی دم نہ مار سکا لھذا مولوی مبشر احمد کو ایک بار تنہائی میں بیٹھ کر وہ ڈسک دیکھنی چاہیے تا کہ ہو سکتا ہے عبرت حاصل ہو اور غیر مقلدیت کی ذلت ورسوائی دیکھ کر شائد آنکھیں کھل جائیں۔

قارئین کرام اس سے پہلے بندہ نے مولوی مبشر صاحب کے غائبانہ نماز جنازہ سے متعلق تمام شبہات کا جواب دے دیا ہے اور دلائل و براہین کی روشنی میں واضح کیا ہے کہ غائبانہ جنازہ جائز نہیں ہے۔

اب ذرا مولوی مبشر صاحب کو آئینہ دکھانا چاہتا ہوں کہ خود ان کے اپنے بڑے بڑے جید علماء اور محدثین بھی غائبانہ جنازہ کے قائل نہیں ہیں اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے میں انکی معتبر کتاب ”فتاوی اہلحدیث“ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جس میں ان کے مجتھد العصر اور انکے بہت بڑے محدث حافظ عبداللہ روپڑی نے لکھا ہے کہ بہت اہل حدیث غائبانہ جنازے کے قائل نہیں ہیں۔ ذیل میں فتاوی اہلحدیث میں سے سوال اور جواب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

سوال: نجاشی (رضی اللہ عنہ) کے سوا کسی اور شخص کا بھی جنازہ غائب پڑھا گیا ہے؟ اگر پڑھا گیا ہے تو کس شخص کا کیونکہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں

اور کئی صحابہ (رضی اللہ عنہم) بھی تو دیگر ممالک میں فوت ہوئے تھے تو ان کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا گیا۔

(خیر دین امام مسجد اہلحدیث لوہاراں ریاست مالیر کوٹلہ)

جواب: جنازہ غائب کی بابت بہت اختلاف ہے حنفیہ وغیرہ کے علاوہ بہت اہل حدیث بھی اس کے قائل نہیں۔ نجاشی (رضی اللہ عنہ) کے حدیث کی بابت کہتے ہیں کہ وہ غیر ملک میں فوت ہوا اس کے والی وارث کفار تھے۔ ظاہر یہی ہے کہ وہاں اس کا جنازہ نہیں پڑھا گیا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ مدینہ میں پڑھایا۔ خطابی نے اسکو اختیار کیا ہے اور رویانی نے بھی اسکو پسند کیا ہے۔ ابوداؤد نے اس پر باب باندھا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور محقق مقبلیؒ نے بھی اسکو اختیار کیا ہے اور ایک روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ابن ماجہ، مسند احمد، طیالسی، ابن قانع، طبرانی، ضیا مقدسی میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "انّ اخاکم مات بغیر ارضکم فقوموا فصلّوا علیه"

یعنی تمہارا بھائی غیر زمین مر گیا اٹھو اس کی نماز جنازہ پڑھو۔

اس حدیث میں تمہاری غیر زمین میں مرنے کا ذکر اس طرف اشارہ ہے کہ وہاں اس کا جنازہ نہیں ہوا اس لیے تم پڑھو اور قوموا کی فا بھی اس پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ تفریح کی ہے یعنی غیر ملک میں مرنا یہ اس جنازہ کا سبب اسی بناء پر ہے کہ وہاں جنازہ نہیں ہوا۔ نجاشی کے واقعہ کے تین اور بھی جواب دیئے گئے ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ آپ کیلئے زمین لپیٹی گئی یہاں تک کہ میت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوگئی یہ جواب ابن عربی نے مالکیہ سے نقل کیا ہے مگر اس کا ثبوت کوئی نقل نہیں کیا۔

(۲) دوسرا یہ جواب دیا گیا ہے کہ درمیان سے پردہ اٹھایا گیا یہاں تک کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میت سامنے نظر آ گئی۔ حافظ ابن حجر (علیہ الرحمۃ) نے کہا ہے شاید اس جواب کی بناء ابن عباس (رضی اللہ تعالی عنھما) کی اس روایت پر ہو جو واحدی نے ''اسباب النزول'' میں بلا سند ذکر کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

کشف للنبیّ صلی اللہ علیہ وسلم عن سریر النجاشی حتی راٰہ و صلّٰی علیہ۔

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نجاشی (رضی اللہ عنہ) کی چارپائی سے پردہ دور کیا گیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا اور جنازہ پڑھا۔

ابن حبان نے بھی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

فقاموا و صفّوا خلفه وهم لا یظنون الا انّ جنازته بین یدیه۔

یعنی صحابہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف باندھی اور وہ یہی گمان کرتے تھے کہ جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہے۔

اور ابی عوانہ نے بھی بطریق ابان وغیرہ سے اس نے یحیٰی سے اس قسم کی ایک روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

فصلّینا خلفه و نحن لانریٰ الّا انّ الجنازة قدّامنا۔

یعنی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جنازہ پڑھا اور یہی دیکھتے تھے کہ جنازہ ہمارے سامنے ہے۔

(۳) تیسرا جواب نجاشی کے واقعہ کا یہ دیا جاتا ہے کہ یہ نجاشی کا خاصہ ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ نجاشی رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کا جنازہ نہیں پڑھا۔ حالانکہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنھم مختلف جگہ فوت ہوتے رہے اگر جنازہ غائب عام طور پر جائز ہوتا تو کسی نہ کسی کا ضرور نقل ہوتا۔

فتاویٰ اہلحدیث ج ۲۔ صفحہ ۱۲۱۔۱۲۳ ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا۔ قارئین کرام تم نے دیکھ لیا کہ غائبانہ جنازہ کے بارے اہلسنت و جماعت کا جو موقف ہے وہ کتنا قوی اور واضح ہے کہ مخالف طبقہ کے علماء نہ صرف اسکو تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں بلکہ آگے خود اس کے مبلغ بھی بنے ہوئے ہیں۔

اسی طرح انکے معروف عالم دین ابو عبدالسلام عبدالرؤف بن عبدالحنان نے ''القول المقبول'' میں بڑی لمبی چوڑی بحث کی ہے اور پھر آخر میں خلاصہ اس طرح پیش کیا ہے۔

''حاصل کلام یہ ہے کہ یہی وہ دو واقعات ہیں جن سے اس مسئلے (غائبانہ جنازہ) کیلئے استدلال کیا جاتا ہے جن میں سے معاویہ بن معاویہ والا قصہ تو ویسے ہی ثابت نہیں اگر یہ صحیح ثابت بھی ہو تب بھی اس سے دلیل لینا صحیح نہیں جیسا کہ اوپر تفصیل سے ذکر ہوا۔ رہا نجاشی والا قصہ تو اس کے بارے میں امام خطابی نے جو تفصیل ذکر کی ہے وہی قوی ہے کیونکہ اگر ہر غائب میت کی نماز غائبانہ مشروع ہوتی تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نجاشی کے علاوہ کم از کم کسی ایک کی تو غائبانہ نماز جنازہ ادا کرتے جب کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایسا قطعاً ثابت نہیں۔ حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ اگر میت غائب پر نماز جنازہ جائز ہوتی تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کرتے۔ شرق و غرب میں مسلمان خلفاء اربعہ اور دیگر لوگوں کی بھی یہ نماز پڑھتے لیکن ایسا کرنا کسی سے بھی منقول نہیں۔''

القول المقبول فی شرح و تعلیق صلوٰۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۷ الشارقۃ الامارات العربیہ المتحدہ۔

ایسے ہی ''دارالسلام'' کی چھپی ہوئی ''نماز نبوی'' میں انکے ڈاکٹر شفیق الرحمٰن نے لکھا ہے ''غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے پر نجاشی کے قصہ سے دلیل لی جاتی ہے یہ قصہ صحیح بخاری میں (۱۲۴۵۔۱۳۱۸۔۱۳۲۰۔۱۳۲۷۔۱۳۲۸)۔۔

۱۳۳۴)اور صحیح مسلم (۹۵۱) میں موجود ہے مگر اس سے غائبانہ نماز جنازہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

نماز نبوی صفحہ ۳۹۶ دار السلام ریاض۔ جدہ۔ شارجہ۔ لاہور

آخر میں غیر مقلدین کا مشہور معروف فتاویٰ ''فتاویٰ اصحاب حدیث'' جسکو انکے فضیلۃ الشیخ ابو محمد حافظ عبد الستار الحماد نے تالیف کیا ہے۔ پیش کر رہا ہوں اس میں حافظ عبد الستار الحماد غائبانہ جنازہ پر بحث کرتے ہوئے بڑی مشکل سے جواز کی طرف گئے ہیں لیکن وہ بھی اس انداز سے کہ آج کے غیر مقلدین کیلئے گویا جواز کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ انہوں نے غائبانہ جنازہ کے جواز کو چار شرائط سے مشروط کیا ہے یعنی ان میں سے ایک بھی پائی جائے تو انکے نزدیک بھی جواز نہیں ہوگا۔ اور شرائط ایسی ہیں کہ موجودہ دور میں جو لوگ غائبانہ جنازہ کو اپنا شعار سمجھتے ہیں ان میں وہ چاروں کی چاروں پائی جاتی ہیں۔

چنانچہ وہ شرائط پہلے ملاحظہ ہوں

۱۔ فوت ہونیوالا اچھی شہرت اور سیاسی، مذہبی اور علمی حیثیت کا حامل ہو۔ ہر چھوٹے بڑے کی نماز جنازہ غائبانہ طور پر درست نہیں۔

۲۔ غائبانہ نماز جنازہ کی ادائیگی میں سیاسی یا مالی مفادات وابستہ نہ ہوں۔ صرف اللہ کی رضا جوئی مطلوب ہو۔

۳۔ اس کے لیے اعلانات یا انتظار یا دیگر ذرائع ابلاغ کو استعمال نہ کیا جائے جیسا کہ ہمارے ہاں آج کل رواج کے طور پر کیا جاتا ہے۔

۴۔ وہاں تقاریر یا خطابات کا بھی قطعاً اہتمام نہ ہو، ایسا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے ثابت نہیں ہے۔

فتاویٰ اصحاب حدیث ۱۲۵ مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

پہلی شرط کو تو چھوڑو جہاں خدا سے بخشش کی درخواست کیلئے بھی صاحب حیثیت اور صاحب ثروت ہونا ضروری قرار دیا گیا

دوسری شرط کے لحاظ سے بھی قطعاً غائبانہ جنازہ ان کے اپنے فتوی کے لحاظ سے بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سارا پروگرام ہی سیاست اور جماعت کو چمکانے کی غرض سے اور پھر مالی مفادات کے پیش نظر کیا جاتا ہے اور ایسے اجتماعات میں چندہ اکٹھا کیا جاتا ہے۔

تیسری شرط کا تو بالکل برعکس ہوتا ہے اور اعلانات اور ہر قسم کے ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا جاتا ہے اور پھر کئی دن اس کے اہتمام اور انتظار مین گزارے جاتے ہیں۔ اس بات کی گواہی تو اس فتویٰ میں بھی موجود ہے کہ حافظ عبدالستار نے لکھا کہ ''جیسا کہ ہمارے ہاں آج کل رواج کے طور پر کیا جاتا ہے''

چوتھے نمبر پر ایسے موقع پر بڑے زور و شور سے تقاریر اور خطابات بھی ہوتے ہیں لہذا انکے اپنے ''فتاویٰ اصحاب حدیث'' کی رو سے بھی کسی طرح موجودہ صورتحال میں غائبانہ نماز جنازہ کے جواز کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں تو یہ سارا دھندا کیا ہی اس لیے جاتا ہے کہ اس سے مذکورہ مفادات کا حصول مقصود ہوتا ہے۔ غائبانہ جنازہ کے اجتماع کو اپنے مسلک کی کمپین کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور ورثاء کے زخمی جذبات اور سوگوار کیفیات کو اپنی خواہشات کی تکمیل کا آلہ کار بنایا جاتا ہے۔ ثابت ہوا کہ غیر مقلدین کے اپنے آئمہ اور پیشواؤں کے نزدیک اور انکی اپنے فتاویٰ کی روشنی میں بھی نماز جنازہ غائبانہ جائز نہیں ہے۔

مولوی مبشر صاحب نے نہایت جارحانہ انداز اختیار کیا اور اپنے قلم کو بچھو اور سانپ قرار دینے پر مصر رہے۔ مگر انہیں پتہ ہونا چاہیے ہمارا قلم روحانی طور پر عصاءِ کلیم کی لکڑی کے قبیلے سے ہے جو ان تمام آوارہ سانپوں کو ہڑپ کرنے کی

صلاحیت رکھتا ہے۔ جس کا ایک منظر ان سات اقساط میں پیش کیا۔ جو مجلۃ الدعوہ اور ہفت روزہ غزوہ میں چھپنے والے ایک مضمون کا جواب ہے۔ آئندہ بھی یہ قلم انشاء اللہ تعالیٰ ایسے سانپوں کو نگلتا رہے گا۔

قارئین حضرت ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی کا وہ آرٹیکل بھی پڑھیں جو یہ مارچ کو نوائے وقت میں شائع ہوا مولوی مبشر صاحب نے جس کا جواب دینے کی کوشش کی یا آپ نے اس موضوع پر جو مقالہ رقم کیا اسے پڑھیں۔

آپکا نرم، شبنمی، سنجیدہ علمی اور تحقیقی انداز بھی دیکھیں اور دوسری طرف مولوی مبشر ربانی صاحب کے قلم کی آوارگی کو بھی ملاحظہ کریں۔ بالخصوص اس بلند اخلاق کو دیکھیں جس کا اظہار انہوں نے آخری شعر میں کیا ہے۔ لیکن کوئی بات نہیں حق پرستوں کیلئے ہمیشہ سے یہ اعزاز رہا ہے کہ انہیں حق بیانی کی پاداش میں ایسی گالیوں کا سامنا کرنا پڑا اور انہوں نے اس کی ذرا بھی پروانہ کی۔ مولوی مبشر صاحب اور انکے گروہ کے دیگر سلگنے والوں کو قبلہ ڈاکٹر صاحب کے حوالے سے یہی کہوں گا

هو البحر غُص فيه اذا كان راكدا

علىٰ الدرّ واحذره اذ كان مزيدا

وصول الى المستصعبات بخيله

فلو كان قرن الشمس ماء لاوردا

تمت بالخیر

غائبانہ جنازے والو جواب حاضر ہے

۲۸ مارچ ۲۰۰۸ کو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالی کے آستانے پر ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام تاریخی سیمینار منعقد ہوا جس میں مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی نے غائبانہ نماز جنازہ کے عدم جواز پر انتہائی تحقیقی مقالہ پیش کیا۔ اس سیمینار نے موجودہ بے راہ روی کے خلاف اہم کردار ادا کیا۔ غیر مقلدین کو اس سلسلہ میں بڑی تشویش لاحق ہوئی۔ چنانچہ مرکزی جمعیت اہلحدیث کے ترجمان ہفت روزہ اہلحدیث میں مولانا ڈاکٹر جلالی کے مقالہ کا جواب دینے کی کوشش کی گئی اور بے سروپا باتیں کی گئیں۔ اس پر ڈاکٹر صاحب کے شاگرد اور جامعۃ الحبیب حبیب آباد کے فاضل استاد مولانا محمد اعظم اشرفی نے ہفت روزہ اہلحدیث کے مضمون نگار کے مواخذہ میں یہ تحریر ہمارے سپرد کی جو ھدیہ قارئین کی جا رہی ہے۔

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(جواب حاضر ہے) مولانا محمد اعظم اشرفی

الحمد الله الذی لایشفع عنده الا باذنه ، والصلوٰة والسلام علی من امر بالوقوف عند حدود دینه وعلیٰ اله وصحبه قدر کماله و حسنه اما بعد،

وما اتا کم الرسول فخذوه وما نھا کم عنه فا نتھوا ج الحشر۔

اللہ رب العزت نے اس دین متین کو قائم رکھنے کیلئے اور اسکی حفاظت کے واسطے کچھ نفوس قدسیہ کا انتخاب فرمایا اور اسلام کی صحیح روح پیش کرنے کیلئے ان کی ڈیوٹی لگائی اور دین متین کے مخالفین کی سرکوبی کیلئے محافظین کو ذمہ داری سونپ دی۔

نبی غیب دان مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا

یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین و انتحال المبطلین وتاویل الجاھلین۔ رواہ البیہقی مشکوٰۃ شریف ص36 کتاب العلم

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس علم دین کو ہر پچھلی جماعت میں سے پرہیز گار اٹھاتے رہیں گے جو غلو کرنیوالوں کی تبدیلیاں اور جھوٹوں کی دروغ گوئیاں اور جاہلوں کی ہیر پھیر اس سے دور کرتے رہیں گے۔

نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ غیب کی خبر دی تو یہ یقیناً سچی ثابت ہوئی اور اس چیز کا آج ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ یہ تینوں خرابیاں دین کے دعویدار کریں گے تو اس وقت ان لوگوں کی چوری کا پردہ چاک کرنے والے بھی اس دین کے سچے خادم ہوں گے۔ یقیناً اس فرمان کے اولین مصداق صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں جنہوں نے دین بدلنے والوں کے سرتن سے جدا کیے اور اہل بیت اطہار جنہوں نے اپنے خون سے یزیدیت کی تحریف دین کو پارہ پارہ کیا اور دین کو تبدیلیوں سے بچا کر اللہ کے دربار میں سرخرو ہوئے۔

پھر تابعین اور ائمہ کرام نے اپنے جگر پگھلا کر اس پودے کی آبیاری کی اور باطل

پرستوں کی حیلہ سازی کا خوب رد کیا۔ ایسے ہی یوں آگے سلسلہ چلتا گیا بڑے بڑے جواں مرد اور حریت کے تاجدار اولیاء و صالحین اس میدان میں اترتے رہے اور دین میں فتنہ و فساد ڈالنے والوں کا منہ توڑ جواب دیتے رہے اور غالی لوگوں کی تحریف اور باطل پرستوں کی ہیرا پھیریاں اور جاھلوں کی تاویلات سے منزہ اور مبرہ دین ہم تک پہنچایا۔ الغرض جب ہر دور میں حق اور باطل کا مقابلہ رہا ہے تو اللہ کریم نے اپنے کرم کریمانہ سے جہاں ہر فرعون کیلئے قوت موسیٰ علیہ السلام اور ہر نمرودی گروہ کیلئے ابراہیمی جواں مردی بلکہ ہر یزید کیلئے حسینی کردار کو ضرور معرض وجود میں عروج بخشا تو ایسے ہی اس دور میں جہالت نوش لوگوں کیلئے اور باطل پرستوں کے نوالے چبانے والے خصوصاً اکبر کے فیضی ملاؤں جیسے علماء سوء کو شکنجہ ڈالنے اور انکی بیخ کنی کیلئے ایک مرد حر مفکر اسلام استاذ الاساتذہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب ادام اللہ فیوضہ علینا کو اس میدان کا شہسوار بنایا اور امامت کا تاج قبلہ ڈاکٹر صاحب کے سر سجایا۔ حضور قبلہ استاد گرامی بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے لگائی گئی اس ڈیوٹی کو بڑے احسن انداز میں نبھا رہے ہیں اور جہاں کہیں ابوجہلی قوت اپنی جہالت بکھیرنا چاہتی ہے اسی وقت قبلہ ڈاکٹر صاحب فاروقی عزم کا علم لیکر سرکوبی کیلئے میدان عمل میں اتر پڑتے ہیں اور ہر میدان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے فتح و کامرانی آپکے سر کا تاج بنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپکی نصرت و مدد فرمائے۔

مخالفین نے آپکو بہت آزمایا مگر،

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو میدان مناظرہ میں قوت براھین و دلائل سے

نوازا ہے ایسے ہی تقریر اور خطاب کی شاہراہ پر گامزن فرمایا ہے۔ جب آپ اپنے انداز خطاب کا جوہر دکھاتے ہیں تو آپکی گرج دار آواز ایک عجیب سماں پیدا کردیتی ہے جس سے اہل ذوق کو روحانی سکون ملتا ہے اور اہل نفاق پر برق فلک بن کر برس رہی ہوتی ہے۔ دنیائے مبطلین میں ایسا زلزلہ برپا ہو جاتا ہے گویا کہ حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ کا منظر سامنے آجاتا ہے۔

گوہر یکتا ہے اپنے فن میں لاثانی ہے تو
سادگی میں پر اثر تقریر کا بانی ہے تو

چنانچہ اسی ذمہ داری کے پیش نظر جب قبلہ ڈاکٹر استاذ گرامی صاحب نے دیکھا کہ چند فروعی مسائل کی آڑ میں سادہ لوح مسلمانوں کے گلے سے دین کی رسی نکال کر انہیں غیر مقلد بنایا جارہا ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ اور رفع یدین وغیرہ جیسے فروعی مسائل کو بنیاد بنا کر اپنی گستاخیوں کو چھپا کر اپنے حق بجانب ہونے کا لیبل لگا کر لوگوں کو بدعقیدگی کی طرف دھکیلا جارہا ہے تو آپ نے اس فتنے کا تعاقب ضروری سمجھا کہ فروعی مسائل میں بھی اہل سنت و جماعت کی حقانیت کو واضح کیا جائے اور عامۃ الناس کو نجدیوں کی حیلہ سازیوں سے بچا کر انکے ایمان کو محفوظ کیا جائے۔

اس لیے قبلہ استاذ گرامی نے 8 مارچ 2008ء کو داتا دربار سماع ہال میں ایک غائبانہ جنازہ پر سیمینار منعقد کیا اور غائبانہ جنازہ کی شرعی حیثیت کو واضح کیا۔ بندہ ناچیز راقم الحروف بھی اس سیمینار میں حاضر تھا۔ بندہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر سمجھ کر حلفیہ بیان عرض کرتا ہے کہ سیمینار غائبانہ جنازہ اتنا کامیاب ہوا کہ دور دراز سے قرب و جوار سے آئے ہوئے شرکاء جنہوں نے بھی تعصب سے بالاتر ہو کر سماعت کیا وہ عش عش کر اٹھے اور اتنی تحقیقی اور عالمانہ تقریر کو سامعین ہمہ تن گوش سنتے رہے اور

وقفے وقفے پرداد بھی دیتے رہے۔

الغرض اسکی کامیابی کی لہر ہر طرف دوڑ گئی اور اہل سنت و جماعت حنفیوں کو اللہ تعالٰی نے بڑی خوشیاں عطا فرمائیں کہ ہمارے علماء جب ایک فروعی فقہی مسئلہ پر اتنی گہری دسترس اور اتنا دلائل و براہین سے مضبوط قصر مشید (قلعہ) تعمیر کر سکتے ہیں تو پھر بنیادی مسائل و عقائد پر کتنا علمی دلائل کا انبوہ کثیر رکھتے ہونگے۔ جب قبلہ استاذ گرامی گرج دار آواز سرزمین نجد میں پہنچی تو اسے بھی لرزہ براندام کر دیا اسکی دیواریں گریں تو باطل پرستوں کی حیلہ سازیاں بے پردہ ہوگئیں۔ جب ابلیسی فکر اور غیر مقلدانہ سوچ نے اپنے فتنہ و فساد کو بے نقاب ہوتے ہوئے دیکھا اور سوچا کہ ہماری حیلہ سازی کی بنیاد یہی چند مسائل ہیں اگر انکی حقیقت بھی لوگوں کو معلوم ہوگئی تو پھر اسلام کی رسی گلے سے نکال کر غیر مقلدانہ روش کوئی بھی نہیں اپنائے گا۔

چنانچہ جس چیز کو انہوں نے حصار اور قلعہ سمجھا ہوا تھا وہ ایک ہی دھچکے کیساتھ زمین بوس ہوگئی اور اغیار کا دجل فریب کھل کر سامنے آ گیا۔

اب مکڑیوں کی صورت میں مختلف گرو اور چیلے اٹھے اور انہوں نے اپنی دروغ گوئی اور تحریف والی حرفت کو بروئے کار لاتے ہوئے عنکبوتی جال بننا شروع کیا کہ کسی طریقہ سے اپنے مکر و فریب کو چھپایا جائے اور قبلہ ڈاکٹر صاحب کی تحقیق والے قصر مشید کے سامنے اپنا عنکبوتی گھروندا پیش کیا جائے تو اس سلسلہ میں انہوں نے ایک داڑھی منڈے شخص چوہدری اصغر علی وڑائچ کو اپنا امام بنایا اور اپنی مکاریوں کی ابتداء اس کے سپرد کر دی۔

العیاذ باللہ۔ جس گروہ کا امام ایسا ہو اس کے مقتدی کیسے ہونگے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی اقتداء کو ناجائز کہنے والے اصغر علی وڑائچ کے مقلد بن کر رہ گئے۔

جن کے نزدیک قول صحابی بھی حجت نہیں انہوں نے ایک صحابی کے قول کو حرف آخر سمجھا۔

وڑائچ کی تحریر کا اندازہ لگانا ہو تو اس کا اگلے دن کا اخباری کالم پڑھیں جو اس نے ایک کامل ولی حضرت میاں محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کھڑی شریف کے خلاف لکھا اور اپنے اٹکل پچو کی ظاہر کیں اور من عادی لی ولیاً فقد آذنتہ بالحرب کا مرتکب ہوا۔ گویا کہ گستاخوں نے اپنا چوہدری وڑائچ کو اس لیے امام بنایا کہ یہ مقبولان بارگاہ ایزدی کے خلاف خوب زبان درازی کرتا ہے جو کہ باطل ٹولے کا مشن ہے۔

چونکہ حضرت میاں محمد بخش نے برصغیر میں سب سے پہلے وہابیوں کا تعاقب کیا اور پوری کتاب ھدایۃ المسلمین لکھ کر انکی چوری کا پردہ چاک کیا اس لیے آج تک دنیائے وہابیت کف افسوس مل رہی ہے اور ان کے خلاف ہرزہ سرائی کر رہی ہے اس وجہ سے قبلہ ڈاکٹر صاحب کی مخالفت شروع کر دی اور نا قابل تردید تحقیق پر داد دینے کی بجائے آپکے خلاف بازاری زبان استعمال کرنا شروع کر دی۔ اور مختلف گالیاں دیکر اپنے نفاق کا ثبوت دیا۔

الغرض ایک علم دین سے ناواقف واصول وقواعد سے ناآشنا شخص کیا جانتا ہے کہ تحقیق کیا ہوتی ہے۔ اس لیے اسکی غیر معقول باتوں کو تحقیق کے میدان میں دیوار پر مار دیا جائے گا قبلہ استاد گرامی نے اسکی کوششوں کو ھباء منثورا کر دیا، چوہدری وڑائچ کی تقلید کرتے ہوئے کئی اصحاب جبہ ودستار ولحیہ نے بھی جال بننے کی کوشش کی تاکہ پھر اپنے دجل وفریب کے اوپر پردہ ڈالا جائے اس سلسلے میں مولوی مبشر ربانی نے بھی ایک سعی مذموم کی جسکا جواب مولانا پروفیسر عابد جلالی صاحب نے دیا اور اسکی بولتی بند کر دی۔ پھر ایک مولوی عمران فردوسی نے خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کیا اور دروغ گوئی کا جال بننے کی کوشش کی، ہمیں انتظار تھا کہ کوئی منصف مزاج غیر مقلد محقق اٹھے گا

جس سے مقابلہ کرنے پر ہمارے علماء کو بھی فخر ہوگا لیکن۔ع نکلے صدف کی آنکھ سے موتی مرے ہوئے۔

قبلہ استاد گرامی نے اچھا کیا کہ ہوائی جائی کو خاطر میں نہ لائے اور ہم تلامذہ کو موقع ملا کہ ہم اس مکڑی کا کام تمام کریں، مولوی عمران فردوسی نے وڑائچ کی تقلید میں جو تمھیداًایک اصول بیان کیا ہے کہ اسلام دراصل وہ حکم ہے جس کے دامن میں قرآن وسنت مجتمع اور ہم آہنگ ہیں۔ الخ یعنی قرآن وسنت کے بعد کسی کی کچھ حیثیت نہیں۔ یہی اصل میں غیر مقلدانہ سوچ کا اک کھوکھلا نعرہ ہے کھوکھلا تو اس لیے ہے کہ تقلید سے بے نیاز کوئی نہیں رہ سکتا کیونکہ کسی کو داڑھی منڈے کی تقلید نصیب ہے تو کوئی امام اعظم حبر الامۃ کے قرآن وسنت سے سمجھے ہوئے ماخوذ مسائل کو اپنی زندگی کا حصہ بنائے ہوئے ہے اختصار کے پیش نظر اس سلسلہ میں اتنا ہی عرض کروں گا کہ فردوسی صاحب جو کچھ بھی آپ اپنے خیال میں قرآن وسنت سے سمجھ کر بیان کریں۔ کیا لوگوں کو اسکا ماننا ضروری ہے یا نہیں، اگر نہیں تو پھر وقت ضائع کرنا چھوڑ دیں کوئی اور کام کریں اگر آپ کے سمجھے گئے مسائل کو ماننا لازم ہے اور اسکی اتباع ضروری ہے تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنھم جو تینوں اماموں، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل سے مرتبہ اور علم وتحقیق کے لحاظ سے بڑا ہونے کی وجہ سے امام اعظم کہلاتے ہیں تو پھر ان کی اتباع کو اور اقتدا کو کیوں شرک فی النبوت یا حرام کہا جاتا ہے، قرآن وسنت کا مقابلہ کوئی مسلمان بھی نہ کرتا ہے نہ کرسکتا ہے۔ تو آئمہ کرام کے بارے میں اپنے دل میں بغض و حسد رکھنا بالکل سورج پر تھوکنے کیطرح ہے۔ میں یقین سے عرض کرتا ہوں کہ کوئی بھی عادل مزاج شخص اگر اس نظریہ کے بارے میں غور وفکر کرے گا تو نتیجہ یہی نکالے گا کہ غیر مقلدین یہ چاہتے ہیں کہ آئمہ مجتھدین کی تقلید چھوڑ واور ہماری تقلید شروع کرو ورنہ کوئی بھی امام قرآن وسنت کی مخالفت کا خیال بھی نہیں کرسکتا لہذا امام اعظم نے جو کچھ

غائبانہ جنازہ کے بارے میں قرآن وسنت سے سمجھا ہمارے لیے وہ کافی ہے ہمیں فردوسی صاحب کی تقلید کی کوئی ضرورت نہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک و ہزاروں علماء امت اولیاء کاملین وصالحین رضوان اللہ علیہم غائبانہ جنازہ کے قائل نہیں ہیں تو ان کے سنت کے اس سمجھے ہوئے نظریہ پر ہم بھی قائم ہیں۔

لھذا اوڑانچ صاحب یا فردوسی صاحب کا دعویٰ کرنا کہ یہ صرف ڈاکٹر صاحب کا نظریہ ہے یہ دعویٰ بالکل باطل ٹھہرا۔

فردوسی صاحب کے اعتذاراتِ لغویات کے جوابات دینے سے پہلے میں فردوسی صاحب سے انکے موقف غائبانہ جنازہ پر تعین چاہتا ہوں۔

۱۔ کیا غائبانہ جنازہ آپکے نزدیک فرض ہے یا واجب، سنت ہے یا مستحب یا مباح ہے؟

۲۔ اگر فرض ہے تو فرض کیلئے دلیل قطعی کی ضرورت ہے قرآن وسنت سے دلیل قطعی بیان کریں؟

۳۔ فرض کا منکر کافر ہوتا ہے کیا غائبانہ جنازہ کا منکر بھی کافر ہے؟

۴۔ اگر غائبانہ جنازہ کا منکر کافر ہے تو جن جن کی تکفیر لازم آتی ہے کیا آپ واقعی انکو کافر سمجھتے ہیں؟

۵۔ اگر واجب، سنت، مستحب یا مباح ہے تو پھر حاضرانہ اور غائبانہ کا فرق قرآن و سنت سے بیان کریں کیونکہ حاضرانہ تو فرض ہے تو غائبانہ فرض کیوں نہیں؟

۶۔ حدیث نجاشی کو اس موقف کی بنیاد بنایا گیا ہے تو اس روایت میں صیغہائے امر موجود ہیں، صلوا بخاری رقم الحدیث 1320 استغفروا رقم الحدیث 1327، قوموا رقم الحدیث 3877 امر تو اصل فرضیت کیلئے ہی ہوتا ہے۔

جب تک کہ دلیل خصوص نہ پائی جائے اگر غائبانہ جنازہ فرض نہیں تو دلیل مخصص

کو قرآن وسنت سے بیان کریں؟

۷۔ اگر غائبانہ جنازہ سنت ہے تو امر کے صیغوں کا جواب دینے کیساتھ یہ بھی وضاحت کریں کہ سنت کی اقسام میں سے کون سی قسم ہے۔ سنت مختصہ یا غیر مختصہ، اگر مختصہ ہے تو جھگڑا ختم اگر غیر مختصہ ہے تو اسکی دلیل قرآن وسنت یا صحابہ کرام کے اقوال واعمال سے ثابت کریں۔

۸۔ اگر غائبانہ جنازہ سنت ہے تو ہر عام وخاص کا غائبانہ جنازہ پڑھنا سنت ہے یا صرف خواص کی بصورت اولیٰ دعویٰ بلاَ دلیل اور بصورت ثانی یہ حکم اپنے مورد میں بند ہوگا ورنہ حضرت نجاشی جیسا فرد خاص لاکر دکھائیں؟

۹۔ اصول حدیث کے لحاظ سے اگر راوی کا اپنا عمل حدیث کے خلاف ہو تو وہ حدیث متروک العمل ہوتی ہے حدیث نجاشی کو سات صحابہ کرام نے روایت کیا اور کسی سے بھی اس حدیث پر عمل کرنا ثابت نہیں تو پھر حدیث نجاشی متروک العمل کیوں نہیں؟

۱۰۔ ترک سنت کیوجہ سے راوی مجروح ہو جاتا ہے اور اسکی بیان کردہ احادیث کو چھوڑ دیا جاتا ہے تو کیا غائبانہ جنازہ کے غیر عامل لوگوں کی بیان کردہ احادیث چھوڑی جائیں گی اس جرح میں تو محدثین کرام کی کثیر تعداد آئے گی جن میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ بھی داخل ہیں کیا آپ انکی روایات کو واقعی متروک سمجھتے ہیں۔ کیونکہ آپکے نزدیک سنت کے مقابلہ میں بدعت ہے تو بدعتی کی مرویات کی حیثیت بیان کریں فردوسی صاحب کو اس سلسلے میں البانی صاحب کو ضرور پڑھنا ہوگا۔

۱۱۔ غائبانہ جنازہ کے رواۃ حدیث جتنے بھی ہیں ان میں سے بعض مجتھدین ہیں اکثر مقلد ہیں تقلید شخصی تو آپکے نزدیک شرک فی النبوت ہے یا پھر حرام تو تقلید شخصی کیوجہ سے جو جو نزدشما شرک یا حرام کے مرتکب ہوئے تو ان کی بیان کردہ حدیث کیونکر معتبر ہوسکتی ہے؟ لھذا ذخیرہ احادیث کو چھوڑنا پڑے گا۔

ایسے کئی سوالات جذر اصم کی صورت میں وارد ہو سکتے ہیں گیارہویں شریف کی نسبت سے میں نے فقط انہی پہ اکتفا کیا ہے۔

اگر فردوسی صاحب قرآن وسنت کی روشنی میں انکے جوابات دیدیں تو ابھی سے ہم منتظر رہیں گے کہ فردوسی صاحب مریں تو انکا غائبانہ جنازہ ضرور پڑھیں گے۔

اگر ان سب کا جواب نہ بن سکے تو پھر اس جنازہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ سمجھیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو خاصہ ہو اس پر اور کوئی منع کی دلیل نہ بھی ہو تو امت کیلئے اس پر عمل کرنا جائز نہیں جیسے محدثین کرام نے درجنوں کے لحاظ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص بیان کیے ہیں۔

اگر وہ خاصہ دلیل قطعی سے ثابت ہے تو اس پر عمل کرنا حرام ہوگا جیسے چار سے زائد بیک وقت بیویاں رکھنا یہ ترجی من تشاء الخ سے ثابت

اگر وہ خاصہ دلیل ظنی سے ثابت ہو تو اس پر عمل کرنا مکروہ ہے جیسے غائبانہ جنازہ وغیرہ خصائص کی تفصیل کیلئے خصائص کبریٰ للسیوطی وکشف الغمہ وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

جس ثابت قدمی سے صحابہ وتابعین علیھم الرضوان نے اس خاصہ کو خاصہ ہی رکھا اسی ثابت قدمی پر ہم بھی رہیں گے، فردوسی صاحب اسے ڈاکٹر صاحب کی ضد سمجھیں یا صحابہ کرام علیھم الرضوان کے موقف پر کوہ استقامت سمجھیں کیونکہ ڈاکٹر صاحب کا موقف صحابہ وتابعین کے موقف کے عین مطابق ہے۔ اس لیے مخالفین نے بھی آپ کی تحریر کا معقولی ہونا تسلیم کیا۔

جیسا کہ فردوسی صاحب نے لکھا کہ انکا مضمون سراسر عقلی دلائل پر مبنی ہے۔ اور خود فردوسی صاحب نے عقلی دلائل کو بجائے ماننے کے غیر ذوی العقول کی طرح غیر معقول اعتذارات شروع کردیے۔ اور اپنے مضمون میں اعتذار اول دوم کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب کا رد کرنا چاہا تو میں اسی ترتیب سے جواب دیتا ہوں۔

اعتذار اوّل

استاذ گرامی قبلہ ڈاکٹر صاحب کا بیان

غسل وکفن دفن میت کی موجودگی میں ہوتا ہے اسی طرح نماز جنازہ بھی میت کی موجودگی میں ہوتا ہے۔

تبصرۂ فردوسی: یہ محض جلالی صاحب کا اپنا گمان ہے۔الخ

فردوسی صاحب کے تبصرے کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

فردوسی صاحب شروع میں ہی حواس باختہ ہو گئے اور عقل کو چھٹی دیدی اگر اپنے ہوش وحواس بحال کر کے سوچیں یا کسی عام آدمی ہی سے پوچھ لیں کہ کیا غسل وکفن دفن میت کی موجودگی میں نہیں ہوتا اس کو محض جلالی صاحب کا گمان کہنا بعید از عقل نہیں تو اور کیا ہے، کیا غیر مقلدین غسل میت وکفن دفن وغیرہ میت کی عدم موجودگی میں کرتے ہیں (یہ تو مقدمات مسلمہ ہیں) یا شیعوں کیطرح تابوت بنا کر سب کچھ اسی کیساتھ کرتے ہیں۔اس کے بعد فردوسی صاحب نے قبر پر نماز پڑھنے سے استدلال کیا لیکن حالت سکر میں لکھ دیا کہ میت سامنے موجود نہ تھی۔

قارئین کرام: قبلہ ڈاکٹر صاحب نے یہاں (ص۔50) یہ فرمایا تھا کہ یہ تو ہماری دلیل ہے اگر غائبانہ جنازہ جائز ہوتا تو پھر قبر پر جانے کی کیا ضرورت تھی، جہاں آپ تشریف فرما تھے وہیں پڑھ لیتے قبر کے سامنے ہاتھ باندھنے میں تو زیادہ خطرہ تھا جس طرح کہ آج فردوسی صاحب مسلمانوں کو مشرک قرار دے کر اپنی عاقبت تباہ کر رہے ہیں۔کیا فردوسی صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ میت بے پردہ سامنے ہو تو پھر وجود میت ہوگا ورنہ نہیں۔لہذا جسطرح کفن کا پردہ آجانے کیوجہ سے میت موجود ہوتی ہے تو پھر قبر کی چھت کیوجہ سے بھی وجود میت ہوگا۔

اسکے بعد فردوسی صاحب بالکل اپنی علمی قابلیت چمکاتے چمکاتے گڑھے میں جا گرے اور نماز جنازہ و دعا میں اتحاد ثابت کرنا شروع کر دیا۔

حالانکہ قبلہ استاذ گرامی نے اپنے بیان اور مقالہ کے شروع میں ہی نماز اور دعا کا فرق ۱۲ وجوہات سے بیان کیا۔

نماز کیلئے طہارت ثوب و بدن، استقبال قبلہ، وقت کا تعین وغیرہ ضروری ہیں جبکہ دعا کیلئے یہ ساری چیزیں ضروری نہیں۔

ان سب کا کوئی جواب فردوسی صاحب نہیں دے سکے

اس بات میں کسی کو شک نہیں کہ نماز جنازہ بھی دعا پر مشتمل ہے۔ مگر دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ہر دعا نماز جنازہ بھی ہے۔

اگر ہر دعا نماز جنازہ بھی ہے تو پھر عموم الموضوع سے استدلال درست ہے کہ دعا غائبانہ جائز ہے تو جنازہ بھی غائبانہ جائز ہوگا۔

حالانکہ حدیث شریف اور عربی گرائمر سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہر دعا عبادت نہیں ۔حدیث رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الدعا ھوالعبادہ ۔ مشکوٰۃ (صفحہ ۱۹۴ کتاب الدعوات)۔ ترجمہ دعا عبادت ہی ہے۔

عربی گرائمر کی رو سے دیکھیں تو علامہ تفتازانی مختصر المعانی میں فرماتے ہیں کہ جب مسند اور مسند الیہ کے درمیان ضمیر فصل آجائے تو پھر مسند کا مسند الیہ میں حصر ہوتا ہے۔

مختصر المعانی (ص۔۹۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ)

مفہوم حدیث یہ ہوا کہ عبادت دعا ضرور ہے مگر ہر دعا اور پکار عبادت نہیں۔ کاش کہ فردوسی صاحب کچھ وقت قرآن و حدیث کی خاطر گرائمر پر لگا لیتے تو یہ طریقہ تو استعمال نہ کرتے۔

فردوسی صاحب ایسی باتیں جو بدیہی ہیں کسی آدمی سے پوچھ لیتے کہ کیا ہر دعا نماز

جنازہ بھی ہے تو ہر ذی عقل یہی جواب دیتا ہے کہ بھائی ہر دعا نماز جنازہ نہیں ہوتی دعا تو ہر حاضر و غائب کیلئے مانگی جاسکتی ہے۔ مگر نماز جنازہ کسی غائب کی نہیں پڑھی جاسکتی۔

اس سلسلہ میں فردوسی صاحب نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ایک قول بلا سند ذکر کیا کہ غائب کیلئے دعا ہوسکتی ہے تو نماز جنازہ بھی ہوسکتی ہے۔

جوابات: ا۔ پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہ قول بلا سند ہے اس سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی کیونکہ اصول حدیث کی اکثر کتب میں ہے الاسناد من الدین لولا الاسناد لقال من شاءَ ماشاءَ: اسناد دین کا حصہ ہے اگر اسناد نہ ہوتا تو جو کچھ کوئی کہنا چاہتا کہہ دیتا نوٹ: اصول حدیث کے مطابق شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کافر بھی روایت کرے تو معتبر ہوگی۔ الکفایہ فی علم الروایہ از خطیب بغدادی۔

۲۔ امام شافعی کیطرف منسوب قول میں غائبانہ جنازہ کا ذکر نہیں بلکہ دعا کا ذکر ہے۔ انہوں نے کہا فکیف لا یدعی لہ وھو غائب کہ میت کیلئے غائبانہ دعا مانگی جائے۔ جسطرح اس کے حاضر ہوتے وقت مانگی جاتی تھی۔ ۳۔ اگر بالفرض یہ امام شافعی کا قول ہو بھی سہی اور جنازہ مراد ہو تو کیا ہم امام شافعی کے مقلد ہیں کہ انکی باتوں میں ہم انکی تقلید کریں؟

فردوسی صاحب! مفکر اسلام ڈاکٹر صاحب کا مقالہ ایک دفعہ ضرور پڑھیں بعد میں کوئی بات ہو تو ہم حاضر ہیں۔

اعتذار ثانی

قبلہ مفکر اسلام استاذ گرامی کا بیان!

جنازہ فوت شدہ جسم کو کہا جاتا ہے۔ جب وہ ہی موجود نہیں تو اس کی نماز کا تصور ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب میت حاضر ہو تب نماز جنازہ درست ہے وگرنہ نہیں۔

فردوسی صاحب کا تبصرہ

ایک طرف تو یہ ہے کہ فوت شدہ کیلئے نفل پڑھے جائیں اور ان کیلئے فاتحہ خوانی قرآن کے سیپارے وقف کیے جائیں اس وقت غائب کیطرف سے دعا کرنا درست۔ الخ

تبصرۂ فردوسی کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

قبلہ استاذ گرامی کے زور استدلال نے فردوسی صاحب کو اتنا مخبوط الحواس بنا دیا کہ ابھی تک نہ سنبھل سکے۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کا جواب تو نہ بن سکا لیکن اپنے بچپن کا ثبوت دیتے رہے۔ کیا جنازہ فوت شدہ جسم کو نہیں کہا جاتا۔

ملاحظہ ہو لغت کی مشہور کتاب القاموس (ص۔328)

الجنازة ا لميت و بالفتح السرير او عكسه

اسکو تو فردوسی صاحب نے چھیڑا ہی نہیں پھر وہی دعا والی رٹ لگانا شروع کر دی۔

قارئین کرام: ذرا انصاف کی نظر سے دیکھیں کہ کتنا فرق ہے فاتحہ خوانی، ایصال ثواب اور نماز جنازہ میں، نماز جنازہ میں میت کو سامنے رکھ کر اس کے اعزاز واکرام میں دست بستہ کھڑے ہو کر اللہ کی بندگی کی جاتی ہے۔

مگر دعا یا فاتحہ خوانی وغیرہ اسکی روح کو ایصال ثواب ہے۔ یہ کہیں بھی ہو سکتا ہے اسکے لیے میت کے سامنے دست بستہ کھڑے ہونا کوئی ضروری نہیں ورنہ ھاتو ابرھانکم ان کنتم صدقین اسکے بعد فردوسی صاحب نے کہا کہ یاد رکھیے نماز جنازہ کیلئے میت کا سامنے موجود ہونا انکی اپنی قید ہے۔ الخ

فردوسی صاحب کچھ سوچ کر بات کریں، کیا یہ انکی اپنی قید ہے یا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ وتابعین رضی اللہ عنھم کا دائمی عمل ہے۔

فردوسی میاں نے یہاں ایک عجیب دعویٰ کر دیا کہ احادیث میں صراحت ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ جنازہ پڑھائی جبکہ سامنے میت موجود نہ تھی۔

اس کھو کھلے دعویٰ پر میں اتنا ہی عرض کروں گا کہ فردوسی صاحب اگر اپنی ساری قوم کو قبروں سے اٹھا کر لے آئیں تو ایک صریح حدیث لا کر اپنے دعویٰ کو ثابت نہیں کر سکیں گے۔ فردوسی صاحب نے کئی اوراق سیاہ کر دیے مگر ایک حدیث بھی ذکر نہ کر سکے جس میں غائبانہ جنازہ کے الفاظ موجود ہوں۔ وضاحت آگے آ رہی ہے۔

اعتذار ثالث

قبلہ محترم شیر اہل سنت کا بیان!

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیں صحابہ انصار و مہاجرین میں کئی صحابہ کرام دور دراز علاقوں میں جنگوں میں شہید ہوتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ مدینہ شریف میں نہیں پڑھائی اور ایسے ہی خلفاء کے دور میں بھی ہوا۔

مولوی فردوسی کا تبصرہ

جلالی صاحب کہتے ہیں کہ شہید کا جنازہ نہیں پڑھا گیا جبکہ شہداء احد کا بخاری میں ہے (ملخصاً)

فردوسی تبصرہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

یہاں فردوسی صاحب نے علمی نفاق کا ثبوت دیتے ہوئے قبلہ استاد گرامی کو گالی دے دی اور خود جہالت کا لاوا اگل دیا۔ فردوسی صاحب ذرا ہوش میں آ کر جلالی صاحب کے بیان کو دوبارہ پڑھیں کہ کیا قبلہ جلالی صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ شہید کا جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ کذب بیانی سے اپنی عاقبت کو کیوں تباہ کرنے کے درپے ہوئے حالانکہ قبلہ استاذ گرامی نے فرمایا ہے کہ کئی صحابہ دور دراز شہروں اور جنگوں میں شہید

ہوتے رہے مگر مدینہ شریف میں انکی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی اگر پڑھی گئی ہے تو حدیث پاک سے ثابت کریں

احد والوں کے بارے میں جو صلوٰۃ والی حدیث لکھی ہے اس میں کہیں غائبانہ یا دور دراز کا ذکر نہیں بلکہ یہ حدیث تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شہداء کی ملاقات ثابت کر رہی ہے کیونکہ اسے الوداع کہا جاتا ہے جو پاس موجود ہو غائب کو الوداع کہنے کیلئے تو خط وغیرہ کا سہارا لیا جاتا ہے جس کا یہاں کوئی ذکر نہیں ہے تو پھر آپ غائبانہ جنازہ ثابت کریں۔ اس کے بعد فردوسی صاحب نے دو روایات پیش کیں اور انتہائی خیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قینچی چلائی اور حدیث پاک کو قطع برید کر کے اپنا مطلب ثابت کرنے کی کوشش کی فردوسی صاحب اگر دونوں بیان کردہ روایات میں غائبانہ کا ذکر دکھا دیں تو میں ابھی سارے مردہ وہابیوں کی نمازِ جنازہ غائبانہ ادا کروں گا۔

تلخیص الحبیر والی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ ان الصحابة صلوا علی ید عبدالرحمن بن عتاب بن اسید تلخیص الجبیر (ص۔۱۴۴) عن جابر ان عمر صلی علی عظام بالشام مصنف ابن ابی شبیه (ص۔۱۴۱ جلد۔۳)

۱۔ اس میں میت کی اعضاء پر صلوٰۃ پڑھنے کا ذکر ہے

۲۔ اس کی سند ذکر نہیں کی اور نہ ہی صحت، جسکی پابندی ہم پہ لگاتے ہیں خود عمل کیوں نہیں کیا؟

۳۔ اس میں لفظ صلوٰۃ سے غائبانہ جنازہ مراد لینا بھی دعویٰ بلا دلیل ہے کیونکہ صف بنانے امامت کروانے کا ذکر نہیں لہذا اس سے مراد دعا ہے۔

۴۔ اگر بالفرض جنازہ بھی ہو تو پھر غائبانہ کا دعویٰ کہاں سے لیا۔ کیونکہ اعضائے میت پر بعض صورتوں میں صلوٰۃ جائز ہے جیسا کہ کتب فقہ میں اسکی تصریح موجود ہے اگر غائبانہ ہوتا تو اعضاء کو سامنے رکھنے کی ضرورت کیا تھی۔

صلوٰۃ علی قتلی احد پرامام سیوطی شافعی، امام نووی وغیرہ نے اجماع نقل کیا ہے کہ یہاں صلوٰۃ بمعنی دعا ہے نہ کہ غائبانہ جنازہ، شرح مھذب للنووی فرع فی مذاھب العلماء فی غسل الشھید تو وہاں نماز جنازہ مراد لینا تحکم ہوگا یا دھاندلی ہوگی اور دعوٰی بلا دلیل ہوگا۔ پھر فردوسی صاحب نے یہ کہا ہے کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھا گیا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ غائبانہ جنازہ سرے سے جائز نہیں۔

تو اس کے جواب میں میں فردوسی صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا فردوسی صاحب میں سنت پر عمل کرنے کا زیادہ جذبہ ہے یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں، کیا وہ سنت کے زیادہ پابند تھے یا آپ اگر آپ زیادہ سنت کے پابند ہیں تو پھر صحابہ کے نام پر چندے کھانا بند کردو اور اپنے نام پر کھاؤ اگر صحابہ زیادہ پابند تھے تو پھر انکی پابندیٔ سنت کو تم بھی قائم رکھو اور غائبانہ جنازے پڑھنا بند کردو،

اعتذار رابع

مناظر اسلام قبلہ استاد گرامی کا بیان

اگر کوئی کہے کہ پڑھا نہیں تو روکا بھی نہیں۔ میں کہتا ہوں روکنا تو تب مقصود ہوسکتا تھا جب کوئی غائبانہ جنازہ پڑھنے لگتا۔

فردوسی تبصرہ

اس میں جلالی صاحب نے اپنے پاس سے اصول وضع کیا۔ الخ

فردوسی تبصرہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

فردوسی نے اگر یہ سمجھا کہ ڈاکٹر صاحب کا اپنا وضع کردہ اصول ہے تو پھر اس پر ڈاکٹر صاحب کو داد دیتے ہیں کیونکہ قرآن وحدیث کو پیش نظر رکھ کے اصول وضع کرنا یہ کسی ریڑھی لگانے والے برائے نام اہلحدیث کا کام نہیں یہ علماء کا علمی مقام ہوتا ہے

جسے بروئے کار لاتے ہوئے وہ قانون یا اصول وضع کرتے ہیں۔

جیسا کہ محدثین کرام علیہم الرضوان نے اصول حدیث اپنی طرف سے وضع کیے تو وہ داد کے حق دار ٹھہرے اور اگر انہیں کے رستے پہ چلتے ہوئے قبلہ مفتی ڈاکٹر صاحب ایسا کردیں تو یہ بھی اللہ کا انعام ہے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء آپکو دیدہ کوری کا کیا فائدہ۔

فردوسی صاحب یہاں تجاہل عارفانہ کررہے ہیں کہ یہ بناوٹی اصول ہے حالانکہ یہ تو ایک حقیقت ہے کہ کسی کو روکنے کی اصل یہی ہے کہ پہلے کوئی ایک کام کررہا ہو تو اسے منع کردینا اگرچہ بعض اوقات کسی کے مستقبل کا علم یا ظن ہوتا ہے تو احتیاطاً اسے اس کام سے روک دیا جاتا ہے۔

جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ایسے افعال سے بھی روکا جس کا کسی نے ارتکاب نہیں کیا تھا چونکہ آپ کو امت کا مستقبل معلوم تھا کہ بعد میں لوگ اس کا ارتکاب کریں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے منع فرمادیا۔

اس کی متعدد مثالیں کتب احادیث میں موجود ہیں اگر اس اصول کو نہ مانا جائے تو ہر بے عمل کہہ سکتا ہے کہ مجھے بد عملی سے روکنے سے پہلے یہ دکھاؤ کہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے منع کیا ہے۔ مثلاً داڑھی کٹوانے والا اور ایک فیشنی فرنچ کٹ داڑھی رکھنے والا دعویٰ کرے کہ مجھے دکھاؤ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کوئی داڑھی کٹا آیا ہو اور آپ نے اسے داڑھی کٹانے سے منع فرمایا ہو۔

ایسا صریح مضمون حدیث پاک میں ملنا ناممکن ہے بلکہ حدیث کے عمومی صیغے جو واعفو االلحیٰ وغیرہ کے ہیں ان سے جواب دیا جائیگا۔

اس کے بعد فردوسی صاحب نے قبلہ ڈاکٹر صاحب کے دو جملوں میں تعارض ثابت کرنے کی کوشش کی اور اپنی غلط فہمی کا ثبوت بھی فراہم کیا، ڈاکٹر صاحب کا قانون!

ہاں یہ قانون ذہن میں رکھا جائے گا کہ صحابہ سے کسی چیز کا ثابت نہ ہونا اس کے

منع کی دلیل نہیں ہے۔

میرے بھائی خدا تجھے عقل دے اس میں یہاں ڈاکٹر صاحب نے دو اصولوں کا ذکر کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ تو اس پر صحابہ کرام کا عمل نہ کرنا بھی اس کے خاصہ ہونیکی اور قابل عمل نہ ہونیکی دلیل ہے جیسے بغیر خوف وسفر کے جمع بین الصلا تین کرنا اس پر نہ کسی صحابی کا عمل ہے اور نہ ہی آج کسی وہابی کا (ترمذی شریف۔ص۔۴۷)

ایک وہ فعل جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ نہیں لیکن آپ کا قول مبارک ہے تو اگر کسی صحابی نے اس پر عمل نہ بھی کیا تو وہ بھی منع کی دلیل نہیں ہے جیسے مشکوٰۃ شریف باب اجابۃ المؤذن، مسلم شریف میں ہے۔ اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل مایقول ثم صلوا علی جب تم مؤذن کو سنو تو تم بھی اس طرح کہو جیسے مؤذن کہتا ہے پھر تم مجھ پر درود پڑھو۔

بالفرض کسی صحابی کا اس پر عمل نہیں تو چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا آپ کا خاصہ نہیں لھذا عدمِ عملِ صحابی دلیلِ منع نہیں ہوگا۔

دوسری بات ایک ہوتا ہے وجود شے اور ایک ہوتا ہے ثبوت شے دونوں میں استلزام نہیں ہے کیونکہ کسی انفرادی فعل کا عدم ثبوت عدم وجود کو مستلزم نہیں اس لیے عدم ثبوت کے باوجود وجود شے کا امکان باقی ہوتا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ انفرادی طور پر درود پڑھا گیا ہو مگر ثابت نہ ہونا عدم وجود کی دلیل نہیں ہے لیکن چونکہ نماز جنازہ عرفاً کوئی انفرادی فعل نہیں بلکہ اجتماعی ہے پھر خلفاء راشدین اور کبار صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نماز جنازہ اگر غائبانہ ہوتی تو اس کا عدم ثبوت اور ڈھکا چھپا رہنا ناممکن ہے اس لیے اسکو منع کی دلیل بنایا جائے گا۔ امید ہے فردوسی صاحب اگر غور کریں گے تو انکی غلط فہمی کا تدارک ہوجائیگا۔

اعتذار خامس

امام المناظرین قبلہ استاد گرامی کا بیان!

کسی کام کے کرنے کا شریعت میں حکم بھی ہو اور اس کا شدید تقاضا بھی ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کام کرتے دیکھا بھی ہو لیکن اسکے باوجود صحابہ کرام عمل میں نہ لائیں تو یہ منع کی دلیل ہوگی۔ ملخصاً

فردوسی صاحب کا تبصرہ!

جناب جلالی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ کیا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کا شریعت میں حکم ہے؟ نہیں یہ حکم نہیں بلکہ فعلاً نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

تبصرہ غیر معقولہ عقل و خرد کے آئینے میں!

قبلہ استاذ گرامی کے نشتر تحقیق نے فردوسی صاحب کے علمی جگر کو پارہ پارہ کر دیا کہ اصل اپنے موقف پر جو حدیث دلیل بنا کر لانا چاہتے تھے وہ بھول گئے۔ حدیث نجاشی کو تم نے دلیل بنانا تھا تو اس کے اندر جو امر کے صیغے، صلوا= قوموا= استغفروا= یہ حکم نہیں تو اور کیا ہے۔ کم از کم اس ایک حدیث کو تو فردوسی صاحب ذہن میں رکھیں، ہمارے نزدیک تو غائبانہ جنازہ نہ حکماً ثابت ہے نہ فعلاً کیونکہ کسی حدیث میں غائب کے الفاظ موجود نہیں۔

فردوسی صاحب نے خواہ مخواہ بات کو طول دینے کیلئے پھر معمولات صحابہ والی بحث کو چھیڑ دیا اور بچی اٹھا کر نماز پڑھنے والی حدیث کو عدم محل میں پیش کر کے اپنی جہالت کا ثبوت دیا۔

ا۔ حالانکہ بچی اٹھا کر قصداً اور متعدد باریوں نماز پڑھنا یہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے تو اس کو غائبانہ کے خاصہ نہ ہونے میں دلیل بنا کر پیش کرنا مصادرۃ

علی المطلوب ہے۔

۲۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں ان حرکات سے منع فرمایا جو نماز کا حصہ نہیں اور اسکنوا فی الصلوٰۃ حکم موجود ہے مسلم شریف۔ (ص۔181) اور خشو و خضوع کا تقاضا بھی یہی ہے اور متعدد روایات حرکت فی الصلوٰۃ سے منع پر دلالت بھی کرتی ہیں اس لیے یہ صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہوگا۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خضوع و خشوع میں بچی اٹھانے سے فرق نہیں پڑتا اس لیے آپ نے یہ فعل کیا اور صحابہ کرام نے نہیں کیا تو اس وجہ پر کہ یہ خاصہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے۔ اس کے بعد فردوسی صاحب نے احادیث و آثار سے لاعلمی کی بنیاد پر کہہ دیا کہ صحابہ نے قبر پر جنازہ نہیں پڑھا تو یہ منع کی دلیل نہیں۔ حالانکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں اس موضوع پر پورا باب بنا کر صحابہ و تابعین کا قبر پر جنازہ پڑھنے کو ثابت کیا ہے۔ (ص۔43/3)

اس کے بعد فردوسی صاحب نے ایک عجیب روش اختیار کی اور رنگ لگا کر شہیدوں کی صف میں گھسنے کی کوشش کی۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
خود آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

تقلید کرنیکی وجہ سے جنکو مشرک کہا تھا جب کوئی چارہ نہ رہا تو انہی کے دروازے پر بھیک مانگنے کیلئے چلے گئے اب کبھی ابن حجر علیہ الرحمۃ کے دروازے پر جھولی پھیلاتے ہیں کبھی حنابلہ کے قدموں کی خاک چہرے پہ ملتے ہیں۔

جب ہر طرف سے دھکے ملیں تو پھر مقلدین کے دروازے پر آگرتے ہیں اس سلسلے میں میں فردوسی صاحب سے عرض کروں گا کہ ان حضرات کے اقوال پیش کرنے میں آپ کی غرض کیا ہے اپنے عمل پر حجت پیش کرنا یا ہمارا رد کرنا۔

ا۔لیکن ان اقوال کونقل کرنے میں تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ غیر نبی کے اقوال و اعمال کو حجت ماننے کیلئے آپکا ٹولہ تیار نہیں ملاحظہ ہو۔

عرف الجادی من جنان ھدی الھادی۔ میں نواب صدیق حسن نے کہا ہے۔ در اصل مقرر شدہ کہ قول صحابی حجت نیست (ص۔ 101) پکا اصول ہے کہ صحابی کا فرمان حجت ودلیل نہیں ہے۔

تو جنکے نزدیک قول صحابی حجت نہیں تو وہ ابن حجر علیہ الرحمۃ کے گداگر کیوں بنے؟

۲۔اور ہمارے خلاف ان اقوال کو پیش کرنا بھی حماقت ہے کیونکہ ہم ابن حجر کے فقہ میں مقلد نہیں ہیں بلکہ امام الائمہ سراج الامۃ کشف الغمہ امام اعظم ابوحنیفہ کے مقلد ہیں۔لہذا ابن حجر کے اقوال فقھیہ ہمارے نزدیک حجت نہیں۔

حضرت نجاشی کی نماز جنازہ:

فردوسی صاحب نے یہاں حدیث نجاشی کو ذکر کیا اور اس پر قبلہ ڈاکٹر صاحب کی بیان کردہ وضاحتیں بڑی آسانی سے ہضم کر گئے۔ حدیث نجاشی کو متعدد کتب حدیث میں بیان کیا گیا ہے لیکن کسی حدیث میں یہ نہیں کہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے غائب تھا لہذا اسے اپنے موقف کی دلیل بنانا اور مبارکپوری وقاضی شوکانی جیسے اپنے آباؤ اجداد کو ہمارے خلاف حجت بنانا یہ سفید دھاندلی ہے۔

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو دیکھو جو کہ ایک مقلد ہیں اور اپنے امام کی تقلید کہنے میں جو کچھ استدلال کیے انہیں دیکھ کر فردوسی صاحب کی رال ٹپکنے لگی اور اسے لکھنے پر مجبور ہو گئے اور یہ نہ سوچا کہ ابن حجر تو عقائد کے لحاظ سے پکے سچے سنی ہیں اور فتح الباری میں درجنوں مقامات پر جب وہابی نظریات کا رد کیا تو اس وقت فردوسی صاحب کے ایک گروہ نے ان کا رد کیا اور انکے نظریات کو غلط قرار دیا یعنی اپنے مطلب

کی بات مان لی جو کہ ایک فروعی مسئلہ میں مقلد کی تھی مگر عقائد ونظریات والی باتوں کو چھوڑ دیا ملاحظہ ہو۔

حاشیہ فتح الباری مولوی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

این چہ بو العجمی است۔ اگر ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو دلیل بنانا ہے تو پہلے مقلّد بننا پڑے گا۔

اعتذار سادس

شیخ الحدیث قبلہ استاد گرامی کا بیان

نجاشی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اس پر عمل نہیں کیا اور نہ خلفاء راشدین نے کسی کا غائبانہ جنازہ پڑھا ہے۔

فردوسی تبصرہ

واہ رے واہ خلفائے راشدین کے دور میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھائے گئے خصوصیت تو تب تھی جب اس پر بطور دلیل کسی صحابی کا قول ذکر کرتے جس نے فرمایا ہو کہ یہ فعل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ خاص ہے۔

جاہلانہ تبصرہ علم وتحقیق کی نظر میں

اس جگہ پر پھر فردوسی صاحب نے خیانت کی حد کردی تلخیص الحبیر اور ابن ابی شیبہ والی روایت کا پھر حوالہ دیا غائبانہ جنازہ کو ثابت کرنے کیلئے حالانکہ ان میں غائبانہ جنازہ کا کوئی ذکر نہیں اگر ہے تو لا کر دکھائیں ورنہ علمی فارۃ بن کر خیانت کرنا چھوڑ دیں۔

فردوسی صاحب صحابہ کرام کی شخصیات کو تو کچھ سمجھتے ہی نہیں حالانکہ صوم وصال کا تذکرہ فردوسی صاحب بار بار کرتے ہیں تو کیا اس سے انکو صحابہ کا جذبہ عمل بالسنہ سمجھ نہیں آرہا۔ کہ حضور علیہ

التحیہ والثناء نے اگر صحابہ پر رحمت وشفقت کی وجہ سے انکوصوم وصال یعنی مسلسل روزہ رکھنے سے روکا بھی ہے تو پھر بھی مسلم شریف میں ابوا ان ینتھوا عن الوصال۔ صحیح مسلم شریف (ص۔ 352/1) صوم وصال سے وہ باز نہ آئے۔

خدارا اپنی باتوں کو انصاف کے ترازو پر تولو کہ سنت پر عمل کرنے کا اتنا جذبہ رکھنے والے غائبانہ جنازے ادا کرنے میں کیوں پیچھے رہ گئے۔

کیا خلفائے راشدین کی سنت ہمارے لیے قابل عمل نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خلفائے راشدین کی سنت کو بھی ہمارے لیے لازمی قرار دیا۔ علیکم سنتی و سنة الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ جامع ترمذی (ص۔2-553) تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے جو کہ ہدایت یافتہ ہیں اور اسے اپنی داڑھوں کے نیچے خوب دباؤ یعنی مضبوطی سے پکڑے رکھنا لہذا کسی صحابی یا خلفائے راشدین اور صحابہ رضی اللہ عنھم کا عمل نہ کرنا بھی خصوصیت کی دلیل ہوگا صحابہ کرام نے تو کبھی بھی غائبانہ جنازہ پڑھنے کا ارادہ بھی ظاہر نہ کیا البتہ تابعین کے زمانہ میں جب یہ نوبت آئی تو اس کا انجام مندرجہ ذیل عبارت سے ملاحظہ فرمائیں۔ سمعت العباس یقول سمعت ابا عبید القاسم بن سلام یقول مات رجل من اھل مصر فی موضع غیر مصر فقام ناس من اھل مصر فخرجوا الی الصحراءِ یریدون ان یصلو علیہ کما صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النجاشی فبلغ الوالی فخرج الیھم فمنعھم و ضربھم وقال ویحکم ھذا شی" فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ھو للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصة ھل رأیتم ابابکر و عمر او احدمن التابعین فعلہ'

تاریخ یحییٰ بن معین جلد اوّل (ص۔172)

الکنی والاسماء جلد دوم (ص۔10 وغیر) ھما

ترجمہ: حضرت امام ابوعبید قاسم بن سلام (یہ امام بخاری کے استاد ہیں) فضائل میں القرآن للقاسم بن سلام (ص۔16) روایت کرتے ہیں کہ ایک مصری آدمی مصر کے علاوہ کسی جگہ فوت ہوا تو مصر کے کچھ لوگ جنگل کیطرف نکلے تا کہ اس کا جنازہ پڑھیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت نجاشی کا جنازہ پڑھا جب حاکم وقت کو یہ بات پہنچی تو وہ انکی طرف گیا اور انہیں منع کیا اور انکو مارا اور کہا کہ تم پر افسوس ہے یہ وہ چیز ہے جسکو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا تو وہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی خاصہ ہے۔ کیا تم نے حضرت ابوبکر صدیق وعمر رضی اللہ عنہما یا کسی تابعی کو دیکھا ہے کہ اس نے غائبانہ جنازہ پڑھا ہو۔

فردوسی صاحب خیر القرون کے دور کی اس بات کو بار بار پڑھیں اور اپنی ہٹ دھرمی سے باز آجائیں۔

لہذا فردوسی صاحب کی نقل کردہ جمیع عبارات کا جواب اسی کے ضمن میں ان کو مل جائے گا۔ فردوسی میاں دلیل خصوصیت کا بار بار ہم سے مطالبہ کرتے ہیں تو عدم خصوصیت کی بھی تو کوئی دلیل قرآن وسنت واقوال واعمال صحابہ سے پیش کریں نہ کہ مبارکپوری وغیرہ کے اقوال۔

باقی علامہ عینی کی عبارت میں آ [illegible] خیانت کی ہے آدھی عبارت کاٹ کر نقل کردی اور سوال کے جواب [illegible] ئی توجہ نہ دی۔

ملاحظہ ہو عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری للشیخ الامام العلامہ بدر الدین محمود بن احمد العینی (ص۔22/6) پر علامہ عینی نے ایک اعتراض کو نقل کیا جو کہ فردوسی صاحب نے اپنے موقف پر چسپاں کردیا حالانکہ آگے علامہ عینی اس اعتراض کے بارے میں فرماتے ہیں (قلت) هذا التشنيع كله على الحنفية من غير توجيه ولا تحقيق:

اعتذار سابع

شیخ القرآن قبلہ ڈاکٹر صاحب کا بیان

چونکہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کافر ملک میں فوت ہو گئے کہ وہاں انکی کوئی نماز جنازہ ادا کرنے والا نہ تھا

فردوسی تبصرہ

ابن حجر کا حوالہ دیا کہ یہ احتمال ہے۔ الخ

غیر منصفانہ تبصرہ انصاف کے ترازو پر

فردوسی صاحب ظلم کی حدود کراس کر گئے اپنے کھوکھلے دعویٰ کو بھول گئے جو شروع میں کیا تھا کہ قرآن وسنت ہی قابل حجت ہے اب میں پوچھتا ہوں کہ ابن حجر علیہ الرحمۃ کا قول قرآن ہے یا حدیث؟

اور پھر ایک مقلد امام شافعی کا قول ایک مجتھد امام امام اعظم کے رد میں پیش کرنے کا کیا مطلب؟

ابن حجر کے ان اقوال کا جواب ائمہ احناف نے بھی دیا اور امام ابوداؤد نے بھی باب باندھا "باب فی الصلوٰۃ علی المسلم یموت فی بلاد الشرک

(سنن ابوداؤد۔ص:121/3)

لیکن ہم فردوسی صاحب کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنے ہم نوالہ وہم پیالہ غیر مقلد اپنے باپ کی اس تحقیق کو پڑھیں۔

مولوی عبداللہ روپڑی بھی ایک حدیث نقل کر کے لکھتا ہے۔

اس حدیث میں تمہاری غیر زمین میں مرنے کا ذکر اس طرف اشارہ ہے کہ وہاں

اس کا جنازہ نہیں ہوا اس لیے تم پڑھو اور قوموا کی فاء بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ فاء تفریع کی ہے یعنی غیر ملک میں مرنا یہ اس جنازہ کا سبب ہے اسی بنا پر ہے کہ وہاں جنازہ نہیں ہوا (فتاوی اہل حدیث جلد دوم۔ص:122)

فردوسی صاحب اپنے اس اعتراض اور بعد والے اعتراضات کے جوابات کیلئے اپنے ایک خالص غیر مقلد کے اقوال ضرور پڑھیں۔

مولوی ابوعبدالسلام عبدالرؤف بن عبدالحنان نے صلوٰۃ الرسول کی شرح القول المقبول کے اندر ص۔714 سے لیکر 717 پر غائبانہ جنازہ پر بحث کی ہے۔میں امید کرتا ہوں کہ فردوسی صاحب کی تسلی ضرور ہو جائیگی۔

یہاں پر قبلہ ڈاکٹر صاحب نے نجاشی کے جنازہ کے حاضرانہ ہونے پر متعدد روایات صحیحہ بیان فرمائیں۔صحیح ابن حبان، اور ابی عوانہ کی فردوسی صاحب سب کا جواب ہڑپ کر گئے اور احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں اقوال پیش کرنا شروع کر دیئے۔

فردوسی صاحب سے میں پوچھ سکتا ہوں کہ حضرت نجاشی کے جنازہ غائبانہ کا دعویٰ کرتے ہو تو کیا وہ آپ کے نزدیک غائب تھا یا پڑھنے والوں کے نزدیک۔

اگر فردوسی کے ہاں غائب ہے تو پھر اپنے لیے علم غیب کا دعویٰ ہوگا کہ کیسے وہاں جا کر دیکھ لیا کہ جنازہ موجود نہیں۔

اگر پڑھنے والوں کی بات ماننی ہے تو پھر انہوں نے حاضرانہ ہونے کو بیان کیا ہے غائبانہ ہونے کو کسی نے بیان نہیں کیا ورنہ تھا تو ابرھانکم

اب پڑھنے والوں کا بیان پڑھیں۔وھم لا یظنون الا ان جنازتہ بین یدیہ (صحیح ابن حبان رقم الحدیث\3098۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین حضرت نجاشی کا جنازہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے خیال کر رہے تھے۔

فردوسی خدارا ایک بار پھر ڈاکٹر صاحب کے رسالہ غائبانہ جنازہ جائز نہیں کو پڑھ لیں۔

فردوسی کی واضح خیانت

حضرت امامہ بنت زینت والی حدیث!

قبلہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا تھا کہ ہم معترضین سے پوچھتے ہیں کہ جو امت کا اولین حصہ ہے اور ہر لحاظ سے وہ سبقت لینے والے ہیں وہ اس حدیث پر عمل کرنے سے کیوں پیچھے رہ گئے؟ فردوسی صاحب اسے پتہ نہیں کیا سمجھ کر نگلنے کیلئے آگے بڑھے اور سمجھا کہ یہ جملہ امت کا اولین حصہ ہونے والا ہمارے لیے ہے۔

اس پر ہم ڈاکٹر صاحب کی پوری عبارت نقل کر دیتے ہیں فردوسی صاحب کی کھوپڑی میں مغز ہوا تو سمجھ جائیگا کہ یہ صحابہ کرام کے بارے میں ہے یا وہابیہ دیانیہ کے بارے میں۔ اگر وہ اس عمل پر کرنے سے رکے رہے اور یقیناً رکے رہے تو اسی لیے کہ وہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص سمجھتے تھے۔

تو یہ ہماری گھڑی ہوئی تاویلیں نہیں صحابہ سے بالواسطہ پڑھی ہوئی شریعت ہے۔

لہذا فردوسی اپنی بدعملیوں سے باز آجائے اور اپنے باپ مولوی وحید الزمان جس کو علمائے اہل حدیث کی خدمات کتاب میں تم نے بڑا پروٹوکول دیا ہے وہ کہتا ہے کہ کتے کو اٹھا کر نماز پڑھنے سے نماز ہو جائیگی۔ ولا تفسد صلوۃ عامله (نزل الابرار جلد نمبر 1 ص:30)

یہ ہوتا ہے صحابہ کرام کے دین سے روگردانی کا عذاب اور نحوست، اس لیے میں کہتا ہوں کہ حدیث سمجھنے کیلئے کسی نائب امام ابوحنیفہ کی شاگردی اختیار کریں ورنہ ایسا گند پھیلاؤ گے جو نزل الابرار میں بکھرا ہے۔

اعتذار ثامن

فخر اہل سنت قبلہ استاد گرامی کا بیان

امام بخاری نے اس حدیث کا ذکر تیرہ بار کیا ہے اور صرف چھ مسائل ثابت کیے ہیں۔مگران میں غائبانہ نماز جنازہ نہیں ہے۔

تبصرہ فردوسی

ہم کہتے ہیں کہ اگرامام بخاری کا مسئلہ ہے تو پھر آپ بہت سے مسائل جنکو آپ نے تقلید کیوجہ سے چھوڑ رکھا ہے ان کوتسلیم کرنا ہوگا۔

تحکمانہ تبصرہ حکیمانہ نظر وفکر میں

فردوسی صاحب تھک ہار کے یہاں پہنچے لیکن اب تو جال بننے کی بھی صلاحیت نہ رہی ڈاکٹر صاحب کے استدلال کا کوئی جواب نہ آیا اور غائبانہ جنازہ میں اپنی شکست تسلیم کرنے کے بعد فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر، رفع الیدین والے مسائل کوشروع کردیا، بخاری بخاری کی رٹ لگانے والے کا جب امام بخاری نے بھی ساتھ نہ دیا تو ان سے بھی دستبرداری حاصل کرلی۔

فردوسی صاحب اس چیز کا جواب دیں کہ جوامام بخاری کوغائبانہ جنازہ کا مسئلہ سمجھ نہیں آیا تو آپ کوکیسے آگیا؟

ہمارے اوپر الزام نہ لگائیں کیونکہ ہم تو وہ مانتے ہیں جوامام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنھم نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے فرامین سے سمجھا یقیناً ان مسائل میں بھی ہم حق بجانب ہیں۔لیکن پہلے ایک مسئلہ کا فیصلہ کروالیں بعد میں ہم بقیہ مسائل کیلئے بھی حاضر ہیں۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ ڈاکٹر جلالی صاحب کے محبت رسول صلی اللہ علیہ

وسلم سے لبریز جملے۔

ایک حدیث بخاری (کہ اللہ کی قسم! میں یہاں اپنا حوض دیکھ رہا ہوں) کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا جو مدینے شریف میں بیٹھے سات آسمان پار حوض کوثر کو دیکھ رہے تھے انکے لیے مدینہ شریف میں کھڑے ہو کر حضرت نجاشی کے جسم کو دیکھ کر نماز جنازہ پڑھانا کیا بعید تھا۔

شان رسالت میں فردوسی کی گستاخیاں

فردوسی صاحب نے اس مقام پر جو شان رسالت میں گستاخیاں کیں اور اپنے اصل خبث باطن کو ظاہر کیا۔

اس نے مجھے مجبور کیا کہ ساری مصروفیات چھوڑ کر ناموس رسالت کے تحفظ کیلئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کا اظہار کروں۔ فردوسی صاحب نے حضور علیہ التحیہ والثناء کو نعوذ باللہ بے علم ثابت کرنے کی بدترین کوشش کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو 70 قاریوں کیساتھ ہونیوالے سلوک کا پتہ نہیں تھا۔ کھانے میں زہر اور جادو کا علم نہیں فردوسی اگر ہمیں ہزار گالی نکال لیتا تو ہمیں کچھ نہ ہوتا لیکن دکھ ہوا ہے تو حضور سرور کائنات عالم ماکان و مایکون صلی اللہ علیہ وسلم کو بے علم ثابت کرنے پر ہوا ہے۔ فردوسی تجھے اللہ کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ کوئی ایک آیت یا حدیث یا صحابی کا قول بتا جس میں یہ وضاحت ہو کہ نبی مکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو 70 قاریوں کی شہادت یا زہر و جادو کا علم نہ ہو یقیناً تو اپنی ساری قوم کو اکٹھا کرے پھر بھی تو کوئی ایسی دلیل نہیں لاسکتا۔

تو پھر اس جہنم کو گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارتکاب کر کے کیوں خرید رہا ہے تو بہ کرتا کہ کل قیامت کے دن سرخرو ہو سکے۔

اگر فردوسی صاحب یہ کہیں کہ [illegible] تو پھر 70 قاریوں کو کیوں بھیجا تو میں کہوں گا کہ یہ اعتراض تو پھر اللہ تعالیٰ کی ذات پہ بھی ہوسکتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔

ویقتلون الانبیاء بغیر حق آل عمران آیت نمبر 112

یہودی انبیاء کرام علیھم السلام کو ناحق شہید کرتے تھے تو جب انبیاء کو بھیجنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو کیا العیاذ باللہ کوئی اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اگر علم ہوتا کہ انبیاء کو شہید کر دیا جائیگا تو نہ بھیجتا کیوں بھیجا تھا؟

اگر اللہ تعالیٰ کو اختیار تھا تو بچایا کیوں نہیں تو جو جواب اللہ کے بارے میں ہوگا وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہوگا۔ یعنی جس طرح اللہ کے کاموں میں حکمتیں ہیں ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاموں میں بھی حکمتیں ہیں اور وہ حکمت یہ تھی کہ اللہ کی تقدیر پر رضا مندی اور انہیں رتبہ شہادت سے بہرہ ور کرنا تھا۔ ورنہ بخاری شریف میں: واللہ لا تسئلو انی عن شئی الا اخبر تکم بہ۔ حدیث نمبر 8294 یہ گیارہ مقامات پر حدیث پاک ہے کہ اللہ کی قسم آج سے لیکر قیامت تک جو پوچھو میں بتانے کو تیار ہوں۔

جس حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دریائے علم اُس قدر ٹھاٹھیں مار رہا ہو وہاں اپنے اٹکل پچو سے انہیں بے علم ثابت کرنا یہ بدترین گستاخی اور بے ادبی ہے۔

قبلہ ڈاکٹر صاحب کے اس موضوع پر 40 بیانات ہیں اور آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس وسعت علمی کو ثابت کیا ہے جو علوم خدا کی مظہر ہے۔

اگر فردوسی حق سننا پسند کرے تو ہم وہ بھی سنوانے کو تیار ہیں۔

معاویہ مزنی!

فردوسی نے اگر معاویہ مزنی والی روایت کے جوابات سننے ہوں تو پھر اپنے غیر مقلد بھائی مولوی عبدالرؤف حنان کی کتاب القول المقبول کا۔ ص 715 تا 717 کا مطالعہ کریں اور اپنا جواب لیکر خاموشی سے گھر بیٹھ جائیں۔

ابن قیم کی بات کا جواب دیتے ہوئے فردوسی دلدل میں پھنس گئے اس لیے ہم بھی کہتے ہیں کہ ہر کسی کی غائبانہ جنازہ ادا نہ کی جائے۔

میں کہتا ہوں فردوسی صاحب بعض کی تخصیص پر آپ نے دلیل کہاں سے نکالی بالآخر خصوصیت تو بعض کیلئے آپ نے مان لی تو جس دلیل سے آپ نے بعض کیلئے خصوصیت مانی ہے اسی دلیل سے ہم سب کے لحاظ سے یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت مانیں گے۔

ورنہ بعض کی دلیل خصوص کو قرآن وحدیث سے بیان کریں۔

باقی رہا فردوسی کا یہ کہنا کہ حضرت نجاشی کے جنازہ میں صحابہ نے بھی شرکت کی تو وہ خصوصیت نہ رہی۔

اس کا جواب ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالہ غائبانہ جنازہ جائز نہیں کے (ص۔47) پر دیا ہے اور خود فردوسی صاحب نے صوم وصال والے مسئلے میں اس کا جواب دے دیا کہ صوم وصال صحابہ کے رکھنے کے باوجود فردوسی نے اسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ قرار دیا ہے۔

محصول الکلام

پس ثابت ہوا کہ غائبانہ نماز جنازہ کسی مسلمان کی جائز نہیں نہ قرآن پاک میں اسکی کوئی دلیل اور نہ ذخیرہ احادیث میں غائب کے الفاظ موجود ہیں اور نہ ہی صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہے چونکہ فردوسی صاحب کی روش عجلت پسندی ہے کہ کسی کے دلائل و براہین کو پڑھے اور سمجھے بغیر ہی اس پر رائے زنی شروع کر دیتے ہیں جیسا کہ ڈاکٹر صاحب کے مقالہ کیساتھ کیا ہے مگر پھر بھی ہم امید کرتے ہیں کہ اگر فردوسی تعصب سے بالاتر ہو کر ہمارے ان جوابات کو پڑھیں اور سمجھیں تو ضرور اس حقانیت کو قبول کریں گے۔

لیکن اسکے باوجود پھر بھی کوئی خلش ہو تو ہم تادم زیست انشاءاللہ جواب دینے کیلئے حاضر ہیں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل پڑھنے سننے سمجھنے اور قبول کر کے اسکو آگے پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

اصلاح افکار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ الکریم

استاذ الاساتذہ زبدۃ الفضلاء حضرت علامہ حافظ محمد یونس چشتی رحمۃ اللہ کا شمار اہلسنت کے ماضی قریب کے اہم مدرسین اور ماہر اساتذہ میں ہوتا ہے آپ نے علوم عقلیہ اور نقلیہ میں بے پناہ مہارت حاصل کی آپ کا تعلق موضع لوھارانزد بشارت ضلع جہلم سے ہے آپ نے بڑے بڑے مراکز علمیہ سے علم حاصل کیا جن میں سے کچھ عرصہ اپنے مرکز علم وحکمت جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف میں بھی علم حاصل کیا۔ آپ نے مدرسہ حزب الاحناف اندرون دہلی دروازہ لاہور میں مولانا محمد دین بدھوی سے اکتساب کیا آپ نے مختلف اساتذہ کے خرمن علم سے خوشہ چینی کی خصوصاً آپ کو ملک المدرسین حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ پانے پر فخر تھا ۔آپ نے استاذ العلماء حضرت مولانا سلطان احمد آف حاصلانوالہ سے بھی کافی کتابیں پڑھیں۔

تحصیل علم کے بعد آپ نے مختلف مدارس میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے جن میں خصوصاً جامعہ شاہ ولایت، ڈھانگری شریف، مراڑیاں شریف اور دیگر کئی جامعات میں پڑھایا۔

آپ ایک راسخ العقیدہ مفتی اور صاحب فکر فقیہ تھے۔ منہاج القرآن کے مفتی مولوی عبدالقیوم خان ہزاروی نے جب ماہنامہ منہاج القرآن کے اگست 2000ء کے شمارہ میں فقہ حنفی سے روگردانی کرتے ہوئے غائبانہ جنازہ کے جواز کا فتویٰ دیا تو استاذ العلماء مفتی محمد یونس چشتی صاحب نے پیرانہ سالی کے باوجود اس فتویٰ کا رد ضروری سمجھا اور ایک مستقل اور مفصل رسالہ کی صورت میں مولوی عبدالقیوم ہزاروی کے فتویٰ کا مکمل رد تحریر کیا جسے جون 2001ء کو رضا اکیڈمی لاہور نے شیخ الحدیث

مولانا عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ کے پیش لفظ سے شائع کیا۔

آج عوام اہلسنت کو دھوکہ دینے کیلئے غیر مقلد مولوی مبشر ربانی نے ہفت روزہ غزوہ اور مجلہ الدعوہ میں منہاج القرآن کے مفتی مولوی عبدالقیوم ہزاروی کا فتویٰ پیش کیا ہے اور یہ ظاہر کیا ہے کہ احناف بھی غائبانہ جنازہ کے قائل ہیں۔ اس لیے ہم نے ضروری سمجھا کہ حضرت علامہ مفتی محمد یونس چشتی کا پیغام لوگوں تک پہنچایا جائے تا کہ لوگ ہر قسم کے غیر مقلدین کے فتنہ سے محفوظ رہیں۔

یاد رہے اس رسالہ میں مفتی یونس چشتی نے نماز جنازہ کے عدم جواز اور تکرار جنازہ کے عدم جواز پر مضبوط دلائل پیش کئے ہیں۔

قبلہ مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب نے اس مسئلہ پر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے گنبد کے زیر سایہ غائبانہ جنازہ سیمینار کے موقع پر بھر پور مقالہ پیش کیا حضرت نے قبلہ مفتی محمد یونس چشتی کا مقالہ فقہ حنفی کی کتب فتویٰ کے لحاظ سے اہم دلائل پر مشتمل ہے۔ اس لیے رضا اکیڈمی کے شکریہ کے ساتھ اس کو شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

والسلام

محمد اکرم جلالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد۔

رسالہ ہذا میں یہ فقیر حافظ محمد یونس چکوالوی صرف (۲) مسئلہ پر بحث کرے گا۔
نمبرا کیا عند الاحناف نماز جنازہ کا تکرار اور بار بار پڑھنا۔ کیا یہ مشروع ہے۔ یا نہ
نمبر۲ کہ کیا میت غائب پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ یا نہ۔ ان دو مسائل پر بحث کا
باعث یہ امر ہوا۔ کہ رسالہ منہاج القرآن میں جناب مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی نے
اُن ہر دو مسئلہ کے متعلق جو رائے ظاہر کی وہ فقہ حنفی (جس کا ماخذ کتاب وسنت ہے)
کے صراحۃً خلاف تھی کیونکہ فقہ حنفی میں تصریح کی گئی ہے۔ کہ اگر نماز جنازہ کسی ایسے
شخص نے پڑھادی۔ کہ جس کا حق۔ جنازہ پڑھانے میں اقدم اور مقدم ہے مثلاً۔
سلطان یا بادشاہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ تو اب ولی میت کو اعادہ جنازہ کا حق نہ رہے
گا۔ کیونکہ سلطان اگر قاضی ہو۔ تو اس کا حق نماز جنازہ پڑھانے میں سب سے مقدم
ہے۔ جناب مفتی صاحب اس صورت کے متعلق بھی یوں لب کشائی کرتے ہیں۔ کہ
دوبارہ۔ سہ بارہ۔ تکرار جنازہ۔ یہاں بھی جائز ہے۔ اور کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ
نے بڑے اطمینان کے ساتھ۔ رسالہ منہاج القرآن کے صفحہ ۲۲ میں یوں تحریر کیا۔ قولہ
نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ کچھ کے پڑھنے سے دوسرے مسلمان سبکدوش ہو جاتے
ہیں۔ دوبارہ پڑھنا فرض نہیں نہ پڑھنے والے گنہگار نہیں۔ مگر پڑھنا چاہیں۔ تو قرآن و
سنت کی رو سے بالکل جائز ہے۔ اس کے ناجائز ہونے کی کوئی شرعی دلیل نہیں ۹۱۔
یونہی فقہاء احناف نے تصریح کی ہے۔ کہ میت غائب پر نماز جنازہ مشروع اور جائز
نہیں ہے۔ اور حدیث سے جو ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
نجاشی جو حبشہ کا بادشاہ تھا اس کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی۔ فقہاء نے اس کا جواب دیا
کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے تھا۔ خصوصیات عام قواعد وقوانین

سے مخصوص اور مستثنٰی ہوتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واضح حدیث ہے کہ "الجنازۃ اذ حضرت" کہ جنازہ جب حاضر ہو جائے تو اس کو فوراً پڑھو۔ حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ "الجنازۃ اذا غابت" کہ جنازہ جب تمہاری بستی اور نگری سے کہیں دور غائب ہو۔ تو تم جنازہ پڑھنے لگ جاؤ۔ یہی وجہ ہے۔ کہ نماز جنازہ کی نیت میں یہ لازم ہے۔ کہ نمازی یہ نیت کرے۔ کہ دعا واسطے اس حاضر میت کے پس اس مسئلہ کے متعلق بھی جناب مفتی صاحب نے فرمایا۔ کہ میت غائب پر بھی نماز جنازہ مشروع ہے۔ پس چونکہ یہ ہر دو مسئلہ ایسے تھے۔ جو فقہ حنفی میں مسلم ہیں۔ مگر مفتی صاحب نے اپنے اجتہاد ناقص سے ان ہر دو کے خلاف اپنی رائے پیش کی۔ پس میں محض اظہار حق کے ہے۔ ان ہر دو مسئلہ پر سیر حاصل بحث کروں گا۔ جس سے فقہ حنفی کی صداقت اور جناب مفتی صاحب کے دعووں کی رکاکت واضح ہو جائے گی پس میں اولاً تکرار صلوٰۃ جنازہ کے غیر مشروع ہونے پر بحث کروں گا۔ اور اس کے ضمن میں مخالف کا رد ہو جائے گا۔ اور نمبر ۲ نماز میت غائب پر غیر مشروع اور ناجائز ہونے کی بحث ذکر کروں گا۔ "وھا انا اشرع متوکلا علی اللہ العزیز العلیم"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز جنازہ کا تکرار غیر مشروع ہے۔ البتہ بعض صورتوں میں ولی یا سلطان اعادہ جنازہ کرا سکتے ہیں۔ اور یہ اعادہ ان دونوں کے حق میں مشروع ہے۔ اس کی تفصیل آئندہ انشاء اللہ آ رہی ہے۔ فافہم ہدایہ شریف کے باب الجنائز میں میت پر نماز پڑھنے والوں کی ترتیب صاحب ہدایہ نے یوں ذکر کی ہے۔ ہدایہ ج اول صفحہ ۱۸۰ "واولی الناس بالصلوۃ علی ا لمیت السلطان ان حضر لا ن فی التقدم علیه اذدراء یه فان لم یحضر فالقاضی لانه صاحب ولایت فان لم یحضر فیستحب تقدیم امام الحی لانه رضیه، فی حال حیاته" (ترجمہ) میت پر

سب سے اولی اور اقدم نماز جنازہ پڑھانے میں سلطان ہے۔ اگر وہ جنازہ پر حاضر ہو۔ کیونکہ اس کی موجودگی میں کسی غیر کا نماز جنازہ پڑھانا۔ اس میں بادشاہ کی یا سلطان کی تحقیر اور توہین ہے۔ حالانکہ سلطان کی تعظیم واجب ہے۔ پس اگر سلطان حاضر نہ ہو تو نمبر۲ یہ نماز جنازہ پڑھانے کی ولایت قاضی صاحب کو ہے۔ کیونکہ قاضی صاحب ولایت ہے۔ پس اگر قاضی بھی حاضر نہ ہو۔ تو امام محلّہ کی تقدیم مستحب ہے۔ کیونکہ میت حالت حیات میں اس کی امامت پر رضا مند تھا۔ تو اب اس حالت ممات میں اس کی تقدیم اور امامت درجہ استحباب میں ہوگی۔ امام کے بعد۔ میت کا ولی۔ اور بقیہ اولیاء میت اس ترتیب کے ساتھ نماز جنازہ پڑھانے کی ولایت رکھتے ہیں۔ جس ترتیب میں ان کو نکاح پڑھانے کی اجازت ہے۔ اور باب النکاح میں اولیاء جو نکاح پڑھانے کے مجاز ہیں۔ ان کی تفصیل فقہ میں مذکور ہے۔ پس نماز جنازہ میں ولی کا حق اقدم نہیں ہے۔ بحرالرائق وغیرہ کتب میں یہ مصرح ہے۔ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے جنازہ پہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حاضر تھے۔ تو آپ نے حاکم مدینہ۔ جناب سعید ابن العاص سے نماز پڑھانے کے متعلق فرمایا۔ تو حاکم مدینہ نے از راہ ادب و احترام پس و پیش کی۔ تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ حاکم کا جنازہ پڑھانا سنت ہے۔ اگر یہ طریقہ مسنون نہ ہوتا تو "ماقدمتک" میں آپ کو مقدم نہ کرتا۔ پس یہ طریقہ مسنون ہے۔ کہ اگر حاکم موجود ہو تو وہی نماز جنازہ پڑھائے۔

ہمارے ہاں نظام شریعت معدوم ہے۔ اور اولیاء میت بھی اکثر جاہل اور عنادی ہوتے ہیں اگر کوئی ولی میت جنازہ پڑھا سکتا ہو۔ تو وہ جنازہ پڑھانے خود ہی مقدم ہو جاتا ہے۔ اور طریقہ سنت پر عامل نہیں ہوتا۔ پس اکثر حاکم وقت کا اعزاز تقدم مجروح ہو جاتا ہے۔ اور حاکم وقت بھی جنازہ پڑھانے سے کتراتے ہیں۔ وہ اس تقدم کو اپنے لیے کوئی اعزاز تصور نہیں کرتے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔ "فان صلی غیر الولی

والسلطان اعاد الولی" ان شاء لما ذکرنا ان الحق لا اولیاء"۔ اگر غیر ولی اور غیر سلطان نے نماز جنازہ پڑھا دی۔ تو ولی کو اعادہ جنازہ کا حق ہے۔ مگر یہ اعادہ لازم نہیں ہے۔ بلکہ ولی کی مرضی پر منحصر ہے۔ فتاوی عالمگیری میں آتا ہے۔ "ولا یعید الولی ان صلی الامام الاعظم اوالسلطان الوالی، اوالقاضی اوامام المحلۃ لان ھولاء اولی منہ" کذا فی الخلاصۃ" اگر امام اعظم یا سلطان یا والی یا قاضی یا امام محلّہ نے نماز جنازہ پڑھا دی تو اب ولی نماز جنازہ کا اعادہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ لوگ ولی سے اولی اور اقدم ہیں۔ ہاں ان کے علاوہ کسی نے نماز پڑھائی۔ تو ولی کو حق اعادہ ہے۔ خلاصۃ المرام میں یہ ہے کہ ولی یا جو حضرات ولی سے احق بالتقدم ہیں۔ ان کے نماز جنازہ پڑھنے سے "لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ لان الفرض یتادی بالاول والتنفل بھا غیر مشروع" "ولذا رأینا الناس ترکوا عن آخرھم الصلوٰۃ علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھوالیوم کما وضع" (ہدایہ شریف) یعنی ولی یا جن لوگوں کا حق ولی سے بھی مقدم ہے۔ ان کے نماز پڑھنے کے بعد کسی ایک کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ میت نماز جنازہ پڑھیں۔ کیونکہ تکرار جنازہ تو ممنوع اور غیر مشروع ہے۔ کیونکہ اول کے پڑھنے سے فرض ادا ہو گیا۔ اور نماز جنازہ میں نفلی جنازہ تو ممنوع اور غیر مشروع ہے۔ اور اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ تمام لوگوں نے ادنی سے لے کر اعلیٰ تک یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آخری جنازہ کے بعد لوگوں نے اس عمل کو ترک کر دیا۔ اور لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر اس عمل کو ترک کر دیا۔ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آج کے دن بھی اسی حالت سے موصوف ہیں۔ جو حالت کے پہلے دن قبر انور میں رکھے جانے کی تھی۔ صاحب ہدایہ کا مقصد یہ تھا کہ تکرار جنازہ غیر مشروع ہے۔ اگر تکرار مشروع ہوتا تو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ کی قبر انور پر ہمیشہ نماز جنازہ پڑھتے رہتے۔ ترک نہ کرتے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر انور میں بغیر تغیر جسم کے موجود ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

گرامی ہے کہ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء (الحدیث) کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء کرام کے اجسام کو کھائے۔ صاحب ہدایہ کا استدلال یہ ہے۔ کہ نماز جنازہ کا تکرار غیر مشروع ہے۔ ورنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر لوگ نماز جنازہ ترک نہ کرتے۔ اور فرمایا۔ "ان دفن المیت ولم یصل علیہ صلی علی قبرہ قبل ان تفسخ" اگر میت غسل دیے جانے کے بعد بغیر جنازہ پڑھے۔ دفن کیا گیا۔ تو اس کی قبر پہ قبل تفسخ جنازہ پڑھا جائے۔ یعنی اس صورت میں قبر پہ نماز جنازہ کے متعلق یہ حکم ہے۔ کہ اس میت کے پھٹنے اور متغیر ہونے سے قبل نماز جنازہ پڑھی جائے۔ بعض نے تین دن متعین کئے۔ کہ اس کا جسم پھٹ جاتا ہے اور متغیر اور بدبو ناک ہو جاتا ہے۔ مگر صاحب ہدایہ اور باقی فقہاء احناف فرماتے ہیں۔ کہ اس تجدید کا اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ میت کے اختلاف احوال کی وجہ سے نیز اختلاف مکان اور اختلاف زمان کی وجہ سے جسم میت میں جلد یا دیری کے ساتھ تفسخ اور تغیر کا وقوع ہوسکتا ہے۔ مثلاً موٹے جسم والا میت جلدی پھٹ جاتا ہے۔ بخلاف کمزور اور دبلے جسم والے میت کے کہ وہ دیر کے ساتھ متغیر ہوگا۔ نیز سردی اور گرمی بھی موثر ہوتی ہے۔ نیز مکان کا بھی اختلاف ہوتا ہے۔ بعض زمینیں ایسی ہیں کہ وہ میت کو دیر سے کھاتی ہیں اور بعض جلدی کھاتی ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض ایسی ارض ہوں۔ جو جسم میت کو بالکل ہی نہ کھاتی ہوں۔ پس تین ایام کی تحدید صحیح نہیں ہے۔ بلکہ مدار ظن غالب پر ہے۔ اگر ظن غالب یہ ہو۔ کہ تفسخ ہو گیا ہے تو ایسے میت پر جس پر غسل دینے کے بعد نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور اگر ظن غالب یہ ہو کہ عدم تفسخ ہے اور میت کے جسم میں تغیر کوئی نہیں ہوا تو نماز جنازہ قبر پر پڑھی جائے اور پھر قابل غور یہ بات ہے کہ جناب مفتی صاحب اس جنازہ کو جو قبر پہ پڑھا جاتا ہے اور شرعاً اس کی قبل تفسخ اجازت بھی ہے آپ اس جنازہ کو بھی جنازہ علی الغائب تصور کرتے

ہیں۔ اور اس سے بھی مفتی صاحب نماز جنازہ علی الغائب کے جواز پہ استدلال پکڑتے ہیں۔ جناب سید امیر علی رحمہ اللہ نے عین الھدایہ میں تصریح فرمائی کہ قبر جو نماز جنازہ پڑھا جاتا ہے۔ یہ جنازہ علی الغائب کی صورت نہیں ہے۔ کیونکہ قبر میں مردہ ہے۔ اور قبر میت جب سامنے ہو تو جنازہ غائب نہیں ہوگا۔ جیسے کہ مردہ کفن میں مستور ہوتا ہے۔ اور کفن میں مستور ہونے کے باعث وہ درجہ غیبوبت حاصل نہیں کر سکتا کسی فقیہہ نے قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کی صورت کو نماز جنازہ علی الغائب تصور نہیں کیا۔ میں محمد یونس چکوالوی کہتا ہوں کہ یہاں مردہ کے کفن میں مستور ہونے پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کفن تابع میت کے ہے۔ لہذا یہاں مردہ غائب نہیں ہے۔ حاضر ہے اور اگر یہ صورت بنائی جائے کہ میت کو کفن دینے کے بعد اس پر کمبل یا رضائی ڈال کر بالکل پوشیدہ کر دیا جائے تو اب یہ صورت بھی عندالمفتی۔ ایسی ہونی چاہیے کہ جناب مفتی صاحب برملا کہیں کہ جناب یہ بھی جنازہ علی الغائب کی صورت ہے۔ بریں عقل و ہمت بہ باید گریست قبر روبرو ہو تو اس صورت میں شرعاً اجازت نہیں ہے کہ نمازی نفل یا فرض یا نماز تہجد اس کی طرف رخ کر کے پڑھے۔ اگر یہ قبر مردہ کے غائب ہونے پر دال ہوتی تو نمازی کی نماز بالکل بغیر کراہت کے جائز ہونی چاہیے۔ اور ہم قبرستان میں جا کر اہل قبور کو بصیغہ، خطاب یوں کہتے ہیں کہ السلام علیکم یا اہل القبور۔ اہل قبور تم پر سلام ہو۔ (ترمذی شریف اور عام کتب احادیث میں یونہی وارد ہے) پس قبر پر نماز جنازہ پڑھنا یہ نماز علی الغائب نہیں ہے۔ بلکہ یہ نماز، نماز جنازہ علی الغائب کا مقابل ہے۔ اور اس کی ضد ہے۔ جناب مفتی صاحب ایک تیر سے کئی شکار حاصل کرنے کے عادی ہیں۔ قبر پر جو نماز پڑھی جاتی ہے اس کو وہ نماز علی الغائب پر محمول کرتے ہیں اور بعض دفعہ یہ صورت تکرار کی بھی ہو جاتی ہے پس نماز جنازہ علی القبر ان کے نزدیک بالذات نماز جنازہ علی الغائب ہے اور اگر اول کسی غیر اقدم اور غیر مقدم نے نماز جنازہ

پڑھا ہو تو ولی کو مجاز ہے کہ وہ قبر پر قبل تفسخ اعادہ جنازہ کرسکتا ہے۔ جناب مفتی صاحب نے رسالہ منہاج القرآن نماز جنازہ علی الغائب کا عنوان باندھا (صفحہ ۱۶ رسالہ منہاج القرآن) اس کے تحت فرماتے ہیں کہ حضرت سہل بن حنیف پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔ کچھ لوگ بعد میں حاضر ہوئے تو "امر علی قرظۃ الانصاری" الخ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قرظۃ الانصاری کو حکم دیا۔ کہ ان لوگوں کی امامت کرائیں۔ اور نماز جنازہ ادا کریں۔ یہ اب ان کے دفن ہونے کے بعد ہوا اس تحریر سے جناب مفتی صاحب کا مقصد یہ ہے کہ جب نماز جنازہ قبر پر پڑھا گیا تو یہ جنازہ، جنازہ علی الغاب کے زمرے میں داخل ہوا۔ اور ہم اوپر ذکر کر کے آئے ہیں کہ یہ جنازہ الغائب نہیں ہے اور یہ کہا جائے کہ اس سے تکرار صلوٰۃ جنازہ تو ثابت ہوتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ جب کوئی مسئلہ مسلمات میں نہ ہو تو اسکا تذکرہ بلا سند حجت نہیں ہوسکتا ہے "لو لا الا سناد لقال من شاء ماشاء" پس قول مفتی ہم پر حجت نہیں ہوسکتا۔ پس قبر پر نماز جنازہ کو جناب مفتی صاحب نماز غائب تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۱۷ میں ایک عنوان باندھا "نماز غائبانہ کے مانعین کی بڑی دلیل" ثم استدل علی عدم مشروعیۃ التنفل بترک الناس عن آخرھم الصلوٰۃ علی قبر النبی صلی الہ علیہ وسلم" (قول) یہ ایک انوکھی منطق جناب مفتی صاحب کو سوجھی ہے۔ کہ جو دلیل عدم تکرار نماز جنازہ کی ذکر کی جارہی ہے۔ اس کے حق میں جناب مفتی صاحب کا یہ خیال ہے کہ مانعین صلوۃ علی الغائب کی بڑی دلیل ہے۔ مفتی صاحب آپ ذرا غور سے صاحب ہدایہ کا استدلال پڑھیں۔ صاحب ہدایہ تو عدم تکرار صلوٰۃ جنازہ پر استدلال قائم کرر ہے ہیں۔ امتناع صلوۃ جنازہ علی الغائب کی وہ دلیل قائم نہیں کرر ہے پس مفتی صاحب نے صاحب ہدایہ کے استدلال کو غلط عنوان دے رکھا ہے۔ نماز جنازہ کے تکرار کی عدم مشروعیت یہ ایک علیحدہ دعوی ہے۔ اور امتناع نماز جنازہ علی الغائب یہ ایک علیحدہ دعوی ہے۔ اور ہر دو کے عنوان علیحدہ

علیحدہ ہیں۔ آپ ذرا غور کریں۔ تو واضح ہو جائے گا کہ صاحب ہدایہ نے (جس کی صاحب فتح القدیر نے بھی تصدیق کی ہے) آپ نے تکرار جنازہ کی عدم مشروعیت اور عدم جواز پر مذکورہ بالا استدلال پیش کیا۔ کہ اگر تکرار نماز جنازہ مشروع ہوتا تو لوگ آخری نماز جنازہ کے بعد جب حضور نبی کرام صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا۔ نماز جنازہ کا عمل قبر انور پر ترک نہ کرتے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو قبر انور میں صحیح و سالم۔ بغیر کسی تغیر جسمی کے موجود ہیں۔ اور پھر صاحب فتح القدیر نے جناب مفتی صاحب کے عقیدہ کے خلاف تصریح فرمائی۔ کہ صاحب ہدایہ کا استدلال عدم مشروعیت تکرار جنازہ پر بالکل صحیح اور درست ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس کا اعتبار کرنا واجب ہے۔ اور ہم نے ہدایہ سے صاحب ہدایہ کا قول اور آپ کا موقف بصورت شرح قبل اس کے ذکر کر دیا ہے اور جناب ابن الھمام یعنی صاحب فتح القدیر نے صاحب ہدایہ کے استدلال کو صحیح قرار دیا۔ اور صاف لفظوں میں ذکر کیا۔ فرمایا: فھذا دلیل ظاہر فوجب اعتبارہ'' کہ تکرار جنازہ کی عدم مشروعیت کی دلیل جو صاحب ہدایہ نے ذکر کی یہ دلیل ظاہر ہے اور اسکا اعتبار کرنا اور اس کو صحیح تصور کرنا واجب ہے۔ پس صاحب ہدایہ کا استدلال ثانیاً ہم یہاں بوجہ خوف طوالت کے اور بوجہ نہ ہونے احتیاج کے ذکر نہیں کرتے۔ بلکہ یہ ذکر کرتے ہوئے خوشی اور فرط خوشی سے یہ اظہار کرنا پسند کرتے ہیں۔ کہ صاحب ہدایہ کے استدلال کو جو انھوں نے عدم تکرار صلوٰۃ جنازہ پر قائم کیا ہے۔ صاحب فتح القدیر اس کی تصویب کرتے ہیں۔ جناب مفتی صاحب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے مبارکہ میں جو تکرار ہوا ہے۔ آپ اس تکرار صلوٰۃ جنازہ کو مطلقاً۔ تمام لوگوں کے جنازوں کے لیے حجت قرار دیتے ہیں اس لیے ہم اس بحث میں مشغول ہوتے ہیں۔ کہ آیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ میں کیوں تکرار ہوا اور آپ کی تدفین میں کیوں تاخیر ہوئی۔ پس ہم حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کے متعلق بحث کرتے ہیں۔ ناظرین کرام۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے۔ اس مروجہ جنازہ کی وہاں ضرورت ہی نہ تھی۔ نیز مروجہ جنازہ میں امام ہوتا ہے۔ جو نمازیوں اور مقتدیوں کو نماز جنازہ پڑھاتا ہے۔ اور جو امام صلوۃ ہوتا ہے۔ وہ حقیقۃً میت کا بھی امام ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہر دو حالتوں میں امام ہیں۔ آپ حالت حیات اور حالت ممات میں ہمارے امام ہیں۔ لہذا اس جنازہ میں کوئی امام نہ تھا۔ پس صورت جنازہ یہ تھی کہ حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا میں جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سریر مبارک تھا جتنی مقدار لوگ اس حجرہ میں سما سکتے تھے۔ اتنی مقدار کے مطابق وہ حجرہ شریف میں باری باری علیحدہ علیحدہ فرداً فرداً بغیر امام کے نماز جنازہ بصورت درود شریف پڑھتے اور فارغ ہو کر حجرہ سے باہر آجاتے پس حضور کا جنازہ بغیر امام کے بصورت خواندن درود شریف تھا، اور وہ درود شریف سیرت کی کتابوں میں درج ہے۔ آپ مدارج النبوۃ جلد دوم میں اس درود شریف کو لکھا ہوا دیکھ سکتے ہیں۔ پس یہاں بھی ایک سوال ہے۔ کہ جب پہلی جماعت نے حجرہ شریف میں داخل ہو کر جنازہ بصورت درود شریف پڑھا تو فرض ادا ہو گیا۔ اور جنازہ نفلی تو غیر مشروع ہے اور ممنوع ہے۔ لہذا یہ تکرار غیر مشروع پایا گیا اس کا جواب اجمالاً یہاں یہ ہے (انشاء اللہ آئندہ تفصیل بھی آئے گی) کہ تکرار نماز جنازہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصیات سے ہے۔ نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ ہمارے مروجہ نماز جنازہ کے مثل نہ تھا۔ اس میں یہ مفہودہ دعائیں نہ تھی۔ اور نہ ہی اس میں کوئی امام تھا۔ کیونکہ جنازہ کا امام وہ میت کا بھی امام ہوتا ہے۔ اور یہ یہاں صورت جائز نہیں ہے۔ جناب مفتی صاحب فرماتے ہیں رسالہ منہاج القرآن صفحہ ۲۲ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے کچھ کے پڑھنے سے مسلمان سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ جنازہ پڑھنا فرض نہیں ہے۔ پڑھنے

والا گنہگار نہیں۔ مگر پڑھنا چاہیں تو قرآن وسنت کی رو سے بالکل جائز ہے۔ اس کے ناجائز ہونے کی کوئی شرعی دلیل کسی کے پاس نہیں غور کریں۔ کہ ہم عام مسلمانوں کی نماز میں جو ایک دعا ہی تو ہے۔ ان کلمات سے دعا مانگتے ہیں۔ الھم اغفرلحینا اھ حافظ محمد یونس چکوالوی کہتا ہے کہ مفتی پر واجب ہوتا ہے کہ وہ کوئی نقلی دلیل پیش کرے۔ عقلی دلیل اولاً پیش نہ کرے۔ البتہ نقل پیش کرنے کے بعد ثانیاً اس کی تصدیق عقلی دلیل سے جائز اور مستحسن ہے۔ عین الھدایہ جس کے مصنف سید جسٹس امیر علی رحمہ اللہ ہیں۔ آپ عین الھدایہ میں فرماتے ہیں۔ قولہ اور میت پر ایک ہی بار نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور دوبارہ بطور تنفل اس پر نماز مشروع نہیں (الایضاح) چنانچہ صاحب عین الھدایہ اس قول آنے والے کے تحت شروع کرتے ہیں۔ وان صلی الولی اے علی ا لمیت اور اگر ولی نے میت پر نماز پڑھ دی اور اگر تنہا (پڑھی) لم یجز لاحدان یصلی بعدہ تو اس کے بعد کسی کو میت پر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اگر چہ اس ولی کے برابر پایہ کے دوسرے اولیاء چاہیں۔ (الجوہرہ) پس اگر ولی سے بڑھ کر سلطان وغیرہ نے پڑھی تو بدرجہ اولیٰ پھر کوئی نہیں پڑھ سکتا۔ لان الفرض یتادیٰ بالاول کیونکہ فرض نماز کا تو اول کے پڑھنے سے ادا ہو چکا۔ والتنفل بھا غیر مشروع اور نفل پڑھنا اس نماز میں مشروع نہیں ہے۔ ف یعنی جس کا حق مقدم نہ ہو۔ اس کو نماز جنازہ نفلی طور پر پڑھنا شروع نہیں ہے۔ ''ولھذا راینا الناس ترکوا عن آخرھم الصلوۃ علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' اور اسی وجہ سے ہے کہ نماز جنازہ میں تنفل مشروع نہیں ہے۔ ہم نے تمام لوگوں کو ادنی سے اعلیٰ تک دیکھا کہ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر نماز پڑھنا ترک کیا۔ ف پس اگر نفل جائز ہوتی تو اس سے بڑھ کر کون سی فضیلت ہوتی۔ اگر وہم ہو کہ قبر پر نماز تو تین دن یا اس کے مانند تک جائز ہے۔ الجواب یہ کہ مدت مذکورہ تو میت کے متغیر ہو جانے کی وجہ سے ہے اور صریح منصوص ہے کہ زمین کسی پیغمبر کے جسم

کونہیں کھا سکتی۔ کہاں کہ سرور عالم افضل ''المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وعلیھم اجمعین و ھوالیوم کما وضع'' اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آج ویسے ہی ہیں جیسے مرقد شریف میں رکھے گئے تھے۔ پس اگر نماز جنازہ میں تنفل جائز ہوتا تو کوئی مانع نہ تھا۔ ابن ھمام نے کہا۔ کہ حق دار کو استثناء کرنا چاہیے۔ کیونکہ جس شخص کا حق ہے۔ اس کے حق میں نماز بطور نفل مشروع ہوگی۔ تا کہ وہ اپنا حق حاصل کرے (الفتح) اس سے عام اجنبی لوگوں کی نفی ہوئی۔ لیکن ولی کے برابر مرتبہ والوں کا حق شاید بوجہ ایک ولی کے پڑھ دینے سے ساقط ہو گیا فافہم رہا یہ کہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے فرداً نماز پڑھی۔ جیسا کے صحیح قول میں ہے۔ تو یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے تھا۔ اور امام ابو بکر البز از اور امام طبری نے ذکر کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو یہی وصیت فرمائی تھی۔ میں کہتا ہوں (سید امیر علی رحمہ اللہ) کے محتمل ہے۔ کہ تعظیم حق کی وجہ سے صحابہ کے ہر فرد پہ یہ بات فرض عین ہو۔ تو ہر فرد نے اپنا فرض ادا کیا۔ بعض علماء نے کہا۔ کہ قبر پر نماز پڑھنا بھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص سے تھا۔ کہ آپ کی نماز سے قبر منور ہوتی تھی اور صلاتی میں یاء نے خصوصیت کا فائدہ دیا۔ کہ میری نماز ان اہل قبور کے لیے موجب رفع ظلمات ہے۔ اور قرآن کریم میں بھی آتا ہے کہ ان صلاتک سکن لھم۔ بے شک آپ کی نماز ان کے لیے موجب سکون ہے۔

اور ہماری نماز تو ایسے ہی ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے فرمایا۔

تیری نماز بے حضور تیر امام بے سرور
ایسی نماز سے گزر ایسے امام سے گزر

پس جس شخص کا حق تقدم سب سے مقدم ہے۔ اس نے خود نماز جنازہ پڑھی یا کسی دوسرے کو پڑھانے کی اجازت دی۔ تو اب کوئی اس کے بعد نماز جنازہ پڑھ نہیں سکتا

یہاں ولی کا بھی حق ساقط ہو گیا۔ کیونکہ اقدم اور مقدم کے نماز جنازہ پڑھنے سے غیر مقدم وغیر اقدم کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اس کا عکس ثابت ہو۔ یعنی غیر مقدم اور غیر اقدم کے نماز جنازہ پڑھنے سے اقدم اور مقدم کا حق ساقط نہیں ہوتا پس شریعت نے جہاں ولی کو یا سلطان کو اعادہ کا حق دیا ہے۔ وہاں کے لیے نفل جنازہ مشروع ہے۔ ابن الھمام نے جو حق دار کو مستثنیٰ کیا ہے۔ کہ جو شخص اعادہ نماز کا حق شرعاً رکھتا ہے۔ اس کا استثناء ضروری ہے۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ جو مفتی صاحب کو ان کے موقف میں مفید پڑے۔ کیونکہ صاحب ہدایہ اس امر کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ غیر اقدم اور غیر مقدم کے نماز جنازہ پڑھنے سے ولی اعادہ حق جنازہ رکھتا ہے۔ قبل اس کے اس کا یہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ اس صورت میں ولی اگر چاہے تو اعادہ نماز جنازہ کر سکتا ہے۔ مگر جس تکرار کے مفتی صاحب قائل ہیں۔ اس تکرار نماز جنازہ کا فقہ حنفی میں کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ بلکہ ایسا تکرار ممنوع اور غیر مشروع ہے۔ مثلاً ولی کے علاوہ جنازہ کے بعد کسی کو نماز جنازہ پڑھنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ حق دار کے علاوہ بقیہ لوگوں کے لیے نماز جنازہ نفلی غیر مشروع ہے۔

پس ابن الھمام یہ "یستلزم منع الولی ایضاً من اعادۃ اذا صلیٰ من الولی اولیٰ منه" یہ اعتراض نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو صاحب ہدایہ کے قول اور موقف کو لازم ہے۔ کیونکہ ولی سے جو اولیٰ اور اقدم ہے۔ وہ جب نماز پڑھے گا۔ تو ظاہر ہے کہ اب ولی کا حق ساقط ہو جائیگا۔ ہاں اگر کسی عام انسان نے نماز جنازہ پڑھا دی۔ تو اس سے ولی کا حق ساقط نہ ہوگا۔ اور اب نفلی جنازہ ولی کے حق میں مشروع ہوگا۔ غیر مشروع نہ ہوگا اور اس ولی کے درجہ میں جو ولی ہونگے ان کا حق بوجہ ایک ولی کے پڑھنے سے ساقط ہو گیا چنانچہ قبل اس کے صراحۃً ہم نے ذکر کر دیا۔ پس ابن الھمام نے توضیح کی۔ کہ جس شخص کو اعادہ جنازہ کا حق ہے۔ اس کے حق میں نماز جنازہ نفلی

مشروع ہے۔ غیر مشروع نہیں ہے۔ پس ہم جناب ابن الھمام رحمہ اللہ کی مکمل عبارت نقل کر کے اس کی شرح کرتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ ابن الھمام نے جناب صاحب ہدایہ کی دلیل عدم تکرار صلوٰہ کے متعلق صاف فرمایا۔ کہ صاحب ہدایہ نے جو دلیل تکرار صلوٰۃ جنازہ کے غیر مشروع ہونے کی ذکر کی ہے۔ وہ ظاہر ہے اور اس کا اعتبار واجب ہے۔ صاحب فتح القدیر نے یہ نہیں کہا۔ کہ تکرار نماز جنازہ مشروع ہے۔ انہوں نے صرف اتنا واضح کیا کہ جس شخص کو شریعت نے حق دیا ہو۔ کہ وہ نماز جنازہ کا اعادہ کر سکتا ہے تو اس کے حق میں نماز جنازہ پڑھنا بطور نفل مشروع ہے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا۔ تکرار صلوٰۃ جنازہ ہر ایک کے لیے خواہ یہ تکرار ہزار مرتبہ ہو۔ یہ جائز ہے۔ چنانچہ ہم ان کی تمام عبارت کو لکھ کر اس مفہوم کو واضح کرتے ہیں۔ صاحب فتح القدیر نے فرمایا۔ "والتعلیل المذکور وھوان الفرض یتادیٰ والتنفل بھا غیر مشروع لیستلزم منع الولی من الاعادۃ اذا صلی من الولی اولیٰ منہ اذا قضا الفرض ھو قضاء حق المیت تادیٰ بہ فلا بد من استثناء من لہ الحق فتبقی المشروعیۃ یستوفی حقہ" ترجمہ تعلیل مذکور یہ ہے ۔کہ فرض تو اول کے پڑھنے سے ساقط ہو گیا۔ اور تنفل جنازہ کے ساتھ غیر مشروع ہے ۔یہ تعلیل مذکور مستلزم ہے۔ کہ ولی کو بھی نماز کے اعادہ سے منع کیا جائے۔ اس صورت میں کہ جب ولی سے کسی اولیٰ اور اقرب نے نماز جنازہ پڑھ دی۔ کیونکہ فرض جو میت کے حق کو پورا کرنے کا تھا۔ وہ اس اولیٰ اور اقرب ولی کے پڑھنے سے ادا ہو گیا۔ پس اب "ابعد" اور باقی عام لوگوں کے حق میں نماز جنازہ نفلی ہو گا۔ اور جنازہ نفلی اب غیر مشروع ہے۔ یہاں پر ابن الھمام فرماتے ہیں۔ کہ یہ کہنا کہ جب اول کے پڑھنے سے فرض ادا ہو گیا۔ اب بقیہ حضرات کے لیے۔ وہ جنازہ نفلی ہے اور غیر مشروع ہے۔ یہاں آپ فرماتے ہیں۔ کہ جس شخص کا حق ساقط ہوا ہو اور وہ نماز جنازہ کے اعادہ کا حق رکھتا ہو۔ تو ایسے حق دار کے لیے نفلی جنازہ مشروع ہے اور حق دار۔ یعنی صاحب حق

اس کے لیے نماز جنازہ مشروع ہے۔ لہذا تنفل جنازہ سے ایسے شخص کو مستثنیٰ کرنا چاہیے۔ کیونکہ حق دار کے لیے نماز جنازہ نفلاً مشروع ہے۔ اور حق دار۔ صاحب حق اس کے لیے اعادہ بصورت نفلی جنازہ مشروع ہے اور یہ دعویٰ بھی ضروری ہے کہ عدم مشروعیت نفلی جنازہ اس شخص کے حق میں ہے کہ جس کا شرعاً حق نہیں بنتا۔ اور امامن لہ الحق اور جو شخص جنازہ کے اعادہ کا حق رکھتا ہے۔ اس کیلئے مشروعیت جنازہ بطور تنفل جائز ہے۔ تا کہ وہ اپنا حق حاصل کرے اب اس عبادت میں یہ کہاں ہے۔ کہ تکرار نماز جنازہ کی ہر مسلمان کو اجازت ہے بلکہ اعادہ نماز جنازہ جس کا حق بنتا ہے۔ اس کو اعادہ کی اجازت دی اور ساتھ ہی فرمایا۔ کہ اس حق دار کے لیے تنفل جنازہ مشروع ہے۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ علامہ فتح القدیر تکرار صلوٰۃ جنازہ کا اعادہ کر سکتا ہے۔ یہاں مفتی صاحب نے بڑے شدومد سے کہا۔ کہ صاحب فتح القدیر نے۔ جب یہ کہا۔ کہ نفلی جنازہ جس شخص کا حق بنتا ہے اس کے حق میں نفلی جنازہ مشروع ہے تو صاحب ہدایہ کا استدلال عدم تکرار صلوٰۃ جنازہ کا باطل ہو گیا۔ یہ مفتی صاحب کی صریح خطا ہے۔ حافظ محمد یونس چکوالوی کہتا ہے۔ کہ صاحب فتح القدیر نے آگے "ثم استدل علی مشروعیۃ التنفل بترک الناس عن آخرھم الصلوۃ علی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" (الخ) صاحب ہدایہ کے اس استدلال کو صحیح قرار دیا۔ اور صاحب فتح القدیر نے یہاں صاف کہا۔ کہ صاحب ہدایہ کا استدلال اور ان کی دلیل عدم تکرار جنازہ کی واضح اور ظاہر ہے۔ فوجب اعتبارہ اور اس دلیل اور استدلال کا اعتبار ہے۔ یعنی صاحب ہدایہ کا استدلال علیٰ عدم تکرار نماز جنازہ پر صحیح اور درست ہے۔ مگر مفتی صاحب صاحب فتح القدیر کے قول کو تسلیم نہیں کرتے۔ یا پھر ان کو صاحب فتح القدیر کے قول کی سمجھ ہی نہیں آتی۔ کیونکہ صاف لفظوں میں صاحب فتح القدیر نے فرمایا کہ۔ صاحب ہدایہ کا استدلال صحیح ہے۔ فھذا دلیل ظاہر فوجب اعتبارہ۔ "ھکذا ینبغی ان یفھم ھذا

لمقام" صاحب فتح القدیر نے صاحب ہدایہ کے استدلال کو صحیح قرار دینے کے بعد فرمایا۔ ولھذا لم یشرع لمن صلی التکریر" کہ ہم اسی لیے کہتے ہیں کہ جس شخص نے ایک دفعہ میت پر نماز جنازہ پڑھی۔ تو اب اس کے لیے دوبارہ سہ بارہ نماز پڑھنا جائز نہیں۔ یہ مفتی صاحب کے موقف کے منافی ہے۔

ازمدرسہ بکعبہ روم یا بہ میکدہ
اے پیرراہ بگو کہ طریق صواب چیست

واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم" ○

گزشتہ ابحاث سے یہ امر ثابت ہوا ہے۔ کہ جناب مفتی صاحب جس نوع کے جنازہ میں تکرار کے طالب ہیں۔ اس کی فقہاء اجازت نہیں دیتے۔ صرف دو صورتیں جس میں ولی یا جس کو شریعت نے حق اعادہ نماز جنازہ عطا کیا ہے۔ صرف ان کے لیے نفلی جنازہ مشروع قرار دیا گیا۔ چنانچہ ابن الھمام رحمہ اللہ نے اس کو بڑی وضاحت کے ساتھ فتح القدیر میں ثابت کیا۔ اور تکرار جنازہ کے جواز میں یہ کہنا کہ نماز جنازہ دعا ہی تو ہے۔ لہذا تکرار دعا میں۔ یا تکرار جنازہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ الجواب جنازہ محض دعا ہی نہیں ہے بلکہ اس میں جہت نماز بھی ہے۔ اور جہت نماز جنازہ میں غالب ہے مثلاً جنازہ بغیر طہارت جسم کے ادا نہیں ہو سکتا۔ محض دعا کیلئے تو طہارت شرط نہیں ہے۔ یونہی اس میں تکبیر تحریمہ اور استقبال قبلہ یہ ایسے امور ہیں۔ جو جہت نماز کو غالب کرتے ہیں۔ پس دعا میں اور نماز جنازہ میں نسبت مساوات نہیں ہے۔ بلکہ ان ہر دو میں نسبت عموم وخصوص مطلق ہے۔ پھر جنازہ دعا ہے۔ مگر ہر دعا جنازہ نہیں ہوتی۔ ہر ناطق حیوان ہے۔ مگر ہر حیوان ناطق نہیں ہوتا۔ ناطق میں صرف حیوانیت ہی نہیں ہوتی کوئی اور شئے بھی اس میں ہوتی ہے۔ یونہی نماز جنازہ میں صرف دعا ہی نہیں ہوتی۔ کوئی اور شئے بھی اس میں ہوتی ہے۔

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے رازی نہ صاحب کشاف

ناظرین کرام! فقہ حنفی۔ یہ تمام فقہ جات کی سید اور سردار ہے۔ اس میں تصریح ہے کہ نماز جنازہ اگر ایسے شخص نے پڑھادی یا پڑھنے کی اجازت دے دی۔ یعنی یہ شخص ایسا ہے کہ اس کا حق تقدم سب سے اول ہے تو ایسے شخص کے نماز پڑھانے کے بعد کسی ایک کے لیے بھی اجازت نہ ہوگی۔ کہ اس میت پر کوئی نماز جنازہ پڑھے۔ کیونکہ جنازہ فرض کفایہ ہے۔ فرض عین نہیں ہے۔ اور جب جنازہ کو احق بالتقدم نے پڑھ دیا تو اب فرض ساقط ہو گیا۔ خواہ اس نے اکیلا ہی جنازہ پڑھا ہو کیونکہ نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں ہے۔ اب جو شخص بھی نماز پڑھے گا اس کے حق میں نماز جنازہ نفلی ہوگا۔ اور نفلی نماز جنازہ غیر مشروع ہے۔ البتہ جس شخص کو کسی صورت میں اعادہ صلاۃ کا حق دیا گیا ہو تو اس کے حق میں یہ نفلی جنازہ مطابق قول ابن الھمام کے مشروع ہے۔ اس کے بعد جو میں تکرار نماز جنازہ کے غیر مشروع ہونے کی دلیل ذکر کروں گا۔ یہ عوام الناس کے اذہان سے بالاتر ہے۔ مگر علماء اور خواص حضرات اس کو ضرور سمجھ جائیں گے۔ وہ دلیل یہ ہے کہ نماز جنازہ میں میت نمازی کے روبرو ہوتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ میت میں روح نہیں پس جب ہم میت کو آگے رکھ کر اس پر نماز پڑھتے ہیں تو یہ صورت تشبہ بعبادۃ الصنم کی عکاسی کرتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ پہلی صف کے لوگوں کو اتنا ثواب نہیں جتنا کہ آخری صف والوں کو ملتا ہے۔ کیونکہ پہلی صف تشبہ بعبادۃ الصنم کی کامل مظہر ہے۔ لہذا یہ جنازہ کا ثواب کم پائے گی۔ پس علماء نے کہا۔ جنازہ میں فی ذاتہ حسن نہیں ہے۔ بلکہ بوجہ ادائے حق مسلم اس میں حسن لغیرہ ہے۔ پس جب اس میں حسن لذاتہ نہیں ہے۔ حسن لغیرہ ہے۔ تو ہم کو کیا مصیبت پڑی ہے۔ کہ ایک دفعہ پڑھنے کے بعد اس عمل کا تکرار کریں جس میں تشبہ بعبادۃ الصنم ہے۔ ہاں بیشک جو غیر

شعوری طور پر صنم پرستی کا شکار ہیں۔ وہ تکرار نماز جنازہ کے ضرور قائل ہوں گے۔ اور لوگوں کو اس پر رغبت دلائیں گے۔ جہاد میں بھی فی ذاتہ حسن معدوم ہے۔ اور جہاد بھی بوجہ اعلائے کلمۃ اللہ اور بوجہ دفاع شرارت کفار حسن لغیرہ ہے۔ پس علماء اصول فقہ تکرار نماز جنازہ کا کسی وقت بھی حکم نہیں دیں گے۔ اگر کسی اجنبی نے نماز جنازہ پڑھا دی۔ تو یہاں ولی کو جو اعادہ صلاۃ جنازہ کا حق ہے وہ کوئی لازم نہیں ہے۔ کیونکہ اجنبی کے پڑھنے سے فرض کفایہ ادا ہو گیا۔ ولی اگر چاہے اعادۃ نماز جنازہ کر سکتا ہے۔ پس اس مخصوص صورت میں ولی کیلئے نماز نفلی مشروع قرار پائی۔ ولی کے علاوہ بقیہ لوگوں کیلئے جائز نہیں ہے۔ کہ وہ ایسے میت پر نماز جنازہ پڑھیں۔ پس خلاصہ بحث یہ ہے کہ نماز جنازہ حسن لغیرہ ہی ہے۔ عام حالات میں اس کا تکرار بطور نفل غیر مشروع ہے۔ سلطان یا ولی کا اعادۃ۔ ایک مخصوص صورت میں ہے۔ لہذا یہ تکرار بصورت نفل عدم مشرعیت سے مخصوص اور مستثنٰی ہوگا۔

ناظرین کرام! جناب مفتی عبدالقیوم صاحب قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کو نماز جنازہ علی الغائب قرار دیتے ہیں۔ نیز اس کو نماز کے تکرار پر بھی حجت قرار دیتے ہیں۔ مگر یہ دونوں مسئلہ ان کے صحیح نہیں ہیں۔ اول مسئلہ پر تنبیہ کر دی ہے۔ کہ قبر پر نماز جنازہ یہ غائب پر نماز جنازہ کی صورت نہیں ہے اور غلطی نمبر ۲ یہ کہ قبر پر مثلاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھنا۔ اس کو تکرار نماز جنازہ کی دلیل بنانا یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ یہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے۔ کیونکہ آپ خلیفہ اعظم ہیں۔ جن کا حق تقدم سب پر ہے، اور سب سے اول ہے، اور آپ نے فرمایا کہ میری نماز میت کیلئے موجب راحت وسکون ہے۔ پس خواہ میت پر نماز پڑھ کر ہی اس کو کیوں نہ دفن کیا ہو۔ ایسے میت پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز جنازہ پڑھنا۔ یہ حضور کے خواص اور خصوصیات سے ہے۔ اور اگر کسی مردہ کو غسل دیکر بغیر جنازہ کے اس کو دفن

کردیا گیا تو ایسی قبر پر تو بغیر کسی اختلاف کے نماز جنازہ اس میت کے پھٹنے سے قبل پڑھا جا سکتا ہے۔ اور اس صورت میں تکرار نہیں ہوا ہے۔ اب ہم نماز جنازہ علی الغائب کے عدم جواز کی بحث میں مشغول ہوتے ہیں۔ پس پہلے مسئلہ کی تفصیل ذکر کر دی گئی۔ اب مسئلہ نمبر ۲ پر مطابق فقہ حنفی باذن اللہ تعالی بحث کرتا ہوں۔ میت غائب پر نماز جنازہ کی بحث۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ناظرین کرام! جناب مفتی صاحب کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میت غائب پر ایک دفعہ نہیں متعدد دفعہ قبر یا غیر قبر۔ یعنی بغیر قبر کے (غائب میت پر) نماز جنازہ ادا کی ہے۔ اس لیے احناف کو بھی میت غائب پر نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی تردد نہیں ہونا چاہیے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک مرتبہ بھی صراحۃً یا کنایۃً ممانعت نہیں فرمائی۔ تو امت کیلئے بالکل جائز ہے۔ کہ وہ کسی میت پر چاہیں تو نماز غائبانہ ادا کر سکتے ہیں۔

الجواب باذن اللہ الوھاب۔ از حافظ محمد یونس عفی عنہ۔ جناب مفتی صاحب آپ نے صحیح نہیں سمجھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تین قسم ہے۔ قولی۔ فعلی۔ تقریری مثلاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبان سے ارشاد فرمایا۔ یا آپ نے کوئی کام کیا۔ یا آپ کے سامنے کسی نے کچھ کہا۔ یا کام کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی اختیار کی پس یہ تینوں حدیث ہوں گی۔ مانسب الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من قول او فعل او تقریر یہ حدیث ہے۔ فعل میں احتمال خصوصیت ہوتا ہے۔ مگر قول میں احتمال خصوصیت نہیں ہوتا۔ مفتی صاحب آپ پر لازم ہے کہ آپ نماز جنازہ علی الغائب کے جواز پر حدیث قولی پیش کریں۔ کہ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا ہو کہ صلوا علی المیت الغائب کہ تم میت اگر غائب ہو۔ حاضر نہ ہو۔ اس کا جنازہ پڑھا کرو۔ تمام کتب احادیث سے آپ کو نہ ملے گا کہ حضور نے صحابہ

کومیت غائب پر راغب کرنے کیلئے کسی وقت مطلقاً یہ ارشاد فرمایا ہو۔ کہ میت غائب پر نماز جنازہ ادا کرنا ثواب کا کام ہے۔ بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجھہ سے حدیث ہے۔ جو صحاح ستہ میں مذکور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجھہ الکریم فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین کام میں جلدی کرو۔ جب نماز کا وقت آجائے۔ اس کو ادا کرو اور لڑکی کا نکاح کردو جب تو اس کا کفو پائے۔ اور جنازہ کو جلدی پڑھو۔ اذا حضرت جبکہ جنازہ حاضر ہو۔ کوئی آپ کا ایسا ارشاد نہیں ہے کہ جس میں آپ نے مطلقاً مذکورہ نوعیت کا جملہ کہ صلوا علی المیت الغائب زبان دُرفشاں سے ملفوظ کیا ہو۔ الجنازۃ اذا حضرت کے اس ارشاد قولی سے عام مخاطبین اور سامعین کو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جنازہ میں حضورت میت شرط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز جنازہ کی نیت میں نیت کرنا لازم ہوتا ہے۔ کہ دعا واسطے اس حاضر میت کے۔ دعا واسطے میت غائب کے۔ جنازہ میں نہیں ہے۔ اور یہ فقیر کہتا ہے۔ اگر حدیث قولی مطابق جملہ انشائیہ کے ثابت ہوتی۔ تو ہمارے فقہاء احناف کبھی بھی اپنی کتب فقہ میں نماز جنازہ علی الغائب کے ممنوع اور غیر مشروع ہونے کا ذکر نہ کرتے۔ صلی علی النجاشی اربعاً۔ یہ تو فعل ہے۔ قول نہیں ہے۔ اور اس واقعہ کے ضمن میں حضور نے صحابہ سے یہ فرمایا ہو کہ اٹھو اور نجاشی پر نماز جنازہ پڑھو۔ تو یہ بھی مطلقاً نماز جنازہ علی الغائب کے جواز کی علت نہیں بن سکتا۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ بذات خود نماز جنازہ (علی النجاشی) پڑھنے کیلئے تیار ہو گئے تھے۔ لہٰذا ضمناً آپ نے صحابہ سے فرمایا۔ کہ اٹھو اور جنازہ کی تیاری کرو۔ یا جنازہ پڑھو۔ پس ہمارے علماء نے صلی علی النجاشی اربعاً کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جنازہ کو جو نجاشی پر غائبانہ پڑھا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں شمار کیا۔ یہ فقیر جناب مفتی صاحب کو دس روپے انعام دے گا۔ اگر مفتی صاحب کوئی حدیث قولی پیش کریں کہ جس میں حضور نے مطلقاً یہ فرمایا ہو کہ غائب پر نماز جنازہ

پڑھا کرو۔ انعام انعام ہی ہوتا ہے خواہ تھوڑا ہی ہو چلو ہم مفتی صاحب کو مبلغ 11 روپے انعام دے سکتے ہیں اگر وہ حدیث قولی پیش کر دیں اور آپ نے فقہا احناف کو یہ مشورہ دیا ہے کہ انہیں نماز جنازہ علیٰ میت غائب پڑھنا چاہیے۔ پس مشورہ دینے کے بعد آپ اپنے موقف پر دلائل پیش کرتے ہیں۔ (1) دلیل ذکر کی۔ مگر یہ دلیل ان کی مخدوش ہے۔ اور اس سے ان کا موقف کہ میت غائب پر نماز جنازہ پڑھنا چاہیے۔ ثابت نہیں ہوتا قولہ (دلیل نمبر 1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔ آخری چھٹا حق یہ ہے کہ جب وہ مر جائے تو اس پر نماز جنازہ ادا کرو۔ اصلی عربی الفاظ اس حق نمبر چھ کے یہ ہیں۔ ''واذا مات فاتبعہ'' کیا مفتی صاحب فاتبعہ کا ترجمہ یہی ہے۔ کہ جب وہ مر جائے تو اس پر نماز ادا کرو''اتبع یتبع اتباعاً'' کا معنی کسی لغت والے نے نماز جنازہ پڑھنا ذکر نہیں کیا۔ اور یونہی ''تبع یتبع تبعاً اور اتبع یتبع اتباعا'' کسی کا معنی جنازہ پڑھنا نہیں ہے اور پھر یہ تعمیم نکالنا۔ اور بطور نتیجہ یہ ذکر کرنا کہ اس حدیث پاک میں نماز جنازہ کا حکم عام ہے۔ خواہ میت حاضر ہو۔ خواہ غائب آپ ذرا غور فرمائیے۔ پہلے پانچ حقوق ان کی ادائیگی میں تو مسلم کا حاضر ہونا ضروری قرار دیا گیا۔ اور اس آخری حق میں کونسی شئی مانع ہوئی کہ میت غائب کا حق غائبانہ صورت میں ادا کرنا لازم ہوگا۔ کیونکہ آپ تعمیم کے قائل ہیں۔ آپ ذرا غور فرمائیں گے۔ تو یہاں لفظ اتباع سے مقصد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہے کہ تم اس کے جنازہ کی پیروی کرو۔ یہاں تک کہ بوقت جنازہ۔ وہ میت مسلم متبوع یا متبع ہوگا۔ پس وہ متبوع اور متبع اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ کہ اس کی نعش آپ کے سامنے اور روبرو ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ ابی نے اذا مات فاتبعہ۔ فرما کر آپ نیا اس مسئلہ کو بھی حل کر دیا۔ کہ مسلم میت کے جنازہ کو متبوع اور متبوع اور متبع بناؤ اور متبوع اور متبع کو آگے اور روبرو ہونا لازم ہے۔ پس اذا مات فاتبعہ

کا جملہ مبارکہ متقاضی ہے۔ کہ اس کی نعش حاضر ہو۔ اور پھر آپ کا صریح ارشاد کہ الجنازہ اذا حضرت۔ حضور میت پر صراحتہ دال ہے۔ پس فاتبعہ میں ضمیر میت کی طرف راجع ہے۔ پس اس اتباع میں میت کا سامنے ہونا لازم ہے پس میت متبوع اور متبع اسی صورت میں ہوگا کہ اسکی نعش آپکے سامنے ہو یہ نہیں ہے کہ جنازہ اور میت متبع اور میت غائب ہزاروں میل دور ہو اور آپ کسی میدان میں یا کسی بازار کے چوک میں۔ اس کا جنازہ پڑھ رہے ہوں۔ پس اذا مات فاتبعہ کا تقاضہ یہ ہے کہ حاضر ہو۔ غیبو بیت کی صورت میں اتباع جنازہ کا تحقق کیسے ہوسکتا ہے میرے خیال میں جناب مفتی صاحب اور ان کے ہم نوا میت غائب کا جنازہ پڑھتے نہیں ہیں بلکہ اس بیچارے میت غائب کا جنازہ نکالتے ہیں پس خلاصہ بحث یہ ہے۔ کہ فعل میں احتمال خصوصیت ہوتا ہے اور نہ ایسا فعل مقیس علیہ بنایا جا سکتا ہے البتہ ایسا فعل (جو طبعی نہ ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص بھی نہ ہو) اور اس فعل پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مواظبت اور مداومت بھی کی ہو۔ اور اس فعل کے تارک پر آپ نے انکار کیا ہو۔ تو ایسا فعل بے شک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر واجب ہوتا ہے (نورالانوار) ہم نے جو جنازہ میت غائب پر طنز کی ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر ہمارے نماز غائبانہ کے شرکاء نجس اور پلید جوتوں کے ساتھ اور بلا وضو غائب میت کی نماز جنازہ میں شریک ہوتے ہیں۔ پس یہ تو میت غائب کے ساتھ سنگین مذاق ہے۔ ہم نے اس بحث میں جناب مفتی صاحب کی الفظ فاتبعہ سے جو گرفت کی ہے۔ تو اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ اس سے اثبات جنازہ علی الغائب نہیں ہوسکتا۔ اور ساتھ ہی ہمارا مقصد تھا۔ کہ مفتی صاحب نے دلیل نمبر 2 میں علماء احناف پر ایک رکیک حملہ کیا کہ نجاشی پر نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی ہے۔ پس عمل رسول سے جواز ثابت ہے۔ جبکہ تاویلات دور [illegible] کار ہیں تو ہم نے مفتی صاحب پر گرفت کی۔ کہ آپ بھی فاتبعہ کا ترجمہ بطور تاویل کر رہے ہیں اس

لئے اگر علماء احناف نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل مبارک میں خصوصیت کا قول اپنایا ہے تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ فعل میں احتمال خصوصیت تھا ۔اور علماء احناف نے غور کیا۔ تو ان پر واضح ہوا۔ کہ یہ فعل صلوۃ علی المیت الغائب یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصیات سے ہے پس مفتی صاحب علماء احناف کے قو ل خصوصیت کا ابطال نہیں کر سکتے۔ بلکہ جو دلائل اپنے موقف پر قائم کرتے ہیں۔ وہ دلائل ان کے موقف کی ضد کو ثابت کرتے ہیں بے شک یہ حدیث صحاح ستہ میں موجود ہے۔ کہ صلے علی النجاشی اربعا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی پر چار تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھی جائے۔ پس چار سے ہمارے علماء نے دلیل پکڑی کہ میت پر چار تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ پس چار سے زائد تکبیر وں سے نماز جنازہ پڑھنا۔ تکبیروں کے حق میں منسوخ ہے۔ مگر نماز جنازہ علی الغائب۔ مثلاً نجاشی پر جو آپ نے پڑھا۔ اس کو ہمارے علماء کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خصوصیات میں شمار کیا۔ یا یہ جنازہ نہ تھا۔ بلکہ صرف دعا تھی یعنی جنازہ لغوی تھا۔ جنازہ

معروفہ نہ تھا مگر یہ تیسری تاویل صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ باقاعدہ اس جنازہ میں صف بندی ہوئی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جنازہ میں امام تھے اور چار تکبیر وں سے نمازہ ادا کی گئی مگر یہ مفتی صاحب کا وہم ہے۔ کہ نماز جنازہ علی الغائب متعدد بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی ہے۔ متعدد بصورت کثرت لغوی کا تحقق نہیں ہوا ۔مگر مفتی صاحب مطابق **الھاکم التکاثر حتی زرتم المقابر**۔ محض کثرت۔ جنازہ علی الغائب ثابت کرنے کے لئے ان جنازوں کو بھی غائبانہ جنازوں میں شمار کرتے ہیں۔ جن جنازوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر پڑھا اور اس میں

شک نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر نماز جنازہ پڑھا۔ حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی کتاب جامع ترمذی میں یہ باب باندھا ہے۔ فرمایا باب ما جاء فی الصلوۃ القبر۔ حضرت شعبی فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اس شخص نے خبر دی ہے۔ جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ اور اس نے یہ خبر دی کہ حضور نے دیکھا کہ ایک قبر دور علیحدہ ہے۔ پس آپ کے صحابہ نے صف باندھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قبر پر نماز جنارہ پڑھی۔ امام ترمذی فرماتے ہیں۔ والعمل علی ھذا عند اکثر اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وغیرھم۔ اور یہی قولِ شافعی ہے اور امام احمد ہے اور امام اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور بعض اہل علم کا یہ قول ہے کہ لایصلی علی القبر۔ اور یہ قول حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ حضرت امام عبداللہ مبارک نے فرمایا کہ جب میت بغیر جنازہ پڑھے۔ اس کو دفن کر دیا جائے تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور حضرت امام احمد و اسحاق کا بھی مذہب ہے کہ قبر پر ایک ماہ تک نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔ اس پر انہوں نے یہ حدیث پیش کی کہ ام سعد فوت ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ تھے۔ غائب تھے پس جب آپ تشریف لائے تو آپ نے ام سعد کی قبر پر نماز جنازہ پڑھا۔ اور یہ ایک ماہ بعد جنازہ پڑھا گیا۔ حضرت امام نخعی اور امام ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمھم اللہ تعالیٰ کا یہ مذہب ہے کہ اگر بغیر نماز جنازہ پڑھے (اولاً) میت کو دفن کر دیا گیا۔ تو اس کی قبر پر جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ اور اگر میت پر نماز جنازہ پڑھا گیا اور بعد ازاں میت کو دفن کیا گیا تو پھر نماز جنازہ قبر پر نہ پڑھا جائے۔ کیونکہ نماز جنازہ میں تکرار بطور نفل غیر مشروع ہے۔ اس صورت کے خلاف جو صورت آتی ہے کہ باوجود اس کے اولاً نماز

جنازہ میت پر پڑھا گیا اور میت دفن ہوگئی اور اس کے بعد حضور نے ایسے میت کی قبر پہ نماز جنازہ پڑھا۔ تو اس کا جواب شیخین رحمہا اللہ نے یہ دیا کہ یہ صلوٰۃ علی القبر، بطریق صلوٰۃ جنازہ نہ تھی۔ بلکہ بصورت دعا تھی۔ یا یہ جنازہ معروفہ شکل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے ہے۔ یہاں تک کہ بعض علماء کا یہ قول ہے کہ نماز جنازہ قبر پر مطلقاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ خواہ اس میت پر اولاً نماز جنازہ پڑھی گئی ہو۔ یا نہ۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے قول ہی سے اس خصوصیت کا نشان ملتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میری نماز سے اہل قبر کو راحت حاصل ہوتی ہے۔ اور ان کی قبور کی ظلمت دور ہوتی ہے۔ تو صلوٰتی کی یا نے خصوصیت کا سماں پیدا کر دیا۔ جیسے قرآن کریم میں آتا ہے۔ صل علیهم ۔ ان صلاتك سكن لهم ۔ پس آپ کی صلوٰۃ خواہ جس صورت میں ہو۔ دعا لغوی کی صورت میں ہو۔ یا جنازہ معروفہ کی صورت میں ہو میت وغیرہ میت کے لیے موجب سکون ہے۔

اے حبیب اللہ وہ خدا ہے

جس نے تجھ کو ھمہ تن کرم بنایا

ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستان بتایا

مفتی صاحب چونکہ جنازہ علی القبر کو بھی نماز جنازہ علی الغائب خیال کرتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے کہا۔ کہ یہ عمل متعدد دفعہ ہوا۔ مگر ہم نے اس سے قبل یہ ذکر کیا ہے۔ کہ جو جنازہ قبر پہ پڑھا جائے۔ وہ نماز علی الغائب کے زمرہ میں نہیں ہے عین الھدایہ کے مصنف سید جسٹس امیر علی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ قولہ اگر کہا جائے کہ کیونکر نماز جائز ہوگی (یعنی قبر پر) حالانکہ وہ نظر سے غائب ہے (یعنی میت قبر میں ہے اور وہ میت

غائب ہے) جواب یہ ہے کہ ایسا غائب ہونا نماز سے مانع نہیں ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ قبل دفن کفن میں چھپا ہوا تھا۔ یعنی کفن میں مستور تھا) یا غائب تھا۔ تو ایسے ہی اب قبر میں مستور اور غائب ہے۔ مگر ہم نے قبل اس کے بحث کر دی ہے کہ میت جو قبر میں ہو اس قبر پہ نماز جنازہ۔ جنازہ علی الغائب نہیں کہلاتی۔ ٥ اگر مکفن شدہ میت پر کوئی شخص رضائی یا چھوٹا کمبل ڈال دے۔ اور امام اس حالت میں اس پر نماز جنازہ پڑھ دے تو کیا کوئی عقلمند اس سے یہ سمجھے گا کہ یہ جنازہ میت غائب پر پڑھا گیا ہے۔ اور جناب مفتی صاحب کے نزدیک یہ صورت مذکورہ بھی نماز جنازہ علی الغائب کی ہونی چاہیے۔ کیونکہ اس حالت میں میت مکمل طور پر مستور اور غائب ہے۔ پس یہ صورت اور میت کا قبر میں ہونا ان دونوں کو جنازہ علی میت غائب تصور کرنا درست نہیں ہے۔ اور مفتی صاحب کا یہ کہنا۔ کہ یہ نماز غائبانہ حضور نے کثرت کے ساتھ پڑھی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کثرت کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ نجاشی پر اور معاویہ بن معاویہ ان ہر دو پر حضور نے نماز غائبانہ پڑھی۔ اور حضرت مولانا احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ نے تین کا قول ذکر کیا ہے۔ آپ نے دو پر پڑھا یا تین پر پڑھا۔ یہ آپ کی خصوصیات سے ہے۔ مگر جس طریقہ سے مفتی صاحب کثرت نماز جنازہ علی الغائب ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں وہ طریقہ صحیح اور درست نہیں ہے۔ قبر پر صلاۃ جنازہ۔ یہ نماز علی میت غائب کے زمرہ میں نہیں ہے۔

جناب مفتی صاحب نے اپنے فتویٰ میں ایک عنوان باندھا۔ عنوان یہ ہے کہ نماز غائبانہ کے ناجائز ہونے کی سب سے بڑی دلیل پر غور صفحہ 19 قولہ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ کے عدم جواز پر سب سے بڑی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ادا نہیں کی گئی الخ۔ ناظرین کرام! آپ ذرا مفتی صاحب کے استدلال پر غور و فکر کریں۔ جو دلیل عدم تکرار جنازہ کی صاحب ہدایہ نے

ذکر کی ہے۔ کہ تکرار جنازہ مشروع نہیں ہے۔ اگر مشروع ہوتا۔ تو قبر انور پر نماز جنازہ پڑھنا لوگ ترک نہ کرتے۔ پس جو دلیل صاحب ہدایہ عدم تکرار جنازہ کی ذکر کرتے ہیں جناب مفتی صاحب اس کو نماز غائبانہ کے عدم جواز پر عمل کرتے ہیں۔

جناب مفتی عبدالقیوم صاحب ایک تیر سے دو شکار حاصل کرنے کے عادی ہیں آپ اپنے خلاصہ بحث میں ہر دو یعنی تکرار نماز جنازہ اور جنازہ غائبانہ ہر دو کے متعلق یوں رقم طراز ہیں۔ صفحہ 21 خلاصہ بحث یہ کہ میت پر غائبانہ نماز ادا کرنا۔ یا دوبارہ نماز ادا کرنا اگر ضرورت ہو۔ تو بالکل جائز ہے۔ اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اقول مفتی صاحب نے ضرورۃ کی وضاحت نہیں کی۔ کہ وہ کونسی ضرورت ہے۔ جو جواز پیدا کر رہی ہے۔ بے شک یہ مقولہ صحیح اور درست ہے۔ کہ الضرورات تبیح المحظورات۔ کہ ضرورتیں ممنوع اشیاء مباح کر دیتی ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مفتی صاحب ان ہر دو مسئلہ کو فی ذاتہ ممنوع اور غیر مشروع سمجھتے ہیں۔ لیکن بوجہ ضرورت کے یہ ہر دو ممنوع مباح ہو جاتے ہیں مفتی صاحب نے ضرورۃ کا سہارا لیکر واضح کہہ دو کہ میں اندر سے تمہارے ساتھ ہوں۔ اور یہ اختلاف میرا صرف ظاہر کے اعتبار سے اگر مجھے یا کسی میرے ہمنوا کو ضرورت لاحق ہو جائے تو اس وقت میں ان ہر دو کو جائز اور مباح سمجھتا ہوں۔ جناب مفتی صاحب نے اپنے فتویٰ میں ایسے اقوال بھی ذکر کیے۔ جو ان کے موقف کے خلاف تھے۔ مگر وہ خاموشی کے ساتھ ان کو ذکر کرنے کے بعد ان سے گزر جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں یہ طریقہ عملاً اختیار کیا ہے۔ ورنہ جو شے اپنے موقف کے خلاف ہو اس کا جواب دینا لازم ہوتا ہے۔ مثلاً صفحہ ۲۰ پر بیان کیا۔ "ثم دخل الناس علی رسول الله یصلون علیه ارسالاً دخل الرجال حتیٰ اذا فرغوا" الخ پھر اس کی شرح ابن سہیلی رحمہ اللہ نے جو ذکر کی ہے۔ اس کو یوں ذکر کیا۔ "هذا خصوص به صلی الله علیه

وسلم ولا یکون ھذا العمل الا من توقیف' الخ جناب ابن سہیلی نے مذکورہ بالا عبارت کی شرح کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ حجرہ شریفہ میں بغیر امام کے کئی بار ادا ہوا۔ کہ لوگ اتنی مقدار میں حجرہ شریف میں داخل ہوتے۔ جتنی اس میں گنجائش تھی تو یہ جماعت جنازہ معروفہ نہ پڑھتی۔ مثلاً دس بندے حجرہ شریف میں داخل ہوتے۔ تو جب ایک جماعت حجرہ شریف (جہاں حضور کا سریر مبارک تھا) میں داخل ہوتی۔ تو یہ جماعت جنازہ بصورت درود شریف پڑھتی اور پڑھنے کے بعد حجرہ سے خارج ہو جاتی۔ تو پھر دوسری جماعت پھر تیسری جماعت آخر تک۔

حتی کے آخری جماعت میں حضرت ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم شریک تھے۔ پس صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما ہر دو داخلِ حجرہ ہو کر ہر دو نے نماز جنازہ بصورت درود شریف پڑھی۔ پس حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت فاروق سب سے آخر میں حجرہ شریف میں داخل ہوئے۔ اور نماز جنازہ سے فارغ ہوئے اس پر ابن سہیلی فرماتے ہیں کہ جنازہ کی یہ صورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی اور یہ صورت جنازہ توقیفی تھا۔ اس میں عقل کو کوئی دخل نہیں ہے۔ بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جمیع صحابہ کو اپنے اوپر نماز پڑھنے کا طریقہ کہ جنازہ بصورت درود ہو۔ امام نہ ہو وغیرھا۔ ان سب کی آپ نے اپنے صحابہ کو خبر دی ہو گی۔ جناب ابن سہیلی کے مندرجہ ذیل لفظوں پر غور کریں۔ الفاظ یہ ہیں۔ "ولا یکون ھذا العمل الا عن توقیف" یہ الفاظ واضح کرتے ہیں۔ کہ صحابہ نے از خود یہ صورت جنازہ اختراع نہیں کی۔ بلکہ ان کو حضور نے اس طرح پڑھنے کی وصیت کی۔ اب یہاں سوال ہے کہ جب پہلی جماعت نے حضور پر نماز جنازہ بصورت درود شریف بہ نیت جنازہ پڑھا۔ تو فرض ساقط ہو گیا۔ اور نفل جنازہ تو غیر مشروع ہے تو دوسری اور تیسری اور چوتھی بار کے جنازے (مثلاً) یہ تو اس تکرار کے ضمن میں آتے ہیں جو تکرار غیر

مشروع ہے۔ آخری بار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ پڑھنا وہ تکرار تنفل جنازہ غیر مشروع کی حد میں نہیں آتا۔ کیونکہ ابوبکر صدیق تو خلیفہ تھے۔ جن کا حق تقدم صلوٰۃ جنازہ میں سب سے اول اور اقدم تھا۔ چونکہ یہ صاحب حق ہیں۔ اس لیے ان کا نماز جنازہ بطور نفل غیر مشروع نہیں ہوگا بلکہ مشروع ہوگا۔ مگر پہلی جماعت کے بعد نماز جنازہ بصورت تنفل جنازہ غیر مشروع کی حد میں آتا ہے اسی کا جواب ابن سہیلی رحمہ اللہ نے دو طریقہ سے دیا۔ اول یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے ہے۔ کہ بغیر امام کے جتنی دفعہ بھی تکرار کے ساتھ نماز جنازہ پڑھا گیا ہے۔ وہ سب مشروع ہے۔ اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے ہے۔ اور پھر اس خصوصیت سے ذرا بڑھ کر فرمایا کہ یہ عمل تکرار جنازہ بغیر امام کے عمل توقیفی تھا۔ جس کی حضور نے اپنے صحابہ کو خود ہی اجازت دی تھی اور ہم نے قبل اس کے بحث میں صاحب الھدایہ کا قول ذکر کیا ہے کہ سید جسٹس امیر علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محتمل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ فرض کفایہ نہ تھا۔ سب صحابہ پر فرض عین تھا۔ پس ہر صحابی نے اس فرض کو ادا کیا۔ اب کسی نوع کا سوال نہ رہا۔ اور کسی جواب کی ضرورت نہ رہی پس یہ ظاہر اور ثابت ہے کہ جمیع صحابہ مہاجرین وانصار نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی۔ پس بعض مبتدعین جاھلین کا یہ سوال باطل ہے کہ ابوبکر صدیق و فاروق نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز جنازہ نہیں پڑھا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ صلی علیہ المهاجرون و الانصار۔ جمیع مہاجرین اور انصار نے آپ پر نماز جنازہ پڑھا۔ فافہم۔

نوٹ! حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نماز جنازہ میں جو تکرار ہوا ہے وہ جواز تکرار کی دلیل نہیں بن سکتا۔ اصل وجہ یہ ہے کہ فقہ حنفی کے قواعد اس وقت موجودہ توضیحی شکل میں نہیں تھے۔ اور علوم تو بتلاحق افکار مکمل ہوتے ہیں۔ پس بوجہ عدم علم تکرار

صلوٰۃ ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف کرے۔

جناب مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ صلوٰۃ جنازہ کے عدم تکرار۔ نیز امتناع صلوٰۃ علی الغائب پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ ان کا کہنا صحیح نہیں ہے۔ ذرا آپ بحرالرائق ص ۱۷۹ ج اول کا مطالعہ فرمایئے اس میں یوں ہے" **ولو كان الامام على طهارة و القوم على غير ها لا تعاد لان صلاة الامام صحت فلو عادو ا تتكرّرا لصلوة وانه لا يجوز**" فرمایا اگر امام صاحب طہارت ہو۔ اور قوم بے طہارت۔ بے وضو ہو، تو نماز جنازہ کا اعادہ نہ ہوگا۔ کیونکہ امام کی نماز تو بوجہ طہارت صحیح ہوگی۔ نماز جنازہ ادا ہو گیا۔ پس اگر قوم وضو کر کے نماز کا اعادہ کرے تو نماز جنازہ کا تکرار ہو جائے گا اور بے شک تکرار صلاۃ جنازہ جائز نہیں۔ دیکھئے صاحب بحرالرائق برملا کہہ رہے ہیں کہ تکرار نماز جنازہ جائز نہیں ثابت ہوا۔ کہ مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ مجھے حنفی ہونے پر فخر ہے۔ یہ دعویٰ جب صحیح بنتا ہے کہ آپ علماء احناف کی بات تسلیم کریں۔ کیونکہ حنفی فقہا تکرار نماز جنازہ کے قائل نہیں ہیں۔ بحرالرائق کے اسی صفحہ پر ہے۔" **وزادفى فتح القدير و غيره شرطاً ثالثاً فى ا لميت و هو وضعه امام المصلى**" فلا تجوز علی غائب فرمایا کہ فتح القدیر اور اس کے غیر میں تیسری شرط میت میں یہ ہے کہ وہ نمازی کے آگے سامنے روبرو ہو۔ پس غائب پر نماز جنازہ نہ ہوگا۔ پس صاحب بحرالرائق برملا کہہ رہے ہیں۔ کہ غائب پر نماز جنازہ ناجائز ہے۔ شرح نقایہ ج اول ص ۱۳۳

"**لكن بشرط اسلام ا لميت فلا يجوز على كافر و لا تصل على احدٍمنهم مات ولا تقم على قبره انهم كفرو بالله و رسوله وبشرط طهارته فلا تجوز بلا غسل وتيمم الا اذا دفن بدون احد هما ولم يكن اخراجه الا بالبنش فانه يصلى على قبره للضرورة و بشرط ان يكون موضوعاً امام المصلى، فلا يجوز على غائب**" نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ اس،

شرط کے ساتھ کہ میت مسلمان ہو۔ پس کافر میت پر نماز جنازہ جائز نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آپ کسی منافق پر نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا۔ اور میت کی طہارت بھی شرط ہے۔ بغیر غسل اور تیمم کے اس کا نماز جنازہ ممنوع ہے۔ مگر جب بغیر طہارت دفن کر دیا گیا تو اب اس کو غسل دیتے ہیں اگر نبش قبر ہو جاتا ہے۔ کہ بغیر نبش قبر اس کا نکالنا ممکن نہیں ہے۔ تو بوجہ ضرورت اس کی نماز جنازہ قبر پر ہی پڑھ دو۔ اور یہ بھی میت میں شرط ہے کہ میت نمازی کے آگے سامنے روبرو ہو۔ پس اگر میت غائب ہو۔ تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا مشروع نہ ہوگا۔ شرح نقایہ حاشیہ ۱۳۳ "اما صلاته علیه الصلوٰة والسلام علی النجاشی" الخ۔ نجاشی پر نماز جنازہ۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا۔ تو یہ نماز اس بنا پر تھی کہ نجاشی کا سریر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا۔ اور نجاشی کا جنازہ بحال مشاہدہ آپ نے پڑھا۔ پس امام کا مشاہدہ یا میت کا امام کے سامنے ہونا ہی مقتدیوں کی اقتدا کیلئے یہ کافی ہے۔ مقتدیوں کا روبرو ہونا اس صورت میں کوئی شرط نہیں ہے۔ اور بحر الرائق میں یہ بھی صراحتہً مذکور ہے۔ ج اول ص ۱۷۹۔

"اما صلاته علی النجاشی فاما لانه رفع له علیه السلام سریره حتی راه بحضرته فتکون صلاة من خلفه علی میت یراه الامام دون المامومین و هذا غیر مانع من الاقتداء واما ان یکون مخصوصاً بالنبی ۔ وقد اثبت کلاً منهما بالدلیل فی فتح القدیر"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز حضرت نجاشی پر جو غائب تھا (ملک حبشہ کا بادشاہ) یا تو اس کی یہ وجہ ہے کہ آپ نے اس کو اپنے حضور میں دیکھا۔ یعنی نجاشی کے سریر اور جنازہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا یہاں تک کہ آپ نے اس کو اپنے حضور میں دیکھا۔ پس یہ نماز ایسی ہے۔ کہ میت امام کے روبرو ہے۔ مگر مقتدیوں سے

وہ غائب ہے اور یہ شئے اقتدا سے مانع نہیں ہے۔ یا اس کا جواب یہ ہے کہ جنازہ علی الغائب مخصوص بہ نجاشی تھا۔ اور فتح القدیر نے ان ہر دو کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا۔ پس جنازہ میں میت کا حضور شرط ہے۔ اور انتفاء شرط سے انتفاء مشروط ہو جاتا ہے۔ رہا تکرار نمازِ جنازہ تو ایک دفعہ پڑھنے سے جب فرض ادا ہو گیا۔ اور نفل تو جنازہ میں غیر مشروع ہے۔ کیونکہ اس کے اوّل دفعہ پڑھنے میں بھی بوجہ تشبہ اس میں کوئی حسن لذاتہ نہیں ہے۔ اس بنا پر آخری صف جو اس تشبہ سے کچھ علیحدہ محسوس ہوتی ہے۔ اس کو جنازہ کا ثواب زیادہ ہے۔ اور پہلی صف کو ثواب کم ملے گا۔ پس جنازہ کا حسن لغیرہ ہے۔ یعنی اس کا حسن اس وجہ سے ہے کہ اس میں حق مسلم کی ادائیگی ہے ورنہ فی ذاتہ اس میں کیا حسن دھرا ہے۔ پس چونکہ اس میں "تشبہ بعبادۃ الصنم" ہے لہذا افضول تکرار سے اجتناب لازم ہے۔ اور تکرار بطور نفل جس کے لیئے مشروع نہیں ہے اس شخص کو تکرار جس سے روکا جائے گا جناب مفتی صاحب اپنے فتویٰ کے آخر ص ۳۲ پہ یوں تحریر کرتے ہیں۔ مفتی صاحب نے فرمایا۔ قولہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ جس طرح روزِ اوّل سے شروع ہوئی اس میں آج تک ایک لحہ کا انقطاع نہ ہوا نہ ہوگا۔ جناب مفتی صاحب نے ان اللہ وملٰئکتہ "یصلون علی النبی" کی ایسی تفسیر ذکر کر دی جو آج تک کسی مفسر نے نہیں کی۔ کیا جنازہ بحال حیات بھی کسی کا پڑھا جاتا ہے۔ جنازہ کا اختصاص بحال ممات ہے۔ یعنی فوت ہونے کے بعد ہے۔ اور بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر موت وارد ہوئی۔ یہ صحیح ہے کہ مفتی صاحب نے آخر میں جنازہ۔ یعنی درود شریف کی قید لگائی۔ مگر اصل حقیقت تو انہوں نے واضح کر دی۔ کہ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے حضور ﷺ کا ہمیشہ سے جنازہ پڑھ رہے ہیں۔ کیا اس

تقریر سے حضور کی مداح سرائی ہو رہی ہے؟ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے متعلق مدارج النبوۃ جلد دوم میں تحریر فرمایا کہ حضرت امام مالک جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر تشریف لائے تو آپ فرماتے ہیں۔ میں نے (زرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم) حضور کو دیکھا ہے۔ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ زبان پر نہ لاتے۔ کیونکہ لفظ قبر میت اور مردہ کی یاد دلاتا ہے۔ اور آپ اس لفظ قبر کو زبان پر لانا گوارانہ کرتے ناظرین کرام! جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ بصورت درود شریف ادا کیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم نے حضور کے کمالات کا بھی تذکرہ کیا۔ تو یہ آخری جنازہ تھا۔ اس کے بعد لفظ جنازہ کا اطلاق اور بصورت درود شریف جنازہ پڑھنا ممنوع ہوگا۔ کسی محدث اور فقیہ نے اس کے جواز کا قول نہیں کیا۔ بلکہ یہ غیر مشروع ہے۔ مثلاً صبح کے وقت نیت فرض کے ساتھ جب آپ دو رکعت نماز پڑھیں گے تو یہ دو رکعت نماز فرض آپ کی ہوئی۔ اور صبح طلوع آفتاب کے بعد وہ وقت گزرنے کے بعد آپ دو رکعت بصورت نیت نفل پڑھیں گے تو یہ دو رکعت آپ کے نفل ہیں۔ تو یہ دو رکعت نفل اور دو رکعت فرض صبح صورتاً واحد ہیں۔ مگر حقیقتاً پہلے دو فرض ہیں۔ اور دو رکعت بعد والے نفل اشراق ہونگے (مثلاً) حضور کے وصال کے بعد کا درود جب آپ کا سر یر حجرہ عائشہؓ میں تھا۔ وہ درود ایک فرض کی ادائیگی کے لئے تھا۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد جو اب ہم درود شریف پڑھتے ہیں یہ ہمارا درود شریف بالغ ہونے کے بعد ایک دفعہ پڑھنا فرض ہے۔ اس کے بعد اس کا تکرار ہمارے لیئے بطور نفل درجہ استحباب میں ہے۔ اور بے شک ہمارے پاس

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بجز ہدیہ درود شریف کے اور کیا ہے۔ مگر یہ ہم بہ نیت جنازہ نہیں پڑھتے۔

یا سیّد الانام درود جناب تو
وردزبان ماست ماہ وسال وصبح وشام
نزدیک توچہ تحفہ فرستادیم باز دور
در دست ماھمیں صلوٰت است والسلام

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبك خیر الخلق کلھم

حافظ محمد یونس چکوالوی الحال جامع مسجد شاہ ولایت ضلع گجرات

ہجرت حبشہ

جب نبی ﷺ نے اپنے صحابہ ؓ کو مصائب میں مبتلا پایا اور یہ دیکھا کہ انہیں ان مصائب سے نجات دلانا ممکن نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم حبشہ کی سرزمین کی طرف نکل جاؤ تو وہاں ایک بادشاہ ہے جس کی سلطنت میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا' اور وہ سچائی کی سرزمین ہے' حتیٰ کہ اللہ تمہارے لیے کوئی راستہ نکال دے۔'' یہ اسلام میں پہلی ہجرت تھی۔

تقاریظ

اضافی ایڈیشن نمبر 2

نوٹ

دوسرے ایڈیشن میں چند کبار علماء شیوخ الحدیث کی تقاریظ کا اضافہ کیا جا رہا ہے نیز غیر مقلدین کے ماہنامہ الاعتصام میں سیمینار کے ایک سال بعد مارچ 2009ء میں مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی کے مقالہ کے جواب میں مولوی عبداللہ سرور کے چھپنے والے ایک مضمون کا جواب حضرت مولانا محمد اعظم اشرفی نے دیا وہ بھی شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

ادارہ

شیخ الفقہ والحدیث استاذ الاساتذہ حضرت مولانا حافظ کریم بخش صاحب
سابق شیخ الفقہ مرکزی جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

بندۂ ناچیز کو غائبانہ نمازِ جنازہ کے عدمِ جواز پر لکھی گئی کتاب تحفۃً موصول ہوئی جسکو فاضل محترم ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب نے تحریر کیا ہے۔ چیدہ چیدہ مقامات سے پڑھنے کا اتفاق ہوا انکی یہ کاوش قابل تحسین ہے اور اعلحضرت عظیم المرتبت شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ العزیز کی قوتِ حافظہ اور بحورِ علم کی جھلک ڈاکٹر صاحب میں نظر آتی ہے۔ فاضل محترم نے کتاب لکھ کر اس مختلف فیہ مسئلہ کو نہ صرف بے غبار کیا بلکہ دلائل و براھین کی روشنی سے محقق، مدلّل و مبرھن کر دیا ہے۔ اللہ رب العزت نے ڈاکٹر صاحب کو معاملہ فہمی، ذہانت، ذکاوت اور محنت جیسی گونا گوں صلاحیتوں سے نواز دیا ہے یہ اللہ کی رحمت ہے (واللّٰہ یختص برحمتہ من یشاء) ڈاکٹر صاحب نے درس نظامی کی تکمیل مرکزی دار العلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف میں کی۔ ابتداء سے ہی انتہائی ذھین اور محنتی ہیں، دوسری کتب کے بارے میں تو مجھے یاد نہیں رہا البتہ اتنا یاد ہے کہ جب یہ ہدایہ شریف مجھ سے پڑھتے تھے تو اکثریا مکمل سبق انہوں نے پڑھنے سے قبل ہی مطالعہ میں سمجھ لیا ہوتا تھا، ایسے طلباء بہت کم ہوتے ہیں، اس وقت بندۂ ناچیز قبلہ شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کے حکم اور نظر شفقت سے تدریسی خدمات انجام دے رہا تھا اسوقت ہم جتنے اساتذہ تھے کوئی بھی مقرر نہیں تھا صرف تدریس ہی کرتے تھے ہم جب انکی تقریر سنتے تو تعجب کرتے

ہوئے باہم کہتے کہ معلوم نہیں اشرف آصف اپنی تقریر میں کہاں کہاں سے مترادفات چن چن کر لے آتا ہے۔ انکی محنت کا نتیجہ ہے کہ نوعمری میں ہی محنت کا ثمر کھا بھی رہے ہیں اور بانٹ بھی رہے ہیں، جامعہ بھکھی شریف نے بے شمار جید اور متصلب علماء پیدا کئے ہیں۔ لیکن یہ بات بلا مبالغہ کہی جاسکتی ہے کہ جامعہ نے اپنی ساٹھ سالہ تاریخ میں اتنا جامع عالم نہیں پیدا کیا جتنی جامعیت ڈاکٹر صاحب میں نظر آتی ہے کہ بیک وقت حافظ قرآن وجید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مدرس بھی ہیں، شیخ الحدیث بھی ہیں مناظر بھی، شاعر بھی، عوام وخواص میں یکساں مقبول خطیب ومقرر بھی، ڈاکٹر بھی، مصنف بھی، ایک عظیم جامعہ کے مہتمم بھی ادارہ صراطِ مستقیم کے بانی بھی، جدید وقدیم عربی پر عبور رکھنے والے بھی، پھر آپ دیکھیں بعض حافظِ قرآن ہوتے ہیں لیکن نہ تو وہ قرآن پاک سناتے ہیں اور نہ پڑھاتے ہیں، بعض علماء میں تدریس کی صلاحیت ہوتی ہے مگر آرام پرستی یا غفلت کی بناء پر پڑھانا گوارا نہیں کرتے۔ بعض افتاء کا کام کرسکتے ہیں مگر اپنے نام کے ساتھ مفتی لکھنا تو پسند کرتے ہیں مگر افتاء کا کام نہیں کرتے۔ بعض میں قضاء و فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے لیکن قضاء کے تقاضے پورے نہیں کرتے۔ بفضل اللہ ڈاکٹر صاحب کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ خداداد تمام اوصافِ حمیدہ و صلاحیتوں کو بروئے کار لائے ہوئے ہیں اگر حافظِ قرآن ہیں تو باقاعدہ ہر سال قرآن کی منزل تراویح میں سنا رہے ہیں۔ بہترین مدرس ہیں تو تدریس کر رہے ہیں، شیخ الحدیث ہیں تو حدیث پڑھا رہے ہیں، شاعر ہیں تو نظمیں لکھ رہے ہیں، مناظر ہیں تو میدانِ مناظرہ میں شیر کی طرح گرجتے ہوئے مخالفوں کے چیلنجز کو قبول کر رہے ہیں، مصنف ہیں تو تصنیف کا کام کر رہے ہیں، خطیب ہیں تو خطابت کی ذمہ داری باحسن طریقہ نبھا رہے ہیں، جدید وقدیم عربی پر عبور ہے تو عربی مضامین لکھ رہے ہیں

اور بوقت ضرورت عربی میں تقریر بھی کرتے نظر آتے ہیں، عوام وخواص میں مقبول مقرر ہیں تو تقریریں کر رہے ہیں، مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ جتنے پروگرام کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ پروگراموں کو ملتوی کر دیتے ہیں، کہ وقت اجازت نہیں دیتا حتیٰ کہ ایک دفعہ انہوں نے مجھے بتایا کہ میں نے سولہ صد پروگرام ملتوی کئے ہیں (یعنی دینے سے معذرت کی ہے) غالباً ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ ہمت و جوانمردی کا یہ عالم ہے کہ ایک ایک دن میں دودو تین تین چار چار پروگرام نبھا لیتے ہیں ایک دفعہ میرے آبائی گاؤں موضع گنجہ والوں نے میری وساطت سے ڈاکٹر صاحب کو مدعو کیا تو انہوں نے بارہ بجے دن کے بعد تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تقریر کی پھر اسی دن مغرب کے بعد ڈنگہ شہر میں تقریر کی اور اسی دن عشاء کے بعد جلالپور شریف ضلع جہلم میں تقریر کی یعنی گیارہ بارہ گھنٹے کے اندر اندر تین پروگرام نمٹائے حالانکہ بعض مقرر اگر گھنٹہ ڈیڑھ تقریر کر لیتے ہیں تو اتنے سست ہو جاتے ہیں کہ نماز بھی یاد نہیں رہتی۔ بلاشبہ ڈاکٹر صاحب جسطرح جسمانی طور پر قدو کاٹھ کے مالک ہیں علمی لحاظ سے بھی قد آور اور ید طولیٰ رکھتے ہیں ان تمام خوبیوں کے علاوہ ان پر اللہ کا بہت بڑا کرم یہ ہے کہ ان میں انانیت، تکبر، غرور وغیرہ نہیں ہے۔ جو کہ تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیتا ہے بلکہ عجز وانکساری، والدین اور اساتذہ کا احترام ہر بڑے کا ادب واحترام انکی سیرت کا ایک نمایاں پہلو ہے۔ ہمیشہ دعا گو ہوں کہ مولیٰ کریم ان کو نظر بد، جسمانی و روحانی تمام امراض سے محفوظ رکھے۔ ان کے تعمیری عزائم، نیک خیالات، مسائی جمیلہ کی دنیا کو ہمیشہ آباد رکھے۔ ان کی خدمات دین علم وعمل صحت وہمت میں مولیٰ کریم مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم

راقم عبدہ الاثیم کریم بخش غفرلہ

10/12/2008

المحقق المدقق شیخ الحدیث علامہ حضرت محمد اشرف سیالوی صاحب

شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حمد الشاکرین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ رحمۃ للعالمین وعلیٰ آلہ واصحابہ الکاملین الواصلین

اما بعد! آجکل غائبانہ نماز جنازہ کا رویہ عام ہوا جا رہا ہے جبکہ اصول شرع کے لحاظ سے اس کا جواز بھی ثابت نہیں ہو سکتا تھا چہ جائیکہ وجوب ولزوم یا سنیت اور استحباب کیونکہ بڑے عظیم المرتبت صحابہ کرام علیہم الرضوان رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہرہ میں دور دراز علاقوں میں وفات پاتے رہے اور جام شہادت نوش کرتے رہے لیکن محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہیں فرمائی تھی بلکہ فقط دعا اور استغفار کرنے کرانے پر اکتفاء فرمایا۔ خلفاء راشدین علیہم الرضوان کے دور میں مرکز اسلام اور دار الخلافت سے دور دراز علاقوں میں فتوحات کا سلسلہ جاری رہا اور غازیان اسلام جام شہادت نوش فرماتے رہے لیکن ان مقتدایان ملت نے غائبانہ نماز جنازہ کہیں بھی ادا نہیں فرمائی اور نہ ہی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی وفات و شہادت پر صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اکابر تابعین نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی بلکہ صدیوں تک یہ طریقہ عمل میں نہ آسکا اور اس کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ جب حقیقت حال یہ ہے تو دریافت امر یہ ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم صحابہ کرام علیہم الرضوان اور دیگر خیر القرون والے حضرات تابعین و تبع تابعین

رحمھم اللہ تعالیٰ نے اس اہم اور ضروری امر کو کیوں ترک فرمایا؟ انہیں اس کی اہمیت اور ضرورت کیوں معلوم اور محسوس نہ ہوسکی؟ کیا ان کے قلوب میں امت مرحومہ پر شفقت ورأفت کا فقدان تھا نعوذ باللہ؟ اور نبی رحمت جو کہ رحمۃ للعالمین بھی ہیں اور بالخصوص مومنین کے حق میں بہت ہی مہربان ہیں اور ان کی ادنی تکلیف بھی آپ کیلئے بارگراں ہے

عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم

تو انہوں نے دور دراز علاقوں میں وفات پانے والوں کیلئے اس کو واجب ولازم اور مسنون و مستحسن کیوں نہ ٹھہرایا اور اھل اسلام کو اس نماز غائبانہ کا مکلف کیوں نہیں ٹھہرایا؟ لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ طریقہ بدعت اور اختراع ہے اور اسمیں رشد و بھلائی والا کوئی پہلونہیں ہے۔

رسول گرامی ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے "فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ وایاکم و محدثات الامور فان کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة۔

(رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ۔ مشکوٰۃ ص ۳۰)

(تم میں سے جو بھی میرے بعد زندہ رہیگا تو وہ بہت اختلافات دیکھے گا) لہٰذا تم پر لازم ہے میری سنت کے ساتھ وابستگی اور میرے خلفاء راشدین ومھدیین کی سنت کے ساتھ وابستگی اور اس کی پابندی میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو ہاتھوں سے تھامو اور (اگر اس حبل متین اور ذریعہ ھدایت کو ہاتھوں سے نکلتا اور چھوٹتا محسوس کرو تو) داڑھوں کیساتھ اس کو قابو کرو اور اپنے آپ کو نئے اختراعی امور سے دور رکھو اور ان سے دور رہو کیونکہ ہر اختراعی امر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائیگی جن میں سے بہتر دوزخی ہوں گے اور صرف ایک فرقہ اور جماعت جنتی ہوگی

"قالوا من ھی یا رسول اللہ ﷺ قال ما انا علیہ واصحابی

رواہ الترمذی

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا وہ نجات پانیوالی جماعت کونسی؟ تو آپ نے فرمایا (جو اس راہ وروش اور طریقہ وسلیقہ کو اپنانے والے ہوں گے) جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ کرام۔

نبی محتشم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یا خذا الشاذۃ والقاصیۃ والناحیۃ وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ

(رواہ احمد۔ مشکوٰۃ ص ۳۱)

بیشک شیطان انسانوں کیلئے بھیڑیا ہے جیسے کہ بھیڑ بکریوں کیلئے (ہلاک کرنیوالے) بھیڑیئے ہیں اور وہ (ریوڑ سے) الگ ہونیوالی اور دور ہونیوالی اور ایک جانب چلی جانیوالی بھیڑ بکری کو اپنی درندگی کا نشانہ بناتا ہے (اسی طرح شیطان بھی عام اھل ایمان سے الگ تھلگ ہونیوالے اشخاص کو شکار کرتا ہے اور اپنے راہ فریب میں مبتلا کرتا ہے لہذا) اپنے آپ کو الگ الگ شعب اور گھاٹیوں میں بھٹکنے سے بچاؤ اور اھل ایمان کی جماعت اور اکثریت کا دامن تھامے رہو۔

ان احادیث مبارکہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ رسول رحمت ﷺ کی سنت اور خلفاء راشدین رضوان علیہم الرضوان کی سنت اور تمام صحابہ کرام

علیہم الرضوان کی سنت اور راہ وروش کو اپنانا لازم اور ضروری ہے اسمیں ہی رشد وہدایت اور کامیابی وکامرانی اور نجات وفلاح مضمر اور پوشیدہ ہے اور انسانی درندے شیطان سے تحفظ صرف اور صرف اسلام اور ارباب ایمان وایقان کی جماعت اور سواد اعظم کیساتھ وابستگی میں ہی ہے۔

یہی مطالبہ ہر مسلمان کا اللہ تعالیٰ سے ہر نماز میں ہوتا ہے۔ فرائض ہوں یا واجبات سنن ہوں یا نوافل اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم پر چلانے اور اپنے انعام یافتہ خوش نصیب اور نیک بخت بندوں کی راہ (جوکہ راہ حق ہے اس) پر چلانے کی دعا اور التجاء کیجاتی ہے اور وہ راہ راست والے اور انعام خداوند تعالیٰ سے بہرہ ور حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں اور صدیقین وشہداء اور صالحین ہیں بلکہ اس دعا اور التجاء کو غائبانہ نماز جنازہ والے باجماعت نماز ادا کرتے وقت اور امام کے قراءت بالجہر کے وقت بھی ضروری سمجھتے ہیں اور بار بار عرض کرتے ہیں

"اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم"

تو اگر اس کے مطابق عمل نہیں کرنا اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی راہ کو اپنانا ہی نہیں بلکہ اس کو راہ راست اور صراط مستقیم سمجھنا ہی نہیں ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کیساتھ بھی منافقت اور ہزل ومزاح والی ذلیل حرکت ٹھہری جس کا لازمی نتیجہ اللہ تعالیٰ کے مؤاخذہ اور عذاب وعتاب کی صورت میں ظاہر ہوگا جیسا کہ باری تعالیٰ نے واضح اور غیر مبہم انداز میں بتلا دیا ہے

ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولیٰ ونصلہ جھنم وساءت مصیراً

اور جو شخص بھی رسول معظم ﷺ کی مخالفت کریگا بعد اس کے کہ ہدایت اس پر واضح ہو چکی اور مؤمنین کی راہ کے علاوہ دوسری راہ پر چلیگا تو وہ جدھر کو مڑ رہا ہے ہم اس کو ادھر ہی موڑ دیں گے اور جہنم (کی دہکتی آگ) میں داخل کر دیں گے اور وہ بری بازگشت اور برا ٹھکانہ ہے لہٰذا کتاب و سنت کے ان روشن دلائل اور واضح ارشادات سے واضح ہو گیا کہ اس اسلام کے سوادِ اعظم کی راہ بالعموم اور اصحاب رسول ﷺ کی راہ بالخصوص اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی راہ اخص الخصوص سنت مصطفوی اور دین نبوی کی روشن تعبیر اور نورانی تفسیر ہے اور آئینہ حقیقت نما اور ذریعہ انکشاف راہِ ھدیٰ ہے اور اس سے انحراف موجب حرمان وخرانِ اور باعث ضلال ہے۔

محسنِ ملت جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ محمد اشرف آصف جلالی صاحب مدظلہ العالی نے اپنے اس رسالہ میں نبی الانبیاء ﷺ کی سنت دائمہ اور متواترہ اور خلفاء راشدین اور ارباب خیر القرون یعنی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین، تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کی سنت اور راہ وروش نیز آئمہ مجتہدین اور اہل اسلام کے سواد اعظم اور عظیم جماعت کی راہ وروش ہر نیمروز کیطرح روشن اور واضح کر دی ہے اور جملہ اوھام ووساوس جو پیش کیئے جاسکتے تھے ان کی بیخ کنی کر دی ہے بالخصوص حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ پر ادا کیجانیوالی نماز جنازہ اور اس سے غائبانہ نماز جنازہ کے مسنون یا مستحب بلکہ جائز ہونے پر استدلال کا ضعف اور ستم مدلل اور مبرھن انداز میں بیان کر دیا ہے چنانچہ عیاں راچہ بیان آپ کے رسالہ کا بنظر انصاف مطالعہ کرنے والا اور تعصب و ہٹ دھرمی اور عصبت جاھلیہ سے دامن بچانیوالا مخالف بھی داد تحقیق دیئے بغیر نہیں رہ سکیگا بلکہ توفیق خداوندی شاملِ حال ہوئی تو اتفاق واتحاد کی راہ اپنائے

بغیر نہیں رہ سکیگا۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ جن ہیں تراویح پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت سے تواتر کیساتھ اہل اسلام عمل پیرا چلے آرہے ہیں اس کو تو بدعت سمجھ کر ترک کردیا گیا اور نہ نبی مکرم ﷺ کے تین رات باجماعت ادا کرنے والی سنت کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اور نہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے امر و حکم اور فعل و عمل کا لحاظ کیا جاتا ہے نہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اجماعی عمل کو سنت نبویہ کی تفسیر و تشریح اور توضیح و تعبیر سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی تابعین و تبع تابعین کے طور وطریقہ اور راہ و روش کو لائقِ اعتداد اور قابلِ اتباع سمجھا جاتا ہے نہ سواد اعظم اور عظیم جماعت کی راہ کو اپنانے کی ضرورت محسوس کیجاتی ہے۔ مگر ایک جزوی اور مخصوص واقعہ کو آڑ بنا کر اور نبوی خصائص میں سے ایک خاص عمل کو بہانہ بنا کر اھل اسلام کی راہ سے ہٹ کر اور سنت قدیمہ کو چھوڑ کر نئی راہ اپنائی گئی ہے اور فتنہ وفساد پیدا کرنے کا عزم بالجزم کرلیا گیا ہے۔

اہل اسلام کیلئے دعا کرنا اہم عبادت ہے بلکہ عبادت کی روح اور جان

كما قال النبی ﷺ الدعا هو العبادة الدعاء مخ العبادة

اور ہر وقت کرنا مستحب اور کارثواب ہے اور بار بار دعا کرنا موجب اجر ہے جبکہ جنازہ بار بار پڑھنا درست نہیں اور اسمیں تنفل نہیں صرف فرض اادا کرنا کافی ہے۔ مگر یہی لوگ تیجے اور ساتے، چالیسویں اور سالیانے کیصورت میں یہ عبادت نہ ادا کرتے ہیں اور نہ ادا کرنے دیتے ہیں، نماز جنازہ کے بعد متصلا ہاتھ اٹھا کے دعا کرنے سے خود بھی اجتناب اور احتراز کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں حالانکہ نبی مکرم ﷺ کے قول و عمل سے اس کا مستحب اور مسنون ہونا ثابت ہے۔ جس سے صاف

ظاہر ہے کہ انہیں سنت پر عمل قطعاً مقصود نہیں صرف اور صرف اپنی انفرادیت قائم کرنا اور الگ جماعت بنانا اور جتھہ بندی کرنا مقصود ہے اور اھل اسلام کی جمعیت اور اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کرنا مقصود ہے اور یہ باور کرانا مقصود ہے کہ اسلام کے صدر اول اور خیر القرون میں بھی سنت نبوی پر عمل نہیں کیا گیا بس صرف ہم ہیں جو کہ عامل بالحدیث اور متبع سنت ہیں، العیاذ باللہ من ذالك

اللہ تعالیٰ حضرت علامہ جلالی صاحب کے علم و عمل میں اور تحریر و تقریر اور تعلیم و تدریس میں غیر محدود برکات عطا فرمائے اور ان کی تصنیفات جلیلہ سے اہل اسلام کو استفاضہ و استفادہ کی توفیق خیر رفیق مرحمت فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

خادم العلماء الکرام والمشائخ العظام ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی صاحب

جگر گوشہ غزالیؒ زماں شیخ الحدیث حضرت علامہ سید ارشد سعید کاظمی صاحب

شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقیر کے ہاتھ میں مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی زیدہ مجدہٗ کی انتہائی محققانہ تصنیف ہے جسکا نام ہے ''غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں''

فاضل محقق محترم ڈاکٹر موصوف نے جس عرق ریزی، محنت، محققانہ استدلال عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ فقہ حنفی کی خوبصورت اور آسان انداز میں ترجمانی کی ہے یقیناً وہ قابل صد ہا تحسین ہے۔

فقیر نے اس کتاب کو تقریباً آدھا گھنٹہ اپنے مطالعہ میں رکھا ہے اسمیں جو انداز خصوصاً اعتراضات کا قلع قمع سوال و جواب کیصورت میں اختیار کیا گیا ہے یقیناً ایک محقق ہی کر سکتا ہے۔

فقیر اس سلسلہ میں اپنا حصہ ملانے کیلئے سرِ دست چند سطور پیش کرتا ہے ملاحظہ ہوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نجاشی کی نماز جنازہ پڑھانے سے غائبانہ نماز جنازہ پر استدلال کرنا قطعاً درست نہیں کیونکہ کتب احادیث اور فقہ میں یہ بات بالصراحت پائی جاتی ہے کہ نجاشی کا جنازہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے غائب نہ تھا بلکہ آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا تھا۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

عن عبداللہ بن عباس قال کشف للنبی صلی اللہ علیہ وسلمعن سریر

النجاشی حتی رآہ وصلی علیہ۔

عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۶۴ بیروت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کیلئے نجاشی کی چارپائی ظاہر کردیگئی یہاں تک کہ آپ نے اسے دیکھا اور اسپر نماز پڑھی لہٰذا یہ غائبانہ جنازہ نہ رہا۔

حیرت ان لوگوں پر ہے جو نماز جنازہ کے بعد دعا کو اس لیے جائز قرار نہیں دیتے کہ دعا ایک مرتبہ جنازہ کے اندر ہو چکی ہے لہٰذا یہ تحصیل حاصل ہے۔

واضح رہے یہ عقیدہ رکھنے والے دو قسم کے لوگ ہیں۔

کچھ وہ ہیں جو غائبانہ نماز جنازہ کے قائل نہیں اور کچھ وہ ہیں جو اس کے قائل ہیں، ہمارا روئے سخن اسوقت انہیں کی طرف ہے۔

جو اس کے قائل ہیں کہ ان کے نزدیک بار بار غائبانہ نماز جنازہ کیونکر جائز ہے؟ جبکہ ایک مرتبہ وہ ادا کی جا چکی ہے کیا یہ تحصیل حاصل نہیں؟ اگر کہا جائے کہ چونکہ یہ سنت سے ثابت ہے اس لیے اسمیں کچھ مضائقہ نہیں، تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ سنت سے تحصیل حاصل ثابت ہے اور جو چیز سنت سے ثابت ہو جائے اسمیں میت کیلئے یا اپنے لئے مزید حصولِ برکت ہے تو اسپر یوں بھی تو کہا جاسکتا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا بھی مزید حصول برکت کیلئے ہے۔

رہا یہ اعتراض کہ غائبانہ نماز جنازہ کی منع ثابت کریں یہ اعتراض انتہائی مضحکہ خیز ہے کیونکہ منع تو تب ثابت کریں جب اسکا ثبوت ہو چونکہ غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنے والوں کا تمام تر زور حدیث نجاشی پر ہوتا ہے۔

جبکہ ہمارے نزدیک تو نجاشی کی نماز جنازہ غائبانہ تھی ہی نہیں۔

جیسا کہ احادیث مبارکہ میں ہے

وھم لایظنون الا ان جنازته بین یدیه

وہ صحابہ یہی سمجھ رہے تھے کہ (نجاشی) کا جنازہ ان کے سامنے ہے۔

وَمَا نحسب الجنازة الابین یدیه

ہم یہی سمجھ رہے تھے کہ (نجاشی) کا جنازہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہے۔

فصلینا خلفه ونحن لانری الا ان الجنازة قد امنا

ہم نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی سمجھ رہے تھے کہ جنازہ ہمارے سامنے ہے۔ ان تینوں حدیثوں کا ایک ہی خلاصہ بنتا ہے۔ کہ صحابہ کرام یہ فرما رہے ہیں کہ ہمیں یوں محسوس ہوتا تھا کہ نجاشی کا جنازہ ہمارے سامنے ہے۔

چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے نجاشی کی چارپائی تک پیش کر دیگئی تھی اور آپ نے اسکی نماز جنازہ پڑھائی جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہے تو کیا یہ تمام دلائل اس بات کا بین ثبوت نہیں ہیں کہ نجاشی کی نماز جنازہ درحقیقت غائبانہ نہیں تھی۔

برسبیل تنزل! اسے غائبانہ نماز جنازہ تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی ہم اتنی بات ضرور عرض کریں گے کہ علماء نے جن شرائط سے اسے جائز قرار دیا ہے وہ شرائط تم ثابت کردو ہم اس صورت میں اس جنازہ کو جائز قرار دیدیں گے۔

اس مسئلہ میں یہ بات انتہائی توجہ طلب ہے کہ کیا غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنیکی کوئی مدت بھی مقرر ہے؟ اور کیا اس کے عدد کی کوئی تعیین بھی ہے یعنی یہ کتنے عرصے تک اور کتنی مرتبہ پڑھی جاسکتی ہے۔

اگر اسکی کوئی حد مقرر ہے تو کیا اسکی حد بندی کا ثبوت قرآن و حدیث سے ہے یا قیاس اور رائے سے اگر قرآن و حدیث سے ہے تو وہ آیات اور احادیث پیش کی جائیں جو کہ اسوقت تک ممکن نہیں کہ

حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ

یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گزرے یعنی یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ اگر اسکا ثبوت قیاس اور رائے کے ذریعے سے ہے تو احناف کو اصحاب الرائے کہنے والے کیا خود صاحب الرائے نہیں بنیں گے۔

؎ لو خود اپنے ہی دام میں صیاد آ گیا

اگر یہ کہا جائے کہ غائبانہ نماز جنازہ اسوقت تک ادا کرنا جائز ہے کہ جتنے عرصے میں عموماً میت کا جسم نہ گلتا ہے اور نہ بوسیدہ ہوتا ہے تو اس بارے میں اتنا عرض ہے کہ یہ آپکی اپنی رائے ہے نہ کہ قرآن و حدیث اور اہل حدیث کے نزدیک رائے تو قابل قبول نہیں ہوتی مگر جب اپنے سر پر بن جائے تب سب کچھ جائز ہو گیا۔

؎ ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیے

جبکہ اس کے ثبوت کیلئے ان کے نزدیک کسی نہ کسی حدیث کا ہونا ضروری ہے اور یہ دلیل اسلیئے بھی تام نہیں کہ اس نماز کا تعلق انسانی جسم سے نہیں ہے کیونکہ جو لوگ غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے ہیں وہ اگرچہ میت کی قبر سے سینکڑوں یا ہزاروں میل بھی دور کیوں نہ ہوں وہ اسے روا اور جائز سمجھتے ہیں یعنی ان کے نزدیک میت کا حاضر ہونا ضروری نہیں ہوتا بلکہ غائب ہونا ضروری ہوتا ہے۔ جب ہی تو یہ نماز جنازہ غائبانہ ہوگی۔

اگر یہ کہا جائے کہ نہیں اس غائبانہ نماز جنازہ کا تعلق جسم انسانی سے ہے ایسی صورت میں چونکہ ایک وقت میں بیسیوں مختلف جگہوں پر غائبانہ نماز جنازہ ادا کی جا رہی ہوتو ایسی صورت میں یہ بات ماننی پڑے گی کہ ہر ایک کے سامنے میت ہے اور مسئلہ حاضر وناظر کی حقیقت بھی تو یہی ہے۔

جو ان حضرات کے نزدیک جائز ہی نہیں بلکہ وہ اس عقیدے کو شرک سے تعبیر کرتے ہیں ظاہر ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ کے ادا کرنیکی مدت اور تعداد کا تعین شرعاً نہیں کیا گیا غالباً اسی بناء پر فتاویٰ علماء اہلحدیث ج ۵ صفحہ ۱۵۵ پر باب الجنائز میں یہ بات ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ کبھی بھی ادا کی جاسکتی ہے اور انہوں نے اس مسئلہ کو قیاس کیا ہے شہداء اُحد کی آٹھ سال کے بعد نماز جنازہ ادا کرنے پر (جبکہ انکی یہ بات بھی محلِ نظر ہے۔راقم الحروف)

پس ثابت ہوا کہ ان قائلین غائبانہ نماز جنازہ کے نزدیک نہ تو مدت کی تعین ہے اور نہ تعداد ہے لہٰذا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انکے نزدیک کسی بھی شخص کی غائبانہ نماز جنازہ جتنی مرتبہ جب چاہو قیامت تک ادا کرتے رہو۔پس جو حضرات اس کے ماننے والے اور اس کے قائل ہیں انہیں یہ چاہیئے کہ ایک سال میں کم از کم ایک مرتبہ خلفاء راشدین، اجلہ صحابہ کرام، ازواج مطہرات، اہلبیت اطہار اور دیگر بزرگان دین کی غائبانہ نماز جنازہ کا اہتمام کریں تا کہ لوگ حصول برکت کیلئے اسمیں شامل ہوں اگر وہ ایسا نہ کرسکیں تو اس برکت سے محرومی کی وجہ پیش کریں اور اگر وہ اسطرح کرنے لگ جائیں تو پہلے زمانے میں ان کے اکابرین کا اس اہتمام کے نہ کرنے کی وجہ پیش کریں،ان تمام اعتراضات کے جوابات کے ذمہ دار وہی حضرات ہیں جو اس غائبانہ

نماز جنازہ کے ادا کرنے پر فی زمانہ مُصر رہتے ہیں اور جو اس کے قائل نہیں اس سلسلہ میں ان پر کسی قسم کا کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا ہے۔

بہر حال فاضل موصوف محترم جلالی صاحب مسلک اہلسنت کے ایک بہترین سکالر ہیں جو اپنے منفرد اسلوبِ نگارش اور اصلاح کے جذبے سے سرشار ہو کر ملتِ اسلامیہ کی خدمت کیلئے اپنی ان صلاحیتوں کو بروئے کار لا رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے زور بیان و قلم میں اور اضافہ فرمائے۔

اور ان کے علم و عمل اور اخلاص میں مزید برکتیں عطا فرمائے آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت حضرت علامہ سیّد شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم القدسیہ

امیر جماعت اہلسنت پاکستان کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل القراٰن علی سید الانبیاء والمرسلین

والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین وعلی الہ واصحابہ اجمعین

عصرِ حاضر میں دین سے دوری اور جہالت کے سبب کئی غیر شرعی رسمیں معاشرے میں پھیل رہی ہیں انہی میں سے ایک بدعت غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنے کا رواج ہے جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور اکابر ائمہ کے نزدیک جائز نہیں۔ اس موضوع پر فاضلِ جلیل مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی زید مجدہٗ کی تصنیف "غائبانہ جنازہ جائز نہیں" نظر سے گذری۔ فقیر اپنی شدید مصروفیات کی وجہ سے اس کتاب کو بالاستیعاب تو نہ پڑھ سکا لیکن جہاں جہاں سے بھی مطالعہ کیا، خوب تر پایا، مولانا نے اپنی بات نہایت مضبوط دلائل و براہین سے کہی ہے اور اس پر معتبر کتب کے حوالے بھی پیش کیے ہیں۔

چودھویں صدی ہجری کے مجدد، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ القوی اسی موضوع پر تحریر فرماتے ہیں۔

"باوجود اس کے کہ زمانۂ اقدس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دوسرے مواضع میں وفات پائی، کبھی کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ کیا وہ محتاجِ رحمتِ والا نہ تھے؟ کیا معاذ اللہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر یہ رحمت و شفقت نہ تھی؟ کیا ان کی قبور اپنی نماز پاک سے پُر نور نہ کرنا چاہتے

تھے؟ کیا جو مدینے میں مرتے، انہیں کی قبور محتاجِ نور ہوتیں، اور جگہ اس کی حاجت نہ تھی؟ یہ سب باتیں بداہتہً باطل ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عام طور پر ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھنا ہی دلیلِ روشن وواضح ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن تھی ورنہ ضرور پڑھتے کہ مقتضی بکمال وفور موجود اور مانع مفقود۔ لاجرم نہ پڑھنا باز رہنا تھا اور جس امر سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ ضرور امر شرعی ومشروع نہیں ہوسکتا۔

دوسرے شہر کی میت پر صلوٰۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے۔ واقعہ نجاشی، واقعہ معاویہ لیثی اور واقعہ امرائے موتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ان میں اول ودوم بلکہ سوم کا بھی جنازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھا تو نمازِ غائب پر نہ ہوئی بلکہ حاضر پر، اور دوم وسوم کی سند صحیح نہیں، اور سوم صلوٰۃ بمعنی نماز میں صریح نہیں۔ اگر فرض ہی کر لیجئے کہ ان تینوں واقعوں میں نماز پڑھی تو باوصف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اہتمامِ عظیم وموفور اور تمام اموات کے اس حاجتِ شدیدہ رحمت ونور قبور کے صدہا پر کیوں نہ پڑھی؟ وہ بھی محتاجِ حضور وحاجتمند رحمت ونور، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر بھی رؤف ورحیم تھے۔ نماز سب پر فرضِ عین نہ ہونا اس اہتمامِ عظیم کا جواب نہ ہوگا، نہ تمام اموات کی اس حاجتِ شدیدہ کا علاج۔ حالانکہ حریصٌ علیکم ان کی شان ہے۔ دو ایک کی دستگیری فرمانا اور صدہا کو چھوڑنا کب ان کے کرم کے شایان ہے۔ ان حالات و اشارات کے ملاحظہ سے عام طور پر ترک اور صرف دو ایک بار وقوع خود ہی بتادے گا کہ وہاں خصوصیتِ خاصہ تھی جس کا حکم عام نہیں ہوسکتا۔ حکم عام وہی عدم جواز ہے جس کی بناء پر عام احتراز ہے۔

اب واقعہ بئرِ معونہ ہی دیکھئے۔ مدینہ طیبہ کے ستر جگر پاروں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص پیاروں، اجلّہ علمائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو کفار نے دغا سے شہید کردیا۔

مصطفیٰ ﷺ کو ان کا سخت وشدید غم والم ہوا۔ ایک مہینہ کامل خاص نماز کے اندر کفار نا ہنجار پر لعنت فرماتے رہے، مگر ہرگز منقول نہیں کہ ان پیارے محبوبوں پر نماز پڑھی ہو۔

ع...... آخر ایں ترک وبایں مرتبہ بے چیزے نیست

آخر اجلّہ صحابہ کرام کے شہید ہونے پر آپ ﷺ کا ان کی نماز جنازہ کو ترک فرمانا بغیر کسی وجہ کے نہیں ہوسکتا۔ (فتاویٰ رضویہ ج۹: ۳۴۶)

فاضل مصنف نے اپنے مقالات میں بخاری شریف کے تیرہ مقامات سے حدیثِ نجاشی ذکر کر کے ثابت کیا ہے کہ اسے غائبانہ جنازے کے لیے دلیل بنانا صحیح نہیں۔ وہ رقمطراز ہیں، "تیرہ مقامات پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ حدیث ذکر کی ہے، کہیں حدیث کے متن میں یہ نہیں، صلی علیه وھو غائب۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہو"۔ (صفحہ ۳۰)

پھر مصنف نے حضرت نجاشی کا جنازہ حضور کے سامنے ہونے پر دلائل قائم کیے اور منکرین کے اعتراضات کے مسکت جوابات دیے۔ عقلِ سلیم رکھنے والے متلاشیانِ حق کے لیے ان دلائل و براہین کی روشنی میں مسلکِ حق کا سمجھنا ہرگز مشکل نہیں ہوگا۔

ان مقالات کے ساتھ غیر مقلدوں کے اعتراضات کے جواب میں فاضل نوجواں مولانا محمد عابد جلالی کا ایک مفصل مضمون بھی طبع ہوا ہے جو عمدہ دلائل سے مزین ہے۔ رب تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور منکرین کو ہدایت قبول کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ النبی الکریم۔

الفقیر سید شاہ تراب الحق قادری غفرلہٗ

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد گل احمد خان عتیقی صاحب

شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ و جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد و کفی والصلوۃ والسلام علی من ارسلہ ھدی وعلی الہ المصطفیٰ

وعلی اصحابہ الذین ھم نجوم الھدی

اسلام ایک ہمہ گیر دین ہے اور تا قیام قیامت ہر شعبہ زندگی میں درپیش مسائل میں ہماری راہنمائی کرتا ہے اسلام کے چار بنیادی اصول ہیں کتاب و سنت اجماع و قیاس انہیں ادلہ اربعہ بھی کہا جاتا ہے آپ ﷺ کی موجودگی میں ہی اجتہاد کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا جب حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن جاتے وقت آپ ﷺ کے استفسار کے جواب میں یہ عرض کی اجتھد برائی تو آپ نے اسپر اظہار مسرت فرمایا اور آپکے اس دار فانی سے تشریف لے جانے کے بعد آپکے جلیل القدر فدا کار و جان نثار صحابہ کرام علیہم الرضوان اجتہاد فرماتے رہے اور گاہے رجوع بھی فرماتے رہے اور انکے بعد مجتہدین امت مسلمہ بھی لوگوں کی راہنمائی کے لئے اجتہاد فرماتے رہے۔

اور نامور ائمہ مجتہدین کا متعدد مسائل میں اختلاف ہے ان مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ میت سامنے موجود نہ ہو بلکہ غائب ہو ایسی میت کے نماز جنازہ پڑھنے نہ پڑھنے میں اختلاف ہے بلکہ محققین فقہاء عظام فرماتے ہیں کہ جس جگہ کسی مسلمان کا انتقال ہوا اگر وہاں اس کا جنازہ پڑھانے والا کوئی مسلمان نہیں ایسی میت

کے سامنے موجود نہ ہونے کی صورت میں اسکی نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں اسمیں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے اسمیں مشہور ترین دو مذہب ہیں ایک امام شافعی وغیرہ اور انکے پیروکاروں کا ان کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے۔

اور دوسرا مذہب امام الائمہ کاشف الغمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم انکے پیرو کاروں اور شیدائے مدینہ سیدنا امام مالک اور انکے پیروکارونکا ہے اور جمہور کا یہ عقیدہ ہے ان کے نزدیک میت یا اس کے جسم کا اکثر حصہ مصلی کے سامنے موجود ہو تو نماز جنازہ جائز ہے ورنہ نہیں۔

امام شافعی وغیرہ کی دلیل تین حدیثیں ہیں ایک حدیث صحیح ہے دوسری ضعیف ہے اور تیسری حدیث اضوف اور ضعیف ترین ہے۔

صحیح حدیث حضرت نجاشی کے نماز جنازہ والی حدیث ہے جو بخاری شریف میں آٹھ جگہ آئی ہوئی ہے حدیث نمبر- 3877-3878 1245-3879

1334-1327-1317-1318

حدیث 1317 کو امام بخاری نے اس طرح بیان کیا ہے۔

باب من صف صفين اوثلاثة على الجنازة خلف الامام

عن جابر بن عبدالله رضى الله تعالىٰ عنهما ان رسول الله ﷺ صلى على النجاشى فكنت فى الثانى والثالث

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی میں دوسری یا تیسری صف میں تھا نجاشی حبشہ کے بادشاہوں کا لقب ہوا کرتا تھا یہاں نجاشی سے مراد اصحمہ بن ابجر ہے جو سرور دو عالم ﷺ کے زمانہ

میں حبشہ کا بادشاہ تھا اور وہ مشرف باسلام ہو چکا تھا اسوقت اس کے علاوہ حبشہ میں کوئی اور مسلمان نہیں تھا اس لئے جس دن اس نے وفات پائی اسی دن حضور سرور دو عالم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اسکی موت کی خبر دیتے ہوئے صحابہ کرام کو لے کر عیدگاہ کی طرف نکل پڑے اور وہاں جا کر صفیں باندھ کر اسکی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں ادا فرمائیں۔

شوافع وغیرہ نجاشی والی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں مگر اس سے انکا استدلال بوجوہ درست نہیں۔

اولاً اس لئے کہ یہ جنازہ حاضر تھا غائبانہ نہ تھا کیونکہ نجاشی کی میت اور آپ ﷺ کے درمیان میں پڑنے والے تمام حجابات اور پردوں کو اٹھالیا گیا تھا اور آپ ﷺ اسکا مشاہدہ فرمارہے تھے۔

اور ثانیاً اس لئے کہ نجاشی کی میت کو یہاں مدینہ منورہ میں سامنے لایا گیا جس کا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ آپ کے ساتھ نماز جنازہ میں شریک آپ کے صحابہ کرام بھی اسکا مشاہدہ کررہے تھے چنانچہ علامہ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں۔

کشف لنبی ﷺ سریر النجاشی حتی راہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولابن حبان من حدیث عمران بن حصین فقام وصلوا خلفہ وھم لا یظنون الا ان الجنازۃ بین یدیہ عن یحی فصلینا خلفہ ونحن لانری الا ان الجنازۃ قدامنا

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے نجاشی کی میت والی چارپائی سامنے کردی گئی۔ حتیٰ کہ آپ نے اسے دیکھ کر نماز جنازہ پڑھائی ابن حبان نے حضرت عمران بن حصین سے روایت کی کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور صحابہ کرام نے آپ کے پیچھے صفیں باندھیں اور ان تمام صحابہ کرام کا یہی یقین تھا کہ نجاشی کی میت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہے حضرت یحیٰ سے مروی ہے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور ہمیں یہی یقین تھا کہ میت ہمارے سامنے ہے۔

ثالثاً حبشہ کا بادشاہ اصحمہ بن ابحر مسلمان تھا اور وہاں اس کے علاوہ کوئی اور مسلمان نہیں تھا جو اس کی نماز جنازہ پڑھتا اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ مدینہ منورہ میں ادا فرمائی علامہ عینی حضرت امام شافعی کا مذہب نقل فرمانے کے بعد فرماتے ہیں۔

ثم قال الخطابی لایصلی علی الغائب الااذاوقع موته بارض لیس بهامن یصلی علیه استحنه الرویانی من الشافعیة

کہ مطلقاً صلوۃ علی الغائب جائز نہیں غائبانہ نماز جنازہ صرف اسی صورت میں پڑھی جائیگی جب کسی مسلمان کی موت کسی ایسی جگہ واقع ہوئی ہو جہاں اس کی نماز جنازہ پڑھنے والا کوئی نہ ہو اور شوافع میں سے امام رویانی سے مستحسن قرار دیا ہے۔

اسی لئے امام ابوداؤد نے اپنی کتاب میں باب کا عنوان ہی اس طرح باندھا ہے

صلوٰۃ علی المسلم یلیه اهل اشرك ببلدآخر

کہ مسلمان کی غائبانہ نماز جنازہ اسی صورت میں پڑھی جائیگی جب اسکی وفات کسی ایسے ملک میں ہوئی ہو جہاں مشرک حکمران ہوں۔

نیز غائبانہ نماز جنازہ تب مشروع ہے جب میت جہت قبلہ میں ہو ورنہ نہیں جیسے کہ حضرت حذیفہ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے واضح ہے کہ جب

آپ ﷺ کو نجاشی کے انتقال کی خبر پہنچی تو آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ تمہارا بھائی نجاشی فوت ہو گیا ہے جو اس کی نماز جنازہ پڑھنا چاہے وہ پڑھ لے پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے حبشہ کی طرف منہ کیا اور چار تکبیروں سے اسکی نماز جنازہ ادا فرمائی امام طبرانی نے اپنی کتاب کبیر میں اس روایت کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی سند حسن ہے یہی روایت ابن ماجہ میں بھی ہے مگر وہاں چار تکبیروں سے نماز ادا کرنے کے الفاظ نہیں۔

رابعا بعض لوگوں کا خیال تھا کہ اصحمہ بن ابحر شاہ حبشہ مسلمان نہیں تھا اس لئے آپ نے اسکی نماز جنازہ پڑھ کر واضح فرما دیا کہ اصحمہ مسلمان تھا تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ غائبانہ نماز جنازہ صرف اس شاہ حبشہ کے ساتھ خاص ہے اس سے مطلقا غائبانہ نماز جنازہ پر استدلال درست نہیں اس لئے غیر مقلدین کے ایک نامور عالم دین مولوی عطاء اللہ نے حضرت ابو ہریرہ سے مروی حضرت نجاشی والی روایت کی تشریح کرتے ہوئے بڑے واضح اور دوٹوک الفاظ میں بیان کیا ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ کو نجاشی والی روایت پر قیاس کرنا درست نہیں۔

صلوۃ علی النجاشی کی روایات اور محدثین محققین کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہوا کہ

نمبر 1 یہ نماز حاضرانہ تھی غائبانہ نہ تھی

نمبر 2 دوسری غائب میتوں کی نماز کو نجاشی کی نماز پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ قیاس کے لئے مقیس علیہ اور مقیس میں کسی علت مشترکہ مصححه لانتقال الحکم کی ضرورت ہے جو یہاں موجود نہیں۔

نمبر 3 غائبانہ نماز جنازہ صرف اس صورت میں جائز ہے جب کسی مسلمان کی وفات کافروں کے کسی ایسے ملک میں ہوئی ہو جہاں نماز جنازہ پڑھانے والا کوئی

مسلمان موجود نہ ہو۔

نمبر 4 یہ نماز جنازہ صرف نجاشی کے ساتھ خاص تھی۔

نمبر 5 غائبانہ نماز جنازہ بھی صرف اسی صورت میں جائز ہے جب میت جہت قبلہ میں ہو ورنہ غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں جیسے کہ حضرت حذیفہ کی روایت سے واضح ہے

فتوجه رسول الله ﷺ نحو الحبشة فصلی

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حبشہ کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی۔

دوسری دلیل مجوزین غائبانہ نماز جنازہ کی دوسری دلیل معاویہ بن معاویہ مزنی کا واقعہ ہے کہ انکا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا اور سرور دو عالم ﷺ اس وقت تبوک میں جلوہ افروز تھے اور وہیں آپ نے معاویہ مزنی پر نماز پڑھی محقق ابن محقق مفتی ابن مفتی علامہ سید محمود احمد رضوی مرحوم و مغفور شارح صحیح بخاری صاحب فیوض الباری کی تحقیق کی روشنی میں اس واقعہ کی صحت حقیقت ملاحظہ فرمائیں علامہ رضوی تحریر فرماتے ہیں کہ ائمہ حدیث، عقیلی، ابن حبان، بیہقی، ابوعمر بن عبدالبر، ابن الجوزی، علامہ نووی اور ذھبی وغیرھم نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے علامہ رضوی مزید تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مختلف طرق سے مروی ہے ایک میں بقیہ بن ولید ہے جو مدلس ہے کسی میں نوح ابن عمر ہے ابن حبان نے اسے حدیث کا چور قرار دیا ہے کسی میں محبوب بن ہلال مزنی ہے ذھبی نے اسے مجہول قرار دیا ہے اس کی حدیث منکر ہے اور کسی میں علاً بن یزید ثقفی ہے علامہ نووی نے خلاصہ میں فرمایا اس کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ امام بخاری، ابن عدی ابو حاتم نے کہا کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ دار قطنی

وغیرہ نے کہا کہ متروک الحدیث، امام بخاری کے نامور استاذ امام علی بن مدینی نے کہا کہ وہ حدیث دل سے گھڑتا تھا ابن حبان نے کہا کہ یہ حدیث بھی اسی کی گھڑی ہوئی ہے اس سے چرا کر ایک شامی نے بقیہ سے روایت کر دی ابوالولید طیالسی نے کہا کہ علاء کذاب تھا عقیل نے کہا کہ علاء کے سوا جس نے یہ حدیث روایت کی سب علاء جیسے ہی ہیں یا اس سے بھی بدتر ہیں ابو عمر بن عبدالبر نے کہا کہ اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں اور در بارہ احکام بالکل حجت نہیں صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام کا معلوم نہیں ابن حبان نے کہا مجھے صحابہ میں اس نام کا کوئی صاحب یاد نہیں

بحوالہ میزان واصابہ استیعاب

ثانیا اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ حدیث اپنے کثرت طرق کی وجہ سے ضعیف نہیں جیسا کہ جس کو حافظ علیہ الرحمہ نے فتح الباری میں اختیار کیا ہے تو بھی اس حدیث سے غائبانہ نماز جنازہ ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ خود اسی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جنازہ حضور کے پیش نظر کر دیا گیا تھا تو یہ نماز جنازہ غائب نہیں چنانچہ طبرانی کے الفاظ یہ ہیں کہ جبرائیل امین نے عرض کی کہ یارسول اللہ معاویہ مزنی نے مدینہ میں انتقال کیا۔

اتحب ان اطوی لك الارض فتصلي عليه قال نعم فضرب على الارض فوقع له سريره فصلى عليه وخلفه صفان من الملائكة كل صف سبعون الف ملك (عینی جلد 4 صفحہ 25 بحوالہ طبرانی)

کہ آپ چاہتے ہیں کہ میں آپکے لئے زمین لپیٹ دوں تا کہ آپ انپر نماز پڑھیں فرمایا جی ہاں جبرائیل نے زمین پر اپنا پر مارا جنازہ حضور کے سامنے ہو گیا اس وقت آپ نے اسپر نماز پڑھی اور فرشتوں کی دو صفیں حضور کے پیچھے تھیں ہر صف میں

ستر ہزار فرشتے تھے اور ایسے ہی احمد وحاکم کی ایک روایت میں ہے کہ جبرائیل نے اپنا دائیاں پر پہاڑوں پر رکھا پہاڑ جھک گئے آپ نے بائیاں زمین پر رکھا وہ پست ہو گئی

حتی نظرنا الی المکۃ والمدینۃ فصلی علیہ

کہ یہاں تک کہ مکہ اور مدینہ ہمیں نظر آنے لگے اس وقت حضور ﷺ جبرائیل اور ملائکہ نے اسپر نماز پڑھی درج بالا دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ جنازہ حاضر تھا غائب نہ تھا نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ نماز پڑھنے کے لئے جنازہ سامنے ہونے کی ضرورت محسوس کی گئی جبھی تو جبرائیل آمین نے عرض کی کہ اگر آپ نماز پڑھنا چاہیں تو میں زمین لپیٹ دوں تا کہ آپ نماز پڑھیں لہٰذا معلوم ہو گیا کہ جنازہ کا حاضر ہونا ضروری ہے۔

مخالفین کی تیسری دلیل

مجوزین غائبانہ نماز جنازہ کی تیسری دلیل شہداء موتہ کا واقعہ ہے شرجیل بن عمرو کے ہاتھوں حارثہ بن عمرو کی شہادت کے بعد انکی شہادت کا بدلہ لینے کے لئے زید بن حارثہ کی سرکردگی میں تین ہزار کا لشکر روانہ کرتے وقت ہدایت فرمائی کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو علم جعفر بن ابی طالب لے لیں اور پھر انکی شہادت کے بعد عبداللہ بن رواحہ علم لے لیں آپ ﷺ برسر منبر جنگ کا مشاہدہ فرما رہے تھے آپ نے فرمایا کہ علم زید نے اٹھایا اور وہ شہید ہو گئے اس کے بعد علم جعفر بن ابی طالب نے اٹھایا تو وہ بھی شہید ہو گئے حسب تصریح واقدی

فصل علیہ رسول اللہ ﷺ ودعالہ فقال استغفروالہ

اور ایسے ہی عبداللہ بن رواح بھی شہید ہو گئے اور پھر علم خود بخود حضرت خالد بن

ولید نے سنبھالا اور انہیں فتح نصیب ہوئی اس واقعہ میں مجوزین کا استدلال فصلی علیہ کے الفاظ سے ہے لیکن اس واقعہ سے بھی انکا استدلال بوجوہ درست نہیں

اور اولاً اس لئے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور حدیث مرسل انکے نزدیک نا قابل اعتبار اور غیر حجت ہے۔

ثانیا واقدی ان کے نزدیک انتہائی مجروح اور نا قابل اعتبار ہے کیونکہ علامہ ذھبی نے اس کے متروک ہونے پر محدثین کا اجماع نقل کیا ہے

ثالثاً اس لئے کہ شہید کی نماز جنازہ ہی ان کے نزدیک غیر مشروع ہے۔

اور فصلی علیہ سے بھی مجوزین کا استدلال درست نہیں ہے

اولاً اس لئے کہ محدثین کے نزدیک یہ واقعہ ہی سنداً ضعیف ہے۔

ثانیاً اس لئے کہ ان کے نزدیک شہداء کی نماز جنازہ ہی غیر مشروع ہے اسی لئے علامہ نووی، علامہ قسطلانی اور علامہ سیوطی وغیرہ جیسے مشہور اور نامور محدثین شوافع نے اسپر اجماع نقل کیا ہے کہ شہداء احد کی قبور پر شہادت کے چند سال بعد جس صلوۃ کا ذکر ہے وہ بھی دعا ہے لہٰذا ان کے اس قاعدے اور مذہب کے مطابق یہاں بھی صلوٰۃ بمعنی دعا پر متعدد قرائن ہیں

اوّلاً یہ کہ آپ منبر پر جلوہ افروز تھے اور منبر دیوار سے ملا ہوا تھا اور آپ مخاطبین کی طرف متوجہ تھے اور قبلہ کی طرف متوجہ نہیں تھے جبکہ قبلہ کی طرف آپکی پشت مبارک تھی تو نماز جنازہ کیسے پڑھی گئی

ثانیاً منبر سے اتر کر نماز جنازہ پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں۔

ثالثاً وہ وہاں موجود صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نماز جنازہ پڑھنے کا کوئی

ثبوت نہیں بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو استغفار کا حکم دیا

رابعاً مسجد میں نماز جنازہ غیر مشروع ہے۔

خامساً محققین کے نزدیک جب صلوٰۃ کا صلہ علی ہو تو صلوۃ بمعنیٰ دعا ہی ہوتی ہے لہٰذا اس واقعہ سے مجوزین کا استدلال انتہائی مضحکہ خیز ہے تو قارئین یہ تھے مجوزین کے دلائل انپر جرح وتنقید بھی آپ نے پڑھ لی۔

معزز قارئین دراصل ائمہ مجتہدین کا غائبانہ نماز جنازہ میں اختلاف ہے مجوزین مطلقا نماز جنازہ کو درست قرار نہیں دیتے بلکہ اسے کچھ قیود کے ساتھ مقید کرتے ہیں جیسے کہ آپ نے ماقبل کچھ پڑھ لیا ہے۔

علامہ نووی جنہیں شافعی مسلک کا عظیم ترجمان سمجھا جاتا ہے نے بھی صراحۃ تحریر فرمایا ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ تب جائز ہے جب میت اسی شہر میں ہو اسی طرح شوافع کے دیگر محققین ومحدثین نے کچھ قیود کا اضافہ کرنے کے بعد جواز کا قول کرتے ہیں اور معاملہ بھی جواز کے قول کی حد تک ہی معلوم ہوتا ہے اور اسپر عمل پیرا ہونے کے واقعات شاید و باید۔

مگر جب یہ مسئلہ ان لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا جنہوں نے اپنی خواہشات نفس کو دین قرار دے رکھا ہے جو اپنے آپ کو غیر مقلد اور عامل بالحدیث کہلاتے ہیں حالانکہ وہ غیر مقلد نہیں بلکہ بُری طرح تقلید کے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں اگر انہیں غیر مقلد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا اور اسی طرح عامل بالحدیث بھی نہیں ہیں تو ان لوگوں نے اپنے مخصوص مفاد کے حصول کی خاطر غائبانہ نماز جنازہ رواج دے دیا کچھ لوگوں نے میت کے ورثا کی ہمدردیاں حاصل کر کے اپنے باطل نظریات کو پھیلانے کے لئے اور

کچھ حنفی کہلانے والوں نے سعودی حکمرانوں کو خوش کر کے عمرے یا حج کے چند ٹکٹ حاصل کرنے کے لئے اپنے دیگر ذاتی مفادات کے حصول کے لئے جیسے کہ بادشاہی مسجد کے سابق خطیب سید عبدالقادر نے صرف صدر ضیاء الحق کی غائبانہ نماز جنازہ بادشاہی مسجد میں پڑھائی اور تو اور حالانکہ ہڈیوں کا بھی کہیں نام ونشان نہیں ملا اگر ملا بھی ہو تو وہ راولپنڈی میں تھا جو لاہور سے مشرق کی سمت پر واقع ہے حالانکہ اس کے علاوہ دیگر نامی گرامی جنرل بھی اس حادثہ میں شہید ہوئے اور انکی غائبانہ نماز جنازہ کسی نے نہیں پڑھائی کیونکہ اس سے انکا کوئی ذاتی مفاد وابستہ نہیں تھا، جو لوگ خواہشات نفس کو دین قرار دیتے ہیں بطور نمونہ اس کی چند مثالیں

نمبر 1 ایک مرتبہ امرتسر میں عصر کے بعد رمضان کا چاند نظر آ گیا تو غیر مقلدین کے ایک نامور مولوی نے اعلان کروادیا کہ عصر تا غروب آفتاب روزہ رکھا جائے کیونکہ عصر کے بعد رمضان کا چاند نظر آ گیا ہے حالانکہ نہ تو خود سرور دو عالم ﷺ نے کبھی عصر سے غروب آفتاب تک روزہ رکھا اور نہ ہی آپ کے کسی صحابی نے اس طرح روزہ رکھا بلکہ اگر یہ کہا جائے حضور سرور دو عالم ﷺ کے زمانہ سے لیکر اس غیر مقلد کے سوائے کسی ذی علم مسلمان نے عصر سے غروب آفتاب تک روزہ نہیں رکھا تو یہ مبالغہ نہیں بلکہ عین حقیقت ہے اور یہ اسی مولوی کا خود ساختہ دین ہے اور خواہش نفس ہے۔

مثال نمبر 2۔ اسی طرح غیر متقلدین کے ایک اور نامور مولوی نواب صدیق الحسن بھوپالوی نے حدیث نجاشی کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس (حدیث نجاشی،) سے معلوم ہو گیا کہ اگر میت جہت قبلہ میں نہ بھی ہو تب بھی اسکی نماز (غائبانہ) جائز ہے حالانکہ حدیث نجاشی بخاری شریف میں تقریباً سات جگہ آئی ہے اور متعدد

طرق سے مروی ہے اسمیں کہیں بھی یہ ثابت نہیں کہ اگر میت جہت قبلہ میں نہ ہو تو بھی نمائبانہ نماز جنازہ جائز ہے بلکہ اس کے برعکس حضرت حذیفہ والی روایت بروایت طبرانی میں صراحۃً مذکور ہے کہ

فتوجه رسول الله ﷺ نحو الحبشة مصفي

اور جسے خطہ عرب کے جغرافیہ سے معمولی سی واقفیت ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اهل مدینہ کا قبلہ جنوبا ہے اور حبشہ مدینہ منورہ سے جہت جنوب میں واقع ہے تو یہ ہے خواہش نفس کو دین قرار دینے والوں کی دوسری مثال بدین عقل و دانش بباید گریست خواہشات نفس کو دین قرار دینے کی

تیسری مثال سے پہلے ایک مختصر سی تمہید ہے اور وہ یہ ہے کہ غیر مقلدین کے کئی رنگ ہیں بظاہر تو یہ تقلید کو شرک کہتے ہیں لیکن در حقیقت تقلید کے بری طرح شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں۔

انکے ایک مقتدر مولوی نواب وحید الزمان نے اپنے غیر مقلدین پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے اہل حدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ، ابن قیم اور شاہ ولی اللہ اور مولوی صاحب کو دین کا ٹھیکیدار سمجھ رکھا ہے جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا بس اسی کے پیچھے پڑ گئے اور برا بھلا کہنے لگے بھائیو ذرا غور تو کرو اور انصاف کرو جب تم نے ابو حنیفہ شافعی کی تقلید چھوڑی تو ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی جو ان سے بہت متاخر ہیں انکی تقلید کی کیا ضرورت۔

حیات وحید الزمان بحوالہ تقلید

اب انکے ایک اور پیشوا نواب صدیق الحسن بھوپالی کی سنیئے وہ مرے ہوئے ابن

قیم اور شوکانی کو قبلہ دین اور کعبہ ایمان سمجھتے ہوئے درج ذیل الفاظ سے ان سے مدد طلب کرتا ہے قبلہ دین مدد دے کعبہ دین مدد دے۔ ابن قیم مدد دے کعبہ دین مدد دے۔ اگر کوئی مسلمان ایسے کہہ دے غوث اعظم مدد دے تو اس کے خلاف شرک و بدعت کے فتوون کے انبار لگ جاتے ہیں مگر خود وہ جو مرضی کرتے رہیں وہی دین ہے۔ بہر حال نواب صدیق الحسن اور حیدالزمان کے امام الائمہ قبلہ دین اور کعبہ ایمان شوکانی کے خود ساختہ دین کی بھی ایک جھلک ملاحظہ کیجئے شہداا مراء موتی کے واقعہ میں فصلی کا کلمہ آیا ہوا ہے اس سے غائبانہ نماز جنازہ کے جواز پر استدلال کرتے ہوئے شوکانی کہتا ہے کہ یہاں صلوۃ بھی حقیقت شرعیہ ہے دعا کے معنی میں نہیں ہے حالانکہ صلوۃ بمعنی حقیقت شرعیہ اس نماز کو کہتے ہیں جو ارکان مخصوصہ، رکوع، سجود اور قرأت پر مشتمل ہو اور نماز جنازہ میں رکوع و سجود تو سرے سے ہوتے ہی نہیں ہیں اور قرأت میں ائمہ کا اختلاف ہے اسی لئے محققین و مجتہدین یہ کہتے ہیں کہ نماز جنازہ پر صلوۃ کا اطلاق حقیقتاً نہیں مجازاً ہے۔

☆ چند ایسے مسائل ہیں کہ عہد رسالت سے ابن تیمیہ تک ان پر محدثین کا اتفاق تھا مگر آٹھ سو سال کے بعد ابن تیمیہ نے اپنے پاس سے نئی نئی تشریحات گڑھ کر امت مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے ان کو انتشار و افتراق کے دلدل میں ڈال دیا۔

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لاتشدوا الرحال الا الی ثلثة مساجد

عہد رسالتمآب سے ابن تیمیہ تک امت مسلمہ کے محدثین نے اسکا یہ مطلب بیان کیا کہ اسمیں تین مساجد کی زیارت کی اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے لیکن دوسری

مساجد کی زیارت کی نفی نہیں مگر ابن تیمیہ نے اپنے پاس سے آٹھ سو سال بعد اسکا یہ مطلب گڑھ لیا کہ اس سے تمام اولیاء کرام انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزارات مقدسہ حتٰی کہ سید الانام علیہ التحیۃ والثنا کے روضہ اطہر کی زیارت کی نیت سے رختسفر باندھنے کی ممانعت ہے حالانکہ جانثاران وفدا کاران سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خصوصا وارفتہ مدینہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو دیارِ نبی فداہ امی وابی کی زیارت کے لئے جانا چاہے وہ آپکے روضہ اقدس کی زیارت کی نیت سے نہ جائے بلکہ بارگاہ رسالت میں حاضری کی نیت سے جائے اور یہ واضح ہے کہ شد رحال والے ارشاد نبوی میں مستثنیٰ متصل ہے اور یہی حقیقت بھی ہے ورنہ کوئی کسی کی ملاقات کے لئے نہ جا سکے اور اسی طرح ابن تیمیہ تک امت کا اسپر اتفاق رہا کہ احادیث مبارکہ میں وارد صلوۃ اللیل سے مراد نماز تہجد ہے مگر تقریباً آٹھ سو سال بعد ابن تیمیہ نے اسکا یہ مطلب بیان کیا کہ اس سے مراد نماز تراویح ہے اسی طرح آٹھ سو سال تک امت مسلمہ جمہور سلف وخلف ائمہ اربعہ اور ان کے پیروکاروں کا اسپر اتفاق تھا کہ اگر تین طلاقیں بجملہ واحدہ دی جائیں یا عدت کے اندر علیحدہ علیحدہ دی جائیں تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں مگر آٹھ سو سال بعد ابن تیمیہ نے کہا کہ اس سے صرف ایک طلاق واقع ہوگی الحاصل ابن تیمیہ سے آٹھ سو سال پہلے امت مسلمہ جن متفقہ مسائل پر متفق تھی غیر مقلدین نے انہیں چھوڑ کر ابن تیمیہ کے مسلک کو اپنا کر اکابرین محدثین محققین کی توہین وتذلیل کو اپنا شعار بنالیا انکے من گھڑت دین کی بیسیوں مثالیں ہیں جنکے لئے دفتر درکار ہیں یہاں ان میں سے مشتے از خروارے چند کو ذکر کیا ہے۔

یہ غیر مقلدین اکابر صحابہ مثلاً حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

نالاں اور ناراض ہیں کہ انہوں نے بیس رکعت نماز تراویح باجماعت کا اہتمام کیوں فرمایا اور ایسے ہی سیدنا عثمان غنی ذوالنورین اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی نالاں اور ناراض ہیں کہ انہوں نے بیس رکعت نماز تراویح باجماعت کو برقرار کیوں رکھا الحاصل یہ غیر مقلدین عہد رسالت سے ابن تیمیہ سے پہلے تک اسلام کی جتنی عظیم المرتبت شخصیات ہیں صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، محدثین، محققین اور بزرگان دین سے نالاں و ناراض ہیں کیونکہ ان کا دین عہد رسالت سے آٹھ سو سال بعد ابن تیمیہ سے شروع ہوتا ہے۔

☆ان خواہشات نفس کے پجاریوں نے غائبانہ نماز جنازہ کو اتنا رواج دیا؛ اتنا عروج دیا اتنی تشہیر کی کہ ان پڑھ عوام تو کجا پڑھا لکھا نوجوان طبقہ اور دین سے معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والے لوگ یہ سمجھنے لگے کہ غائبانہ نماز جنازہ حاضرانہ نماز جنازہ سے زیادہ اہم ہے اسی لئے حاضرانہ نماز جنازہ میں لوگ برائے نام شرکت کرتے اور غائبانہ نماز جنازہ میں لوگوں کی رغبت بڑھتی چلی گئی اور غائبانہ نماز جنازہ کے شرکاء کی تعداد دن بدن بڑھتی چلی گئی سینکڑوں سے ہزاروں اور ہزاروں سے لاکھوں تک نوبت جا پہنچی ان حالات کے پیش نظر ضروری تھا کہ نماز جنازہ کی شرعی حیثیت اسی انداز سے بھرپور عوامی اجتماع میں ٹھوس اور مدلل انداز میں واضح کی جائے تاکہ لوگ گمراہی کے دلدل سے نکل کر اہل حق کی روش اپنائیں اسی ضرورت کے پیش نظر ادارہ صراط مستقیم کے بانی آصف وقت ڈاکٹر محمد آصف جلالی اور انکے رفقاء نے بتقضاء وقت ایک بھرپور عوامی اجتماع منعقد کرنے کا پروگرام بنایا اور اس کے لئے سماع حال دربار داتا صاحب کا انتخاب کیا گیا اور پھر اسے کامیاب کرنے کے لئے ایسے پرکشش اور بھرپور انداز

میں اسکی تشہیر کی گئی جسکی وجہ سے آٹھ مارچ کا سیمینار اپنوں اور بیگانوں کی توجہ کا مرکز بن گیا جیسے جیسے آٹھ مارچ قریب آتا گیا تو شرکت کنندگان کا ذوق شوق بڑھتا چلا گیا بالاخر انتظار کے دن اور گھڑیاں ختم ہوگئیں اور 8 مارچ 2008ء کو سماع ہال داتا دربار میں غائبانہ نماز جنازہ سیمینار کی محفل شروع ہوگئی جس منتظمین کی توقعات برعکس لوگوں کا ایک عظیم بے قابو ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جسمیں عوام الناس بھی تھے اپنے بھی اور بیگانے بھی اور خواص بھی دانشور نامور اہل قلم ملک کے مشاہیر علماء اور نامور ترین اساتذہ بھی سماع حال تنگی داماں کا شکوہ کر رہا تھا اسمیں تل رکھنے کی جگہ بھی نہیں تھی نامور اساتذہ کو جہاں جس حال میں جگہ ملی وہ اسی حال میں شریک رہے اگر کسی کو کرسی مل گئی تو وہ کرسی پر بیٹھ گیا ورنہ نیچے بیٹھ گیا اور اگر نیچے فرش پر بیٹھنے کی جگہ نہ مل سکی تو کھڑے کھڑے شرکت کو بھی اعزاز سمجھا اور اختتامِ محفل تک شریک رہے ایسے معلوم ہوتا تھا کہ وہ منتظمین کثرت ازدحام کی وجہ سے بے بس تو تھے ہی مگر کامیاب اجتماع کی وجہ سے خوش بھی تھے اگر یہ کہا جائے کہ سماع حال کا منظر دیدنی تھا اسے الفاظ کے سانچے میں نہیں ڈھالا جا سکتا تو بے جا نہ ہوگا سیمینار میں چیدہ چیدہ علماء کے خطابات کے بعد آصف وقت محقق اہل سنت فخر ملت محترم ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی اطال اللہ عمرہ و علمہ نے اپنے مخصوص انداز میں اپنا محققانہ مقالہ پیش فرمایا جس سے مخالفین کی ہوائیاں اڑ گئیں اور انہوں نے مقابلے میں ایک معزز صحافی کو سامنے لا کھڑا کیا یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ایک مشکل اور نازک ترین آپریشن کے لئے ایسے آدمی کا انتخاب کیا جائے جیسے ناخن تراش اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے ناخن کاٹتے ہوئے بھی ڈر اور خوف ہراس معلوم ہوتا ہو متعدد اہل قلم نے راقم کو یہ بھی کہا کہ معزز صحافی نے

ڈاکٹر صاحب کے خلاف لکھتے ہوئے جو انداز اپنایا ہے اس سے آداب صحافت کو دھچکا لگا ہے اس موجودہ دور میں اگر کسی کو کچھ لکھنا بولنا آجاتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ ہچو ما دیگرے نیست کہ نہ تو مجھ سے پہلے کوئی ایسا محقق و مقرر ہوا ہے اور نہ ہی میرے بعد کوئی ایسا ہوگا مگر ڈاکٹر صاحب میں تمام ممکنہ محاسن واوصاف کے باوجود کوئی ایسی بات نہیں انہیں اپنے اکابر واسلاف اپنے اساتذہ ومشائخ کے ساتھ بڑی عقیدت ومحبت ہے عوام وخواص میں ان کی پذیرائی کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے موصوف نے ادارہ صراط مستقیم کے ختم بخاری کے موقع پر اساتذہ کی حسن کارکردگی پر چار عظیم شخصیات کے نام پر جو چار ایوارڈ دیے ہیں اس سے موصوف کی اکابر کے ساتھ وابستگی وعقیدت کا برملا اظہار ہوتا ہے راقم ڈاکٹر صاحب کے اس حسن انتخاب پر صمیم قلب سے انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہے ان چار ایوارڈز کا اکٹھا دیا جانا غالباً سرزمین پاکستان میں پہلا منفرد واقعہ ہے اس سے اساتذہ کی بڑی حوصلہ افزائی ہوئی یقیناً سلسلہ تدریس میں مزید سرگرم عمل ہونگے بڑے خوش قسمت ہیں وہ چار اساتذہ جنہیں یہ ایوارڈز ملے انہیں چاہیے کہ وہ انہیں حرز جان ہی نہیں حرز ایمان بنا کر رکھیں جن جلیل القدر اور عظیم شخصیات کے نام یہ ایوارڈ منسوب کیئے گئے وہ یہ ہیں حضرت محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپکی زندگی مبارک میں جب شیخ الحدیث کا لفظ بولا جاتا اسکا مصداق اتم اور فرد کامل صرف آپ ہی کی ذات والا صفات ہی ہوتی اور اس لفظ سے کبھی بھی کسی اور کی طرف ذھن منتقل نہیں ہوتا تھا اور آجکل تو شیوخ حدیث کے بن بھرے پڑے ہیں شیخ المحدثین حافظ الحدیث جلال الملت والدین فخر السادات مرجع المشائخ والعلماء حضرت مولانا سید جلال الدین شاہ

صاحب مرحوم ملک اللہ رلیس علامہ امام عطا محمد چشتی گولڑوی اور امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم ان میں سے پہلی تین شخصیات کی عظمت، جلالت علمی، زہد و تقوی اور انکی دینی وملی خدمات اور انکے سرورکونین ﷺ کی محبت میں وارفتگی میں کسی سنی مسلمان کو ذرا بھر شک وشبہ یا اختلاف نہیں اگر ان شخصیات میں سے کسی کا ذکر خیر کیا جائے تو ہر حساس سنی مسلمان کا سر عقیدت سے جھک جاتا ہے اور وہ ان شخصیات سے وفور محبت کی وجہ سے انہیں سلام عقیدت اور خراج تحسین پیش کر کے اپنی دنیا و عقبی سنوارنے کی کوشش کرتا ہے اور اسی طرح ہر سنی مسلمان چوتھی شخصیت کی دینی ملی ملکی اور تبلیغی مساعی کا بھی معترف ہے اور انکے دینی کارنامے تاریخ اہل سنت کا عظیم سنہری باب ہے مگر بعض اہل سنت کو انکے سیاسی طریق کار سے قدرے اختلاف ہے۔

رجوع الی الاصل

اگر آپ غائبانہ نماز جنازہ کی شرعی حیثیت اہل حق احناف و جمہور کا نظریہ اور انکے ٹھوس واضح ترین تفصیلی دلائل معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

اور اگر آپ اہل ھوا اور شرذمہ قلیلہ کے دلائل ضعیفہ اور انکے اعتراضات رکیکہ اور انکے ٹھوس جوابات معلوم کرنا چاہتے ہیں اور متلاشی حق ہیں۔

تو ادارہ صراط مستقیم کی طرف سے شائع ہونی والی کتاب غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں کا مطالعہ کیجئے جسمیں آصف وقت ڈاکٹر محمد آصف جلالی کے چار مدلل مقالات بھی ہیں اور انکے برادر اصغر علامہ محمد عابد جلالی کی طرف سے شبہات رکیکہ ٹھوس اور مدلل جوابات بھی ہیں علاوہ ازیں دیگر علماء اہل سنت کے رشحات قلم اور تقاریظ بھی آخر میں راقم بانی ادارہ آصف وقت اور انکے رفقاء ومعاونین کی مساعی جمیلہ کو زبردست

خراج تحسین کرتے ہوئے تجویز پیش کرتا ہے کہ احقاق حق کے لئے دیگر بڑے شہروں مثلاً کراچی اور راولپنڈی میں بھی اس قسم کے سیمینار منعقد کیے جائیں

فجزاکم اللہ احسن الجزا ابدا ابدا

حررہ

مفتی محمد گل احمد خان عتیقی شیخ الحدیث

جامعہ ہجویریہ ورسولیہ شیرازیہ لاہور

سابق مفتی وصدر مدرس جامعہ رضویہ

فیصل آباد سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

13 ذوالحج 1429ھ　　12-11-2008

اختتام بوقت 8 بجے بروز جمعۃ المبارک

استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی حبیب احمد نقشبندی صاحب

بانی جامعہ اسلامیہ نوریہ کوئٹہ

۸۶۔۹۲ء

حامداً و مصلیاً و مسلیما، غائبانہ نماز جنازہ کے متعلق مفکرِ عصر، مدقق دھر جامع کمالات ظاہری و باطنی علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب ادامہٗ اللہ تعالیٰ مستبقاً بالخیرات بحرمۃ سید السادات ﷺ کراتِ بعد مرات، نے جس انداز سے احقاق حق و ابطال باطل فرمایا ہے۔ قابل صد تائید و تحسین ہیں، ان واضح دلائل مسلمہ کے باوجود مخالفت کرنا امت مرحومہ میں بلا جواز شرعیہ انتشار پھیلانے کے سوا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ جنازہ نجاشی کو دلیل بنانے والے حضرات اول حضرت نجاشی جیسی میت دکھائیں اور پھر ان جیسی حبشہ سے مدینہ منورہ میں نظر آنے والی چار پائی دکھائیں، اور رحمۃ للعالمین ﷺ جیسے قریب و بعید یکسان دیکھنے والے امام دکھائیں ورنہ پھر یہ قیاس مع الفاروق ہوگا جو کسی صاحب علم کے نزدیک مسلم نہیں ہوگا نیز یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اگر یہ طریقہ ہر عام و خاص کیلئے ہوتا، تو کتنے بے شمار حضرات صحابہ کرام سفر جہاد و غزوات میں شہید ہو رہے تھے۔ کسی کا جنازہ غائبانہ آپ پڑھاتے تو پھر سنت دائمی بن جاتی اور بعد والوں کیلئے باعث جواز ہوتا اگر اس طرح نہیں، تو بلا وجہ امت میں انتشار پھیلا کر کیوں ناعاقبت اندیشی سے کام لیا جا رہا ہے، علامہ جلالی صاحب زید مجدہٗ کی قلمرانی کے بعد مزید کسی استدلال کی حاجت باقی نہیں رہتی، اللہ تعالیٰ صاحب قلم کو میری اور مخلصین کی طرف سے بہترین جزاء خیر عطا فرمائے۔

☆☆☆☆

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد اشرف جلالی صاحب

مہتمم جامعہ جلالیہ اشرف المدارس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد وآلہ وسلم

"غائبانہ نمازِ جنازہ"

غائبانہ نمازِ جنازہ نہ کبھی جائز رہا ہے، نہ جائز ہے، اور نہ کوئی اس کو جائز قرار دے سکتا ہے۔

سینکڑوں محدثین اور فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کا جسم اپنے سامنے پایا پھر جنازہ پڑھایا۔

بصورت دیگر یہ آپکی خصوصیات میں شامل ہے۔ غائبانہ نمازِ جنازہ محض ایک فیشن ہے۔ جسطرح کہ عورتوں کا مساجد میں اعتکاف کرنا ایک فیشن ہے، جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں غائبانہ نمازِ جنازہ کا اگر کوئی جواز ہوتا تو صحابہ، تابعین اور تبع تابعین ضرور اس پر عمل کرتے، بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل کو بار بار دوہراتے۔

غائبانہ نمازِ جنازہ فیشن ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سیاسی عمل بھی بن چکا ہے۔

کنز العلماء، تاج الفضلا، علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف صاحب جلالی نے داتا کی نگری لاہور شہر سماع ہال حضرت علی ہجویری کے پہلو میں ایک تفصیلی مقالہ پڑھا اور ثابت کیا کہ غائبانہ نمازِ جنازہ جائز اور درست نہیں، راقم السطور نے اول سے لیکر آخر تک پورے کا پورا مقالہ سنا اور بعد ازاں آپ ہی کا تحریر کردہ رسالہ پڑھا، چند ہفتوں

بعد آپ ہی کی تصنیف کردہ ''غائبانہ نمازِ جنازہ جائز نہیں'' کتاب پڑھی۔

اللہ تعالیٰ آپکے علم اور عمل میں مزید اضافہ فرمائے ڈاکٹر صاحب نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا حق ادا فرمایا اور قرآن وسنت کی روشنی میں دلائل پیش کیے جن میں کسی قسم کی جھول تک نہ تھی، غائبانہ نمازِ جنازہ میں شرکت نہ کرنا اہلسنت حنفی ہونے کی ایک علامت ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْحَال

استاذ العلماء حضرت علامہ اللہ یار اشرفی صاحب

مہتمم جامعہ رضائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہاولنگر

بصد ادب و احترام صاحب الاحتشام حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر صاحب قبلہ زید مجدہ العالی

نیاز مندانہ سلام مسنون کے بعد آپ کی تصنیف لطیف ''غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں'' موصول ہوئی اس پرفتن دور میں جبکہ ہر طرف سے عشاقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سامراجی قوتیں اور اسلام دشمن عناصر مصروف کار اور برسر پیکار ہیں۔ غیر مسلموں کی سازشیں یہودی و عیسائی لابیاں اور ان کے ایجنٹ و آلہ کار پیٹرو ڈالر اور ریال کے بل بوتے پر بات بات پر مسلمانوں سے پنجہ آزمائی میں مصروف ہیں اور ان کے خلاف شب و روز ریشہ دوانیوں میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ حربہ امت مسلمہ کی صفوں میں دراڑیں ڈالنے کے لئے اپنے لٹریچر دو ورقیوں اور چار ورقیوں کے ذریعے فتنہ پھیلانے کی سعی لاحاصل کر رہے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے دلائل و براہین کو توڑ مروڑ کر پیش کر رہے ہیں ضرورت اس بات کی تھی کہ امت مسلمہ کے پلیٹ فارم سے یک جان و یک زبان ہو کر براہین قاطعہ کے ذریعے ان قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہو کر دندان شکن جواب دیا جائے سو آپ نے یہ مقالہ پیش فرما کر اس کمی کو پورا کر دیا حضور والا آپ کے علم میں ہے برصغیر میں انگریزوں کا یہ خود کاشتہ پودا بالخصوص اہل سنت جماعت سنی بریلوی احناف کثر اللہ سوادھم کے خلاف جو مخالفانہ مہم چلا رکھی ہے اور مختلف قوتیں بھی وقتاً فوقتاً درد دل رکھنے والے غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسائل میں

الجھا کر انکو دین سے بیزار کر رہی ہیں اپنے مذموم مقاصد اور سامراجی قوتوں
ناپاک مقاصد کی تکمیل کے لئے مختلف فیہ مسائل کو بڑے شدومد کے ساتھ اُچھال
اتحاد ویگانگت کی فضا کو افتراق اور انتشار اور تفریق کی جانب دھکیلنے کی سعی مذموم
رہے ہیں وہ آپ پر عیاں ہیں کبھی اتباع صحابہ کبھی سلسلہ تقلید کبھی عصمت انبیاء اور ا
تو اتحاد بین المذاہب جیسے گھناؤنے اہم مسائل جن کے بارے میں تمام مسلمانو
کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کر رہے ہیں۔ آپ نے بالخصوص غائبانہ نماز جنا
جائز نہیں جیسے اہم مسئلہ کو انتہائی محنت عرق ریزی اور دلائل اور براہین کے ساتھ بحث
کر کے اور ان کے اعتراضات کا شافی اور مثبت جواب دے کر گمراہی ذلالت کے
پرخچے اڑا دیئے خدا کرے یہ زور قلم اور زیادہ ہو ہر ذی شعور مسلمان پر لازم ہے ا
قیمتی علمی کتاب کو خرید کر اپنے ساتھ رکھے اور اپنی لائبریری کی زینت بنائے مسلک
سے مضبوط وابستہ افراد کو کتاب تحفہ دیں۔

فقط والسلام مع الاحترام

خادم

محمد اللہ یار اشرفی

میجنگ ٹرسٹی / خطیب

مرکز اہلسنت جامع رضائے مصطفیٰ ٹرسٹ

خطیب الخطباء حضرت علامہ قاری محمد رضاء المصطفیٰ اعظمی صاحب

خطیب نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی

پیکرِ اخلاص و محبت گرامی قدر محترم و مکرم حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی آپ کی مرسلہ کتاب ''غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں'' وصول ہوئی مختلف صفحات کے مطالع کے بعد اندازہ ہوا کہ کتاب نہایت ہی مدلل و مبرھن ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی خدماتِ کو قبول فرمائے سوال و جواب کی جو آپ نے بحث کی ہے وہ بھی علماء و طلباء کیلئے انتہائی مفید ہے۔

نتیجۃ البحث کا مضمون بھی نہایت مدلل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے آمین۔

دعا گو فقیر رضاء المصطفیٰ

الحمدللہ حقہ والصلوٰۃ والسلام علی صدیقہ وعلی آلہ واصحابہ وسالکی طریقہ

امابعد

فاعوذباللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم ولعلھم یتفکرون

عصر حاضر میں لوگوں کی بے راہ روی جس عروج پر ہے شاید پہلے کبھی ایسا منظر نہ آیا ہو۔ جب ہر طرف سے غیر مسلم مسلمانوں کو دبوچنے کے لیے کمر بستہ ہیں اور حدیث پاک کی پیشین گوئی کے مطابق مسلم امہ کو کھانے کا دستر خوان سمجھ کر لپک رہے ہیں اور مسلمانوں کی نا اتفاقی نے غیروں کو اور دلیر کر دیا ۔ ان تمام وجوہات کے باوجود کلمہ گو حضرات ایک محور پر اکٹھا ہونے کی بجائے روز نئے مسائل کھڑے کر کے بے راہروی کا شکار ہو رہے ہیں۔ ان گوناگوں حالات میں اس شخص کا کردار کتنا اہم ہو گا جو بھٹکے ہوئے آہو کو حرم کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے ہر وقت جگر پگھلا رہا ہے۔

بنا جو شان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واصف ہوا یہ شہرہ کہ ان کا آصف
حرم کی جانب بلا رہا ہے قرآن و سنت سنا سنا کر

مخالفین اسلام کے مقابلے میں ہر محاذ پر حضرت قبلہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب کا کردار ایک قائد کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس سلسلہ میں قبلہ استاد گرامی نے جب عملی احکام میں لوگوں کی غلط فہمی کو محسوس کیا کہ خلاف شرع غائبانہ جنازے کا رواج چل نکلا ہے اور حدیث شریف سے غلط استدلال کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کا انکار کیا جا رہا ہے تو قبلہ ڈاکٹر صاحب نے

ایک انتہائی محققانہ مقالہ پیش کر کے دین متین کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔

اور کئی دلائل و براھین سے ثابت کیا کہ غائبانہ جنازہ کسی کا بھی جائز نہیں۔اس سلسلے میں کچھ لوگوں میں شکوک وشبہات پیدا ہوئے ان میں ایک چوہدری اصغر علی وڑائچ صاحب ہیں اور کچھ اس شک کی تقلید کرنے والے حضرات جیسے مولوی عمران فردوسی یا عبداللہ سرور صاحب وغیرہما، ان کے تو حمات علمی دنیا میں تو کوئی حیثیت نہیں رکھتے لیکن شان رسالت میں بڑی بے باکی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔اور عوام کی پریشانی کا باعث بن سکتے تھے اس لئے ہم انھیں انصاف کے ترازو پر رکھتے ہوئے اھل علم وفضل سے انصاف کی اپیل کرتے ہیں۔

عمران فردوسی صاحب کے اعتذارات کے مدلل جوابات میں نے ایک مقالہ میں پیش کیے۔جس سے انشاءاللہ اھل ذوق بعد کے کئی شبہات کا بھی حل پا سکیں گے۔

مولوی عبداللہ سرور کا دعویٰ

مولوی عبداللہ سرور کو ڈاکٹر صاحب کے مقالہ جات پر تین چار شبہات ہوئے جن کا اظہار انھوں نے رسالہ الاعتصام ۲۶ مارچ ۲۰۰۹ کے صفحات پر کیا اور اپنی پرانی روش کے مطابق ابتدا ہی میں حضور آقا دو جہان ﷺ کے علم اور مشاہدہ کو محدود ثابت کرنے کی سعی مذموم کی اور آپ ﷺ کے مشاہدہ کائنات کے بارے میں کہا:

"ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ رسول اکرم ﷺ پر یہ کیفیت ہر وقت طاری رہتی ہے"

مولوی سرور صاحب کے بے بنیاد دعویٰ کی تحقیق

سرور صاحب کے اس دعویٰ کی تردید ڈاکٹر صاحب کے مقالہ جات

اور بیانات میں موجود ہے کاش کہ سرور صاحب کو شان رسالت کی خاطر انھیں بھی پڑھنے اور سننے کی توفیق حاصل ہو جائے یا مختصر طور پر کی گئی ہماری گزارشات کو انصاف سے پڑھ لیں۔ اللہ تعالیٰ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جواب نمبر ۱

سرور صاحب کو اس کا اعتراف ہے کہ بعض اوقات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کیفیت طاری ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور دراز کی چیزوں کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور اس سلسلہ میں انھوں نے دو احادیث مبارکہ کا حوالہ بھی دے دیا جنھیں پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ ڈاکٹر صاحب کے مقالہ جات نے اغیار پر بھی اثر کیا اور انھیں شان رسالت والی احادیث پڑھنے اور لکھنے پر مجبور کیا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اگر یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت ہمیشہ کی مانی جائے تو پھر کیا خرابی لازم آئی گی۔

اگر کائنات کی چھپی ہوئی اور غیبی چیزوں کا علم کسی اور کے لئے ماننا شرک ہے تو پھر بعض اوقات میں یہ علم غیر اللہ میں مانیں تو بھی شرک ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کوئی بھی صفت جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اسی طرح کسی بندہ میں ماننا شرک ہے خواہ بعض اوقات میں مانیں یا تمام اوقات میں ہر وقت میں شرک لازم آئے گا۔

حالانکہ سرور صاحب اور انکے ہم مشرب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب کا علم ماننے کو شرک کہتے ہیں بحوالہ "تقویۃ الایمان باب شرک فی الصفات" اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں دنیا میں بیٹھے ایک وقت حوض کوثر جو کہ بہت دور کا غیب تھا مشاہدہ فرمالیا اور اس کا

علم آپ ﷺ کے لئے ثابت ہے تو پھر ہر وقت اآپ ﷺ اتنی دور کی چیزوں کا مشاہدہ فرمائیں تو کیا استحالہ ہے؟

جواب نمبر۲

قرآن مجید کی نصوص اور احادیث مبارکہ کی تائید سے پتہ چلتا ہے کہ حضور علیہ السلام کا یہ مشاہدہ دائمی تھا اور یہ علم غیب کائنات کی ساری چیزوں کو محیط تھا۔

(۱) ویکون الرّسول علیکم شھیداً

رسول اکرم ﷺ تمہارے اوپر نگہبان ہیں تفسیر عزیزی وغیرہ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۴۳۔

(۲) وعلمك مالم تكن تعلم سورۃ النساء آیت نمبر ۱۳

''اور ہم نے آپ کو ہر اس چیز کا علم دے دیا جو بھی آپ نہیں جانتے تھے۔''

(۴) اور حدیث شریف میں ہے انی اریٰ ما لا ترون واسمع ما لا تسمعون ۔ ترمذی ۲۳۱۲۔ ھذا حدیث صحیح الاسناد مستدرک ۳۸۸۳، ابن ماجہ ۴۱۹۰ قال البانی ھذا حدیث حسن۔

گرائمر کی رو سے مضارع دوام اور ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے۔ تو معنی یہ ہوگا کہ میں ہر وقت وہ دیکھتا ہوں جا تم نہیں دیکھتے اور میں ہر وقت وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے اور اس کے بعد آسمانوں کے فرشتوں کی عبادت کا حال بیان فرمایا۔ اور اپنے علم کی وسعت کو غیر محدود ثابت کیا؛

(۵) اور مجمع الزوائد میں ہے

ان اللہ تعالیٰ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن

فیھا الی یوم القیامۃ کا نما انظر الی کفی ھذہ ورجالہ ثقات حدیث نمبر ۱۴۰۶۷۔

"بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو اٹھایا تو میں اس میں قیامت تک ہونے والے منظر کو یوں دیکھ رہا ہوں جیسے اس ہاتھ کی ہتھیلی کو" علم معانی کے مطابق انا انظر جملہ اسمیہ دوام اور ثبوت پر دلالت کرتا ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دیکھ رہا ہوں،

ان کے علاوہ بے شمار آیات اور احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دائمی مشاہدہ اور علم محیط کو بیان کرتی ہیں۔ لھذا حضور علیہ السلام کی یہ کیفیت بعض اوقات میں ماننا دعویٰ بلا دلیل ہوگا۔ سرور صاحب نے نفی میں جو حوالے دیئے ان میں ہرگز مشاہدہ یا علم کی نفی نہیں ہوتی۔ کیونکہ پریشان ہونا علم کی نفی کی دلیل نہیں بن سکتا اس لیے پریشانی دنیا میں بندے کی صداقت کی دلیل ہوتی ہے جھوٹے بہت کم پریشان ہوتے ہیں، پریشان تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر بھی ہوتے جب کفار کہتے تھے کہ آپ تو رسول ہی نہیں ہیں،

ویقول الذین کفروالست مرسلا (القرآن) اور فرمایا

ولقد نعلم انك یضیق صدرك بمایقولون الحجر آیت ۹۷

تو عبداللہ سرور کے قانون کے مطابق تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اپنے رسول ہونے کا بھی علم نہ ہوگا (العیاذ باللہ)

جواب نمبر ۳

عبداللہ سرور صاحب کہتے ہیں کہ ایک واقعہ کو دوسرے واقعہ کی دلیل بنانا

علمی تحقیق کے قطعاً خلاف ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہاں ڈاکٹر صاحب نے حضرت نجاشی کے جنازہ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہونے پر استدلال کیا ہے تو یہ بات ہر ذی شعور آدمی سمجھ سکتا ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں سے پار حوض کوثر کو دیکھ رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں کے سامنے اور حاضر ہے تو پھر حضرت نجاشیؓ کا جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے چھپا رہ سکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جنہوں نے جنازہ پیچھے پڑھا ہے وہ بھی کہہ رہے ہیں کہ جنازہ غائب نہیں بلکہ سامنے حاضر تھا۔ جس کا حوالہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالہ کے صفحہ ۳۳ پر دیا۔

"وهم لا يظنون الا ان جنازته بين يديه" صحیح ابن حبان حدیث نمبر ۳۰۹۸؛ مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۴۴۶۔ اب صحابہ کرام کہتے ہیں کہ جنازہ سامنے تھا مگر سرور صاحب کہتے ہیں کہ غائبانہ تھا تو بتاؤ ہم کس کی مانیں، ظاہر ہے کہ اتباع صحابہ ذریعہ نجات ہے۔

عبداللہ سرور صاحب کا دوسرا استدلال قبر پر جنازہ پڑھنے سے ہے لیکن اس استدلال کو ڈاکٹر صاحب نے پہلے ہی رد کر دیا کہ اگر غائبانہ جنازہ جائز ہوتا تو قبر پر جانے کی کیا ضرورت تھی۔ افسوس کہ سرور صاحب بغیر غور وفکر کیے یہاں سے نکل گئے کاش کہ ڈاکٹر صاحب کے مقالہ کو بار بار پڑھیں اور اپنے شکوک و شبہات کو دور کریں۔

تیسرا استدلال

جب قبلہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ خلفائے راشدین سمیت کسی صحابی کا غائبانہ جنازہ نہیں پڑھا گیا تو اس کا جواب دینے سے سرور صاحب بالکل عاجز آگئے اور مان لیا کہ ہمارا علم ناقص ہے کیونکہ دورِ صحابہ و تابعین کا کوئی واقعہ موجود ہوتا تو سرور صاحب اسے ضرور لکھ دیتے۔ اس کے بعد سرور صاحب نے ایک عجیب استدلال کر کے اپنے دعویٰ ناقص علمی کو ثابت کیا کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور آخر میں اختلاف ذکر نہیں تو پتا چلا کہ امام ترمذی کے دور تک غائبانہ جنازہ میں اختلاف نہیں تھا۔

جواب نمبرا

سرور صاحب کے اس استدلال پر ہم کہیں گے کہ حدیث نجاشی کو غائبانہ جنازہ کی دلیل نہ بنانے پر اتفاق تھا اس لئے امام ترمذی نے یہاں اختلاف ذکر نہیں کیا ورنہ صحابہ اور تابعین کے اقوال غائبانہ جنازہ کے متعلق ضرور لکھتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اور تابعین میں سے کسی نے بھی حدیث نجاشی سے غائبانہ جنازہ پر استدلال نہیں کیا۔

جواب نمبر۲

امام مالک اور امام اعظم ابو حنیفہ وغیرہما رحمہم اللہ کیا امام ترمذی سے پہلے نہیں ہوئے جنھوں نے واضح طور پر کہا کہ غائبانہ جنازہ جائز نہیں لھذا امام ترمذی کا اختلاف بیان نہ کرنا ائمہ کرام کے اتفاق کی دلیل ہے کہ سب عدم جواز کے قائل تھے تو

پھر غائبانہ جنازہ کے عدم جواز کو ڈاکٹر صاحب کی ایجاد کہنا بہت بڑی ناانصافی ہے کیونکہ ڈاکٹر صاحب نے ائمہ اربعہ کے اقوال بھی لکھے جو سرور صاحب نے بالکل نہ پڑھے۔ پھر دیوبندی علماء ہمارے لیے معتبر ہی نہیں تو انکی شروحات کیسے معتبر ہوسکتی ہیں۔ اوران کا حوالہ دینا کیسے درست ہوگا۔

آخری استدلال

عبداللہ سرور صاحب کہتے ہیں کہ اگر قبر پر جانا ممکن نہ ہوتو اطلاع ملنے پر نماز جنازہ اجتماعی اور انفرادی طور پر کہیں بھی ادا کی جاسکتی ہے۔ عبداللہ صاحب تھوڑا سا انصاف فرمائیں کہ کیا حضرت نجاشی کی قبر پر جانا ناممکن تھا۔ میں عرض کروں گا کہ حضور اکرم ﷺ کے لئے حضرت نجاشی کے پاس جانا ناممکن ومحال بالکل نہ تھا لیکن کئی حکمتوں کے پیش نظران کے جنازہ کو اپنے سامنے حاضر کرلیا جس کی گواہی صحابہ کرام نے دی۔

اس کے بعد سرور صاحب شہداء احد والی حدیث کے لفظ صلوٰۃ سے استدلال کیا جس کا جواب بھی ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالہ میں صفحہ ۲۵ پر دیا کہ امام نووی فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ کا معنی دعا ہے یعنی آپ نے شہداء احد کے لئے یوں دعا فرمائی جیسے میت کے لئے دعا کی جاتی ہے اس سے جنازہ مراد لینا دعویٰ بلا دلیل اور غائبانہ جنازہ مراد لینا تو بعید از عقل ہے۔

غائبانہ جنازہ کے متعلق سرور صاحب کے یہی چار شبہات تھے جو انتہائی سطحی اور غیر تحقیقی ہیں کوئی مستند دلیل سرور صاحب کو نہ ملی اور نہ ہی مل سکتی ہے اس لئے بہتر یہ ہے

کہ اس خلاف شرع کام سے باز آجائیں۔اور جس کو صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے حضور اکرم ﷺ کی خصوصیت سمجھا اور ساری زندگی اس عمل سے باز رہے۔اس لئے آپ کو بھی چاہیے کہ جب آپ کسی غائب میت کو سامنے حاضر کرنے سے عاجز ہیں تو اسے حضور ﷺ کا ہی خاصہ سمجھتے ہوئے غائبانہ جنازہ سے باز رہیے۔

اور میری دعا ہے کہ اللہ ہمیں قرآن وسنت کے احکامات کو صحیح سمجھنے اور آگے پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم الامین

تالیف

حضرت علامہ حافظ محمد اعظم اشرفی

مدرس جامعۃ الحبیب حبیب آباد تحصیل پتوکی ضلع قصور

فہرست کتب

بانی ادارہ صراطِ مستقیم پاکستان مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف	قیمت
1	فہم دین اوّل تا چہارم	محمد اشرف آصف جلالی	فی جلد 220
2	غائبانہ جنازہ جائز نہیں	محمد اشرف آصف جلالی	200
3	مفہوم قرآن بدلنے کی واردات	محمد اشرف آصف جلالی	140
4	محاسن اخلاق	محمد اشرف آصف جلالی	100
5	ختم نبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں	محمد اشرف آصف جلالی	36
6	میرے لئے اللہ کافی ہے	محمد اشرف آصف جلالی	30
7	حق چار یار	محمد اشرف آصف جلالی	30
8	جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابہ کرام	محمد اشرف آصف جلالی	30
9	فکر آخرت	محمد اشرف آصف جلالی	30
10	ہاں ہم سنی ہیں	محمد اشرف آصف جلالی	30
11	سرکار غوث اعظم اور آپکا آستانہ	محمد اشرف آصف جلالی	30
12	ایک نومسلم کے سوالات کے جوابات	محمد اشرف آصف جلالی	30
13	شانِ رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق	محمد اشرف آصف جلالی	30
14	توحید و شرک	محمد اشرف آصف جلالی	30

15	ہم اہلسنت وجماعت ہیں	محمد اشرف آصف جلالی	30
16	تحفظ ناموسِ رسالت ایک فرض ایک قرض	محمد اشرف آصف جلالی	30
17	چٹاگانگ میں چندروز	محمد اشرف آصف جلالی	20
18	تحفظ حدود اللہ اور ترمیمی بل	محمد اشرف آصف جلالی	20
19	ایصال ثواب اور گیارھویں شریف کی شرعی حیثیت	محمد اشرف آصف جلالی	20
20	فقہ حنفی سنت نبوی کے آئینے میں	محمد اشرف آصف جلالی	20
21	دختران اسلام کے لیے آئیڈل کردار	محمد اشرف آصف جلالی	20
22	افزائش نور	محمد اشرف آصف جلالی	20
23	جادو کی مزمت	محمد اشرف آصف جلالی	18
24	اصلاح اور اُس کا اجر	محمد اشرف آصف جلالی	16
25	نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیوں	محمد اشرف آصف جلالی	15
26	شانِ ولائیت قرآن وحدیث کی روشنی میں	محمد اشرف آصف جلالی	15
27	محبت ولی کی شرعی حیثیت	محمد اشرف آصف جلالی	15
28	صلوٰۃ وسلام پر اعتراض آخر کیوں	محمد اشرف آصف جلالی	
29	فقہ حنفی پر چند اعتراضات کے جوابات	محمد اشرف آصف جلالی	15
30	ربط ملت اور اہلسنت کی ذمہ داریاں	محمد اشرف آصف جلالی	15
31	خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام	محمد اشرف آصف جلالی	15

32	فحش گانوں کا عذاب	محمد اشرف آصف جلالی	15
33	رسول اللہ ﷺ کی نماز	محمد اشرف آصف جلالی	[illegible]
34	ترک تقلید کی تباہ کاریاں	محمد اشرف آصف جلالی	15
35	اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور اُن کا حل	محمد اشرف آصف جلالی	
36	صراط مستقیم کی روشنی	محمد اشرف آصف جلالی	15
37	مقتدی فاتحہ کیوں پڑھے	محمد اشرف آصف جلالی	15
38	رسول اللہ ﷺ بحیثیت مبشر	محمد اشرف آصف جلالی	15
39	منصب نبوت اور عقیدہ مومن	محمد اشرف آصف جلالی	15
40	محبت الٰہی اور اسکی چاشنی	محمد اشرف آصف جلالی	15
41	فہم زکوٰۃ	محمد اشرف آصف جلالی	15
42	حل مشکلات اور عقیدہ صحابہ	محمد اشرف آصف جلالی	15
43	توحید باری تعالیٰ	محمد اشرف آصف جلالی	15
44	قربانی صرف تین دن جائز ہے معہ قربانی کے جانور	محمد اشرف آصف جلالی	15
45	فتح حق کے علمبرداروں کی	محمد اشرف آصف جلالی	12
47	نماز تراویح 20 رکعت سنت ہے	محمد اشرف آصف جلالی	10
48	قرآنی آیات کے حیرت انگیز اثرات	محمد اشرف آصف جلالی	10